فتنہ قادیانیت سے فیصلہ کن

مناظرے

علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ
پی ایچ ڈی لندن

مکتبہ عمرو بن العاص رض

مناظرے

تالیف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

مکتبہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

6 غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

042-7323984-7321291

نام کتاب	....	مناظرے
مؤلف	....	مولانا محمد ندیم قاسمی، ایم اے
ناشر	....	مکتبہ عمرو بن العاص
		5 غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
اشاعت	....	فروری 2009ء
تعداد	....	گیارہ سو (1100)
قیمت	....	

ملنے کے پتے

ادارۃ الانور، کراچی
قرآن محل، کمیٹی چوک، راولپنڈی
مکتبۃ القرآن، شان مارکیٹ، لنک روڈ، ایبٹ آباد
مکتبۃ الامہ، عقب نیو صادق بازار، رحیم یار خان
ممتاز کتب خانہ، پشاور

انتساب

تحریک ختم نبوت کے شہداء
اور غازیوں کے نام

پیش لفظ

زیر نظر کتاب مفکرِ اسلام علامہ خالد محمود صاحب کے مناظرے، پُر مغز مقالے اور سوال وجواب کی نشست پر مشتمل ایک حسین گلدستہ ہے جس کی ترتیب کی سعادت خلاق عالم نے بندہ کو عطا فرمائی۔ حضرت علامہ صاحب کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ بین الاقوامی خطیب، بہترین ادیب، گمراہ لوگوں کے لئے عالمی شہرت یافتہ طبیب، درویش صفت مصلح، نقاد، انشاء پرداز اور عظیم مناظر ہیں۔ جنہوں نے وطن عزیز اور دیارِ غیر میں اسلام مخالف افراد وطبقات سے کامیاب مناظرے کئے اور ان کے باطل نظریات کا ردّ فرمایا۔ (اللّٰھم زد فزد)

سالہا سال سے یورپ کی تاریک وادیوں میں شمع توحید و رسالت جلائے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ حضرت کے حقیقت سے بھرپور، عقل وخرد سے معمور اور سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والے نایاب موتی جمع ہوں ...... اسی بات کے پیش نظر احقر نے ''خطباتِ خالد'' کے عنوان سے دو جلدیں قارئین کی خدمت میں پیش کیں، جنہیں الحمدللہ مقبولیت حاصل ہوئی اور اسے تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

اسی سلسلہ کی یہ کڑی عالم اسلام کے خلاف ایک بہت بڑے فتنہ ''قادیانیت'' کے بارے میں حضرت موصوف کے خطبات، مناظرے اور سوال و جواب پر مشتمل یہ حقیری کوشش قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے خلاق عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ اسے شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے مقبولیت خاص وعام فرمائے۔ (آمین)

والسّلام

محمد ندیم قاسمی، ایم اے

29 اگست 2007ء

فہرست

نبوت کا مرکز

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ ...... فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ......
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ...... وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ
مِنْ کِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ......
(سورۃ عنکبوت:۴۸)

تمہید:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دل و دماغ کے دو بڑے پیمانے عطا کئے ہیں۔ پورے بدن انسانی میں بس انہی کی فرماں روائی ہے۔ دماغ سوچتا ہے اور دل پورے بدن کو چلاتا ہے۔ دماغ ضرورتوں اور مقدمات کو ترتیب دیتا ہے اور دل بدن کے قریب کی اور انتہائی دور کی رگوں تک خون پہنچاتا ہے۔

دماغ فیل ہو جائے تو انسان زندہ رہ سکتا ہے اور دل فیل ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہتا، اس اعتبار سے اس کا مقام اونچا ہے۔

یہ دل ہی ہے جو سارے بدن میں خون دوڑاتا ہے۔ پھر اس کی واپسی پر اس کو صاف کرتا ہے اور اسے پھر صالح بنا کر زندگی کی رگوں میں لے جاتا ہے اور اس کا یہ عمل اور اس کی دھڑکن پل بھر کے لئے نہیں رکتی۔ خواہشات کے گرد پہرہ دیتا ہے اور دماغ اس کے سامنے اس کے نفع و نقصان کی راہیں کھول دیتا ہے۔

دل ودماغ میں محل صلاح وفساد کون ہے:

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں محل صلاح وفساد دل ہے۔ دماغ صرف تدبیریں مہیا کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے پورے بدن انسان کی اصلاح قلب سے وابستہ بتلائی ہے، دماغ سے نہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

الاان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا
فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب (صحیح بخاری ج:۱،ص:۱۳)

خبردار! انسانی جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوجائے تو سارا جسم درست ہوجاتا ہے اور اگر وہ فاسد ہوجائے تو سارا بدن فاسد ہوجائے گا۔ خبردار! وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے۔

آنحضرت ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے اپنے سے پہلے دور جاہلیت کی ہر تعلیم اور حاصل کردہ تربیت کی نفی کی تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ آپ کی نبوت کسی سوچ، فکر اور اکتساب کی پیداوار نہیں اور نہ یہ آپ کے دماغ کی کسی کاوش کا نتیجہ ہے۔

قرآن میں فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا
لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (سورۃ عنکبوت:۴۸)

''اور آپ نہ پڑھتے تھے اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتے تھے اپنے داہنے ہاتھ سے (اگر ایسا کرتے) تب تو البتہ شبہ میں پڑتے یہ جھوٹے۔''

یہ بھی فرمایا گیا:

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا
نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ط (سورۃ الشوریٰ:۵۲)

"آپ نہ جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور نہ ان دیکھی چیزیں آپ کو معلوم ہیں لیکن ہم نے اسے ایک روشنی بنایا ہم اس سے راہ سمجھا دیتے ہیں جسے چاہیں۔"

آنحضرت ﷺ کو قرآن پاک میں اُمّی بھی کہا گیا کہ آپ نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہ پائی تھی۔ نہ کسی معلم کے آگے تعلیم و تعلم کی کوئی منزل طے کی تھی۔ آپ ﷺ کی نبوت بس اللہ کا چناؤ تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب سکھایا۔

قرآن کریم میں ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○

(سورۃ النساء:۱۱۳)

"اور اللہ تعالیٰ نے اُتاری آپ پر کتاب اور حکمت اور آپ کو سکھائیں وہ باتیں جو آپ جانتے نہ تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے۔"

ان تفصیلات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ نبوت کا مورد دماغ نہیں اور نہ ہی اس کے لئے دماغ کی پہلے سے کوئی تربیت کی جاتی ہے۔ انبیاء کرام براہِ راست اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہوتے ہیں۔ وہ دوسرے کسی شخص کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کرتے اور کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نبی نے مجھ سے یہ تعلیم حاصل کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بارے میں بعض مشرکین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ آپ کو کوئی انسان یہ قرآن سکھا جاتا ہے:

اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ (پارہ ۱۴، سورۃ النحل:۱۰۳)

اللہ تعالیٰ نے اس کی کھلی تردید فرمائی ہے اور بتلایا کہ آپ پر اترنے والا کلام اس بات کا شاہد عدل ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں اور نہ کسی سوچ کا نتیجہ ہے اور نہ ہی کسی انسانی تعلیم پر مبنی ہے۔ یہ ایک صاف ستھرا کلام الٰہی ہے جس میں کسی بشر کے کلام کا التباس نہیں۔ وہ اپنے اس الزام میں جس آدمی کی طرف انگلی اُٹھاتے تھے وہ خود ایک عجمی شخص تھا۔ وہ عربی میں یہ بے مثل بلاغت لائے، یہ کیسے ہوسکتا تھا؟

موردِ نبوت دل ہے، دماغ نہیں:

نبوت کسی انسانی سوچ کی پیداوار نہیں ہوتی اور نہ کسی قوت متخیلہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ نبوت براہِ راست دل پر اُترتی ہے دماغ پر نہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ○ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ○

(پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء: آیت ۱۹۳ تا ۱۹۵)

''لے کر اُترا ہے اس کو فرشتہ معتبر تیرے دل پر کہ تو ہو ڈر سنا دینے والا۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرہ: ۹۷)

''سو اس جبریل امین نے اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے۔''

اگر نبوت کا مورد دماغ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی نہ فرماتے کہ جبرائیل امین آپ کے دل پر اترے ہیں۔ ان کا آپ کے دل پر اترنا بتلاتا ہے کہ نبوت کا مورد، دل ہے دماغ نہیں۔

شیخ اکبر ابن عربی لکھتے ہیں:

اعلم ان الوحی لا ینزل بہ الملک علی غیر قلب نبی اصلا ولا یامر غیر نبی بامر الٰھی جملۃ واحدۃ

(فتوحات مکہ ج: ۳، ص: ۳۸)

''اور تم جان لو کہ فرشتہ وحی لے کر اس دل پر نہیں اترتا جو نبی نہیں اور نہ ہی غیر نبی کو کسی امرِ الٰہی کے لئے ایک جملہ بھی کہتا ہے۔''

دلوں پر اترنے والے فرشتے کا نام جبرائیل امین ہے اور دماغ پر اترنے والے سائے کا

نام ٹیچی ٹیچی تھا...... مرزا غلام احمد قادیانی خود اقرار کرتا ہے کہ اس پر آنے والے سائے کا نام ٹیچی ٹیچی تھا۔ (تذکرہ اوہام ص:۱۳)

یہ بھی اس نے پہلی بار نہ بتلایا۔ پہلی بار جھوٹ بولا کہ میرا کوئی نام نہیں۔ پھر کہا میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی۔

ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کا دور نہیں پایا ورنہ ہم اس سے پوچھتے کہ یہ انگریز فرشتہ زیادہ خوب صورت تھا یا وہ ہندو لڑکا زیادہ حسین تھا، جسے آپ پاس رکھتے تھے؟

جب کوئی الہام انگریزی میں ہوتا تھا تو آپ اس کی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ تھوڑی سی آپ کی استادی کی خدمت سرانجام دیتا تھا۔ مرزا غلام احمد کی شہرت اس کے دماغ کی پیداوار تھی۔ ورنہ وہ اسے اپنی مشکلات میں شمار نہ کرتا۔ سچی نبوت دل پر اُترتی ہے اور جھوٹی دماغ پر۔

دیکھئے! مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک کتاب ہے "نصرت الحق" اس میں وہ لکھتا ہے کہ میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت، ایک وحی اور ایک مسیح موعود کا دعویٰ تھا...... مشکلات کسے مخصوص ہوتی ہے؟ دماغ کو...... دل ان مشکلات کا تجربہ نہیں کرتا۔

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا ہو تو اس کے لئے دماغ ہی محنت کرتا ہے۔ دل کو اس محنت سے کیا؟ اس کی شاہی سارے بدن پر حکومت کرتی ہے۔ مرزا غلام احمد کی غلط عربی ترکیبیں بتاتی ہیں کہ یہ کلام اس کا اپنا ہے...... اور خدا تو کسی بات کے لئے غلط ترکیب اختیار نہیں کرتا...... پیغمبروں کا مورد عمل دل ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی محنت کا مرکز:

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں پر بھی محنت کی اور دماغوں پر بھی...... آپ ﷺ نے ان دلوں پر جو محنت کی وہ قرآن کریم میں ...... ویزکیھم ...... کے الفاظ میں مذکور ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو مرتبہ ملا وہ اس اعتبار پر تو بے شک اللہ تعالیٰ کی عطا تھی کہ اللہ نے انہیں اس دور میں پیدا کر دیا تھا...... لیکن تزکیہ اور تعلیم کی جہت سے بے شک وہ ایک

اکتساب تھا البتہ آنحضرت ﷺ کو نبوت اکتساب سے نہیں اللہ کی عطا سے ملی تھی ...... اور وہی جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے اس کے لئے کس کو چنے ...... اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ ...... یہ عقیدہ کہ نبوت محنت اور ریاضت سے ملتی ہے ایک زندقہ والحاد ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان صف اوّل کے مسلمانوں پر محنت کی، ان کے دلوں کو روشن کیا اور ان کے دماغوں کو بھی جلا بخشی یہاں تک کہ وہ پوری دنیا کے انسانوں کے لئے پیشوا کا درجہ پا گئے۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ؕ (سورۃ آل عمران:۱۱۰)

”تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو بھیجی گئیں عالم میں جو لوگوں کے لئے حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لائے ہو تم اللہ پر۔“

یہ جو کہا گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت واضح کی ہے۔ یہ کوئی نصیحت نہیں کی جا رہی، ایک خبر دی جا رہی ہے۔ یہ ان کے دلوں کے خانوں کی ایک بیرونی آواز ہے جو پوری دنیا میں لگی ...... یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ اچھی طرح آزما چکا تھا:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ (الحجرات:۳)

”وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا اللہ نے ادب کے ساتھ، واسطے ان کے ہے معافی اور بڑا ثواب۔“

فقہاء دماغوں اور روحانی شیوخ دلوں پر محنت کرتے ہیں:

اولیاء کرام رحمہم اللہ اور مشائخ عظام رحمہم اللہ کی محنت کا میدان دل ہوتا ہے، دماغ نہیں۔ ان کی تعلیم ان کے اوراد و ظائف اور ان کے اشغال یہ سب دل کی اصلاح کے لئے ہوتے ہیں۔ کبھی

یہ نہیں کہا جاتا کہ ان بزرگوں کی محنت دماغ ٹھیک کرنے پر ہو رہی ہے۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ اولیاء ربانی اس بات میں خاتم النبین کے وارث ہوئے ہیں۔ جیسا کہ فقہاء دماغی جہد و وسعت میں انبیاء کے وارث ہوئے ہیں۔

انبیاء جب کوئی بات اجتہاد سے کہتے ہیں تو ان کا دماغ کام کرتا ہے اور جب وہ کوئی بات وحی خداوندی سے کہتے ہیں تو ان کے دل پر یہ وحی اُترتی ہے۔ وحی میں غلطی نہیں پڑتی، لیکن اجتہاد میں ان کا اپنا ذہن کام کرتا ہے...... جس میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وحی کو مداخلت کرنا پڑتی اور نبی کو خطا پر نہیں رہنے دیا جاتا۔

تاہم یہ بات صحیح ہے کہ اولیاء ابتداء ہی سے مورد وحی الطاف ربانی ہوتے ہیں اور ان کی سند فقہاء کی نسبت عالی ہوتی ہے۔ فقہاء کرام کو یہ امتیاز حاصل ہوتا ہے کہ نبوت کی وراثت ان کے پاس واسطوں سے پہنچتی ہے۔ براہ راست وہ خدا سے متعلق نہیں ہوتے۔ ولایت میں چونکہ پیغمبر کا واسطہ لازم نہیں ہوتا اس لئے شریعت میں ولی کی بات حجت نہیں۔ یہاں فقہ کا فیصلہ وراثت نبوت کہلاتا ہے۔

مجدد الف ثانی حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”صوفیاء کا علم حلت و حرمت میں سند نہیں ہے۔ ہمیں اتنا کافی ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ملامت نہ کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اس معاملہ (یعنی حلت و حرمت) میں امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل۔“
(مکتوبات دفتر اول ص:۲۰۲)

آپ یہ بھی لکھتے ہیں:

”احکام شریعت کے ثابت کرنے میں معتبر کتاب و سنت ہے اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماع امت بھی حقیقت میں احکام کے مثبت ہیں۔ ان چار شرعی دلیلوں کے سوا اور کوئی ایسی دلیل نہیں جو احکام شرعیہ کو ثابت کر سکے۔ الہام حلت و حرمت کو ثابت نہیں کرتا اور باطن والوں کا کشف

فرض وسنت کو ثابت نہیں کرتا۔ ولایت خاصہ والے لوگ اور عام مؤمنین
مجتہدوں کی تقلید میں برابر ہیں۔" (مکتوبات دفتر دوم ص:۱۴۱)

انبیاء کا دماغ ہمیشہ دل کے تابع رہتا ہے:

نبوت کا مورد دل ہے۔ جن دلوں پر نبوت اُتری وہ کلی صلاح پا گئے۔ اسلام میں صلاح کا عمومی مرکز دل ہے۔ اب اس صلاح کے بعد ان دلوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی کوئی الائش نہیں رہی...... اب ان کا دماغ بھی عام انسانی دماغ نہ رہا وہ ہمہ تن ان کے دلوں کے تابع ہو گیا۔ انسان کو نیند کیوں آتی ہے؟ وہ ایک دماغی تھکاوٹ کا باعث ہے۔ انسان سو کر اٹھتا ہے تو اس کا دماغ تازہ دم ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی نیند کے تقاضے کو آنکھوں تک محدود بتلایا اور دل کی بستی ہمیشہ آباد بتلائی جس پر اللہ کا نور بے حجاب اترتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ان عینی تنامان ولا ینام قلبی (رواہ الشیخان)

"صرف میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا وہ بیدار رہتا ہے۔"

انا معاشر الانبیاء تنام اعیننا ولا تنام قلوبنا (رواہ ابن سعد)

یہ صرف آپ اپنی خصوصیات ہی نہیں بتا رہے، آپ سب نبیوں کو اس صفت میں اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔

رات کو سوتے انسان اپنے خیالات میں گم ہو جائے تو کبھی احتلام کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے...... نبی کو اس لئے احتلام نہیں ہوتا کہ اس کی صرف آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لم یحتلم نبی قط (رواہ الطبرانی)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کوئی نبی کبھی محتلم نہیں ہوا۔ کیونکہ احتلام شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ (مدارج النبوۃ ص:۵۲ ج:۱)

یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو احتلام ہوتا تھا۔ اس کے

بیٹے نے اپنے باپ کی حدیثیں سیرت المہدی میں جمع کی ہیں اور اس میں اپنے باپ کے احتلام کا ذکر کیا ہے۔

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بچی نبوت کا مورد دل ہے دماغ نہیں۔ اس لئے نبوت میں تدریج نہیں نہ اس کے لئے کسی تعلیم کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے کسی تشویق اور طلب کی کوئی حاجت نہیں ہوتی ہے۔ دماغ صرف اس لئے ہے کہ وہ دل کے گرد حفاظت کا پہرہ دے عقل وحی کی خادم بن کر چلے گی گو کبھی اللہ تعالیٰ عقلی اقتضاء کو نبوت کے گرد سے اٹھا دے اور نبی کے ہاتھوں کھلے معجزات ظہور میں آئیں یہ وہ وادی ہے جہاں صرف ایمان چلتا ہے اور عقل عاجز نظر آتی ہے۔

اس لئے ایسے اعمال کو معجزات کہتے ہیں معجزات کے پیچھے اسباب کی کوئی علت نہیں ہوتی۔

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

سو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ دل و دماغ کے پیمانوں میں دل سبقت لے گیا اور دماغ اس کے ساتھ ساتھ چلا ہے جس طرح چاند سورج کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔

شیطانی وحی کا مرکز دماغ:

شیطان جن انسانوں کو نبوت کے لئے اکساتا ہے، وہ ان کے دماغ پر اترتا ہے۔ ان کو اس سلسلہ میں جو چالیں سمجھاتا ہے اور راہیں سکھاتا ہے ان کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اس شیطانی وحی کی بھی خبر دی گئی ہے۔

وَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ○ (سورۃ الانعام:۱۲۱)

اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہوئے۔

سچی اور جھوٹی نبوت کے فاصلے:

جھوٹی نبوت دماغ پر اترتی ہے۔ بعض اوقات یہ تبخیر معدہ اور سوداوی غلبہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ انسان غلطی سے اسے وحی یا الہام سمجھنے لگتا ہے۔ تاریخ میں ایسے مجنوں مدعیان نبوت کی کبھی کوئی کمی نہیں رہی ان مجانین پر کفر کا فتویٰ صرف اس لئے دیا گیا کہ وہ اپنے دعویٰ نبوت پر اس طرح ڈٹے کہ اپنی حالت نارمل ہونے پر بھی انہوں نے اپنے اس کفر سے توبہ نہیں کی۔ ان کی یہ صورت حال کچھ بھی ہو یہ بات پورے یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ جھوٹی نبوت دل پر نہیں دماغ پر اترتی ہے اور پھر اسے وہ الہام بھی ہوتے ہیں جس کے معنی وہ خود بھی نہیں سمجھتا۔

مرزا غلام احمد تسلیم کرتا ہے کہ:

> ”یہ بات بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اپنی زبان تو کوئی ہو اور الہام اسے کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔“ (چشمہ معرفت ص:۲۰۹)

تعجب ہے کہ مرزا غلام احمد پر کئی ایسے الہامات بھی اترے جس کا معنیٰ وہ خود نہیں سمجھتا تھا۔ انگریزی میں اترنے والے الہامات کو سمجھنے کے لئے اس نے ایک ہندو لڑکا ساتھ رکھا ہوا تھا۔ جس سے ان الہامات کا ترجمہ پوچھتا۔ وہ لڑکا ان الہامات کا ترجمہ کرتا اور پھر قادیان میں نبوت چلتی۔ عجب نبوت تھی جو ایک ہندو لڑکے کی مدد سے چلتی تھی۔ مرزا غلام احمد اسی کو وحی قرار دیتا اور اپنے مریدوں کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دیتا۔

قادیانیوں کے تیسرے سربراہ مرزا ناصر سے پوچھا گیا نبی کی زبان کچھ اور ہوتی ہے اور اسے الہام کسی اور زبان میں ہوتا ہے جسے وہ خود بھی سمجھتا نہ تھا بلکہ کسی ہندو لڑکے سے ترجمہ کرواتا ہو یہ کیسے ہوتا ہوگا؟ مرزا ناصر نے اس کا جواب دیا کہ وہ ہندو لڑکے کو قائل کرنا چاہتے ہوں گے کہ اسلام کتنا بابرکت ہے، جس میں اب بھی وحی ہوتی ہے۔

(تاریخی قومی دستاویز ص:۲۳۲)

ہندوؤں میں اسی طرح تبلیغ کی جائے تو یہ اس تک پرانے اسلام کو پہنچانا ہوگا یا نئے

مذہب کو جس کی وحی اب ہو رہی ہے؟ یہ ہمارے قارئین خود سوچ لیں۔

مرزا ناصر سے یہ بھی پوچھا گیا کہ ایسی وحی کا کیا فائدہ جسے غلام احمد نہیں سمجھتا تھا۔ کیا اللہ میاں ایسی وحی بھیجتا ہے جسے نبی نہ سمجھ سکے؟ مرزا ناصر نے اس سوال کا جو جواب دیا اسے پڑھئے اور قادیانیوں کی علمی سطح کا اندازہ کرلیجئے:

''ہم تو اللہ تعالی کے عاجز بندے ہیں اللہ کو جا کر سمجھا نہیں سکتے کہ وحی اس زبان میں نازل کرنا جو نبی کی اپنی زبان ہو۔''

اب آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد پر اترنے والی نبوت اور اس کے الہامات انسانی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ اگر یہ دل پر اترنے والی نبوت ہوتی اور آسمانی ہدایت ہوتی تو اس کا معنی خود صاحب وحی بتلاتا نہ کہ اس کا معنی پوچھنے کے لئے اسے آدھی رات کو کسی ہندو لڑکے کی ضرورت ہوتی۔

ایک مرتبہ وہ ہندو لڑکا کسی اور خدمت میں گیا ہوا تھا کہ یہاں مرزا غلام احمد کو انگریزی میں الہام ہوا۔

Shall give you a large party of Islam

مرزا صاحب کو اس کے معنی نہیں آتے تھے اور وہ ہندو لڑکے کا انتظار کرتے ہی رہ گئے اور انہیں مجبوراً لکھنا پڑھنا:

آج اس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں اور نہ ہی اس کے پورے معنی کھلے ہیں اس لئے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔

(براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ ۳ ص:۵۵۲)

بعض قادیانی مناظر کہتے ہیں کہ دوسرے دن اس ہندو لڑکے سے ملاقات ہوئی تو اس الہام کے سارے معنی کھل گئے تھے اور مرزا صاحب کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ ہمیں اس وقت اس پر بحث نہیں کہ اس ہندو لڑکے کی صحبت سے چودہ طبق کس کے روشن ہوئے تھے؟ بتلانا صرف یہ ہے کہ ایسے الہامات اور وحی جسے خود صاحب وحی نہ سمجھ پائے، بتلاتے ہیں کہ اس کا تعلق ہرگز دل پر اترنے والی نبوت سے نہ تھا۔

مراق اور مالیخولیا کے مریض کیا کرتے ہیں:

مشہور یونانی حکیم علامہ برہان الدین نفیس دماغی امراض کے بحث میں لکھتا ہے:

''مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس کو مراق کہتے ہیں مرض تیز سوداء سے جو معدہ میں جمع ہوتا ہے پیدا ہوتا ہے اس سے سیاہ بخارات اٹھ کر دماغ کی طرف چڑھتے ہیں''۔ (شرح اسباب)

پھر یہ بھی لکھا ہے کہ بعض مریضوں میں گاہے گاہے یہ فساد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیب دان سمجھتا ہے اور ہونے والے امور کو پہلے سے ہی خبر دیتا ہے اور کبھی اس کو اپنے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔

جناب حکیم محمد خان بھی لکھتے ہیں:

''مریض صاحب علم ہو تو پیغمبری اور معجزات و کرامت کا بھی دعویٰ کر دیتا ہے خدا کی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتا ہے۔''

(اکبر اعظم ج:۱ص:۱۸۸)

مرزا غلام احمد پر مراق کا دورہ:

مرزا غلام احمد پر مراق کا بھی اثر تھا۔ اس کے لئے اگست ۱۹۲۶ء کے رسالہ ریویو قادیان کا مطالعہ کیجئے:

مراق کا مرض حضرت مرزا صاحب کو موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اسباب کے تحت پیدا ہوا تھا۔ (رسالہ مذکور صفحہ ۱۰)

ہمیں اس میں بحث نہیں کہ یہ مرض موروثی تھا یا نہیں۔ البتہ ڈاکٹر شاہ نواز قادیانی کے اس بیان سے یہ بات کھل گئی کہ مرزا قادیانی واقعی مراق کا مریض تھا۔ اس صورت میں اگر انہوں نے وحی اور الہام کے دعویٰ کئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مرزا غلام احمد کی بیوی کو بھی یہی مرض تھا۔

مرزاغلام احمد کہتا ہے:

''میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے''۔ (منظور الٰہی ص۲۴۴ از منظور الٰہی قادیانی)

ڈاکٹر شاہ نواز نے مرزا محمود کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے:

''حضرت صاحب خلیفہ المسیح الثانی نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے''۔ (ایضاً ص:۱۱)

جھوٹے مدعیان نبوت جتنے بھی ہوئے وحی والہام ان پر دماغ کی راہ سے اترتے رہے۔ان کا سچے پیغمبروں سے کوئی اشتباہ نہیں ہوسکتا۔کیونکہ وحی نبوت سچے نبیوں کے دلوں پر اترتی ہے دماغوں پرنہیں۔آپ مرزاغلام احمد قادیانی کی ان تحریروں پر غور فرمائیں،اس سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی اس کی نبوت کی یہ پوری کارروائی اس کی ذہنی ترتیب سے مرتب ہوتی تھی۔

غلام احمد خود ایک جگہ لکھتا ہے:

''میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت،ایک وحی اور ایک مسیح موعود کا دعویٰ تھا''۔ (نصرۃ الحق ص:۵۳)

یہ دعوؤں میں ترتیب کیوں سوچی جارہی تھی۔محض اس لئے کہ یہ ساری کارروائی دماغ کی تھی دل کی نہیں۔مرزاغلام احمد کا یہ منصوبہ کہ علماءاور مسلمانوں کو کس طرح فریب دیا جائے اور انہیں کس کس طرح کے پیچ میں پھنسایا جائے یہ ساری محنت اس کے دماغ کی تھی۔مرزا صاحب کو اس کی فکر ابتداہی سے تھی۔مرزاغلام احمد کا فراڈ خود اس کی زبانی پڑھیں۔

غلام احمد لکھتا ہے:

''یہ الہامات (جو مرزا صاحب نے براھین احمدیہ میں درج کئے ہیں) اگر میری طرف سے اس وقت ظاہر ہوتے جب کہ علماء مخالف ہوگئے تھے تو وہ ہزار ہا اعتراض کرتے۔لیکن وہ ایسے موقع پر شائع کئے گئے جب کہ یہ علماء میرے موافق تھے۔یہی سبب ہے کہ باوجود اس قدر

جوشوں کے ان الہامات پر انہوں نے اعتراض نہیں کیا۔ کیوں کہ وہ ایک دفعہ اس کو قبول کر چکے تھے اور سوچنے سے ظاہر ہوگا کہ میرے مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے ابھری ہے اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسی رکھا ہے اور جو مسیح موعود کے حق میں آیتیں تھیں وہ میرے حق میں بیان کر دیں۔ اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے اس شخص کا مسیح ہونا ثابت ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے کہ خدا کی قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کر لیا اور پیچ میں پھنس گئے۔ (اربعین حصہ دوم ص:۲۱)

لوگوں کو پھانسنا کن لوگوں کا کام ہوتا ہے؟ چالاک اور فراڈی لوگوں کا۔ انبیاء کبھی اس قسم کے پیچ نہیں بناتے کیونکہ نبوت ان کے دلوں پر اترتی ہے اور اس کے انوارات دور دور تک پہنچتے ہیں۔ البتہ دماغوں پر اترنے والے الہامات میں کئی پیچ ہوتے ہیں۔

مرزا قادیانی حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھتا ہے:

"جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ درحقیقت اس عاجز کو مثل مسیح بننے کی حاجت نہیں۔"

(مکتوبات احمدیہ حصہ:۵ صفحہ ۸۴)

آسمانی دعووں پر کبھی یہ زمینی مشورے نہیں ہوتے ہیں۔ خدا کے نام پر سازشیں کسی شریف آدمی کو زیبا نہیں دیتیں۔ یہ مشورے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ مثل مسیح کا دعویٰ کسی آسمانی آیت پر مبنی نہ تھا یہ دماغی سوچ تھی۔ مرزا غلام احمد کچھ اور سوچتا تھا اور حکیم نورالدین کسی اور سوچ میں گم تھا۔ ان دونوں کی سوچ میں جو سوچ غلبہ پا جاتی وہ دعویٰ کی شکل میں سامنے آجاتی۔ مسیح موعود یا نبوت کا دعویٰ آسمانی کسی آیت پر مبنی ہو آپ ہی سوچئے! اور یہ بھی سوچئے کہ کیا اس قسم کی سوچ اور غور و فکر کی مرزا غلام احمد کو کیا کوئی حاجت تھی؟ تاہم ان خوابوں سے اتنی بات ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد تیرہ و تاریک راہوں سے تدریجاً مرتبہ نبوت پر آیا اور یہ وہ نبوت ہے جو دل پر نہیں اس کے دماغ پر اتری ہے...... جھوٹی نبوت اور سچی نبوت

میں ایہ جوہری امتیاز ہے۔

تحریک قادیان کو سمجھنے کے لئے چند نکات:

جب یہ معلوم ہوگیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی وحی اس کے صفراوی مزاج کی پیداوار تھی اور اس کا دعویٰ نبوت شیطانی اثرات سے ماثور رہا تو اس تحریک کو مزید سمجھنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی پانچ باتوں پر غور کیجئے:

۱)...... اپنی نبوت منوانے کے لئے دعوت کا کافی نہ سمجھنا لوگوں کو دباؤ اور زلزلوں کی پکڑ سے ڈرا کر اپنے حلق میں لانا کیا یہ عوام کی بلیک میلنگ نہیں؟

۲)...... بعض غیبی خبروں کے پالینے کو جو کبھی جنات اور قیافوں کے ذریعہ بھی معلوم کی جاسکتی ہیں، نبوت قرار دینا نبوت کی ایک بالکل نئی اصطلاح ہے جو پہلے کبھی نہیں پائی گئی۔

۳)...... اپنی پیشین گوئیوں کو تحدی سے پیش کرنا اور انہیں اپنے دعوے کی صداقت کا معیار ٹھہرانا اور وہ پوری نہ ہوں تو اس میں قیدیں بڑھاتے چلے جانا اور اپنے پچھلے جھوٹ کو تاویلات تیور کے سہارے دینا مرزا صاحب کا ایک نہایت محبوب مشغلہ تھا۔

۴)...... مرزا غلام احمد قادیانی کے عربی الہامات میں اس کی اپنی سوچ کا نمایاں دخل رہا ہے۔ دوسری زبان میں غلط چلنا اپنی غلط سوچ سے ہی ہوسکتا ہے۔ خدا کی وحی میں تو کبھی کوئی غلطی راہ نہیں پاتی۔

۵)...... مرزا صاحب سے احتلام وقوع میں آنا یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اس کے دماغ میں شیطان وارد ہو۔ یہ ان لوگوں کو نہیں ہوتا جو سچے نبی ہوتے ہیں اور دخل شیطانی سے محفوظ رہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کئی دعووں سے گزرنے کے بعد کیا۔ ابتداء میں وہ صرف الہام کا مدعی تھا۔ پھر مثل مسیح بنا اور چلتے چلتے نبوت کے دعویٰ پر آ پہنچا اور اسے اپنے پچھلے عقائد اور مسلک کو ترک کرنا پڑا۔

مرزا بشیر احمد محمود لکھتا ہے:

"الغرض حقیقت الوحی کے حوالے نے واضح کر دیا کہ نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا۔ مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی۔" (الفضل ۴ ستمبر ۱۹۴۱ء)

کیا اسی تبدیلی کو مرزا صاحب نے بخوشی قبول کیا یا آپ سے یہ عقیدہ جبراً منوایا گیا؟ مرزا محمود کا کہنا ہے کہ نبوت کے متعلق بھی سابقہ عقیدہ نے وحی میں جبراً تبدیلی کروائی۔ (ایضاً)

یہ تدریجی نبوت محض دماغ کی پیداوار ہی ہو سکتی ہے۔ دل کے پیرائے میں تدریج کے پیمانوں میں کبھی نہیں ڈھلتے۔ سچی نبوت دل پر ہی اترتی ہے اور جھوٹی نبوت دماغی قالب سے ڈھل کر آتی ہے۔ قرآن کریم میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے، ان میں ایک بھی ایسا نہیں جسے نبوت تدریجاً ملی ہو۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے نبوت ملی تھی۔ یعنی اگر آپ موسیٰ علیہ السلام کی پیروی نہ کرتے تو نبوت تک نہ پہنچتے۔ پیروی تدریجاً ہوتی ہے تو اس کے بعد جو نبوت ملے گی وہ بھی تدریجاً ہوگی ...... اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ...... اس کا مطلب ہے کہ نبوت محنت اور ریاضت اور پیروی سے مل سکتی ہے اور یہ بات صریح الحاد اور کھلا زندقہ ہے۔

مرزا غلام احمد کا غلط دعویٰ دیکھیں:

"ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جن کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا۔"
(چشمہ مسیحی ص: ۲۴)

قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ مرزا غلام احمد کو نبوت تدریجاً ملی تھی یا یکدم مل گئی تھی؟ مرزا ناصر کا جواب یہ ہے کہ:

"ساری کائنات کا نظام تدریج پر ہے۔ بچہ بننے سے فوت

ہونے تک تدریجی مراتب ہیں۔" (تاریخی قومی دستاویز ص:۲۲۱)

پھر ایک سوال کے جواب میں کہتا ہے کہ:

"گندم کے دانے سے ہیرے کی بناوٹ تک کیا یہ تدریج نہیں۔" (ایضاً ص:۲۲۲)

اس میں مرزا ناصر نے دعویٰ کیا ہے کہ موالید ثلاثہ میں نباتات پہلے وجود میں آئیں (گندم کا دانہ پہلے بنا) اور جمادات (ہیرا اور پتھر وغیرہ) بعد میں بنے۔

ہم اب تک یہی سمجھتے رہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات میں تدریج ہے۔ لیکن جمادات کے بعد وجود میں آئے۔ یہ ایک نئی تحقیق ہے جو نئی نبوت ہی کی ہو سکتی ہے۔ تاہم اس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی پوری تحریک کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس کا یہ سارا کاروبار دماغی سوچ اور فکری کاوش پر مبنی تھا۔ یہ کوئی آسمانی حکم نہ تھا۔ انبیاء کبھی تدریجاً نبی نہ بنے کہ انہیں نبوت ملتے ملتے کئی سال لگ گئے۔

نبوت کئی تدریجی مراحل سے گزرنے کا نام نہیں۔ نبوت یک دم عطا ہوتی ہے۔

مرزا غلام احمد کا نبوت کے بارے میں یہ دعویٰ کہ اسے تدریجاً نبوت ملی، واضح کرتا ہے کہ یہ سب دماغی کاوش تھی کہ موقع بموقع مختلف دعوے کئے جا سکیں اور ہر لحہ گرگٹ کی طرح اپنے رنگ بدلتے جائیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوؤں پر نظر رکھنے والا کوئی شخص یہ مانے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ ساری کارروائی پوری دماغی سوچ پر رہی ہے۔ یہ کوئی الٰہی نشان نہ تھا۔ پھر پیغمبروں کے دلوں پر نظر کیجئے، وہ کس قدر رحم اور محبت سے معمور ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ملاحظہ کیجئے اور غور کیجئے کہ ان کا دل مخالفین کے لئے بھی شفقت سے کس قدر بھرا ہوا تھا:

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(سورۃ ابراہیم:۳۶)

"سو جس نے میری پیروی کی سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا

کہانہ مانا سو وہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اب مرزا غلام احمد کا اپنے مخالفین پر تبصرہ بھی دیکھئے اس سے آپ اندازہ کرسکیں گے کہ سچی نبوت اور جھوٹی نبوت میں کتنا طویل فاصلہ ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتابوں کے بارے میں لکھتا ہے:

تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة والمودة
وينتفع من معارفها فيقبلني ويصدق بدعوتي الا ذرية
البغاى الذين ختم الله على قلوبهم فهم لا يقبلون

(آئینہ کمالات اسلام: ص: ۵۴۷)

"میری وہ کتابیں ہیں جنہیں ہر مسلمان محبت اور مودت کی آنکھوں سے دیکھے گا اور اس کے معارف سے نفع پائے گا اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرے گا۔ صرف حرام زادے اور کنجریوں کی اولاد ہیں جو مجھے قبول نہ کریں گے۔"

یہ مرزا غلام احمد کے اسلام کے کمالات کا آئینہ ہے، اسی آئینے میں دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ذہنی کاوش کیا تھی اور اس سوچ میں وہ کس قدر گندگی کا شکار ہو گیا تھا؟ عام لوگوں کی سادگی اور لاعلمی سے فائدہ اُٹھانے کے لئے مرزا غلام احمد کی یہ وحشت انگیز آواز سنئے اور اندازہ کیجئے کہ قادیان کے کتنے نادان اس کی اس بلیک میلنگ کا شکار ہوئے ہوں گے۔ اپنی نبوت منوانے کے لئے مرزا غلام احمد کی دہشت گردی دیکھئے۔

وہ لکھتا ہے:

"میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے اور میرا تمام سلسلہ نسبتاً و مقابلتاً طاعون کے حملہ سے بچا رہے گا اور وہ سلامتی جو ان میں پائی جائے گی اس کی نظیر کسی گروہ میں قائم نہیں ہوگی۔"

(کشتی نوح ص:۴)

پھر اس نے یہ بھی لکھا کہ میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا اس پیش گوئی کو ایسے طور پر ظاہر کرے گا کہ ہر ایک طالب حق کو کوئی شک نہیں رہے گا اور وہ سمجھ جائے گا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے معاملہ کیا ہے۔ بلکہ بطور نشان الٰہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑھے گی اور خارق عادت ترقی کرے گی اور ان کی یہ ترقی تعجب سے دیکھی جائے گی اور مخالف جو ہر ایک موقعہ پر شکست کھاتے رہے ہیں جیسا کہ کتاب نزول المسیح میں، میں نے لکھا:

"اگر اس پیش گوئی کے مطابق خدا اس جماعت اور دوسری جماعتوں میں کچھ فرق نہ دکھلاتا تو ان کا حق ہے کہ میری تکذیب کریں۔"

(ایضاً)

یہ غلام احمد کی عبارت کشتی نوح سے آپ نے سن لی۔

اس قسم کے بے شمار دعوے اس کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ آپ ہی سوچیں کہ اپنی بات منوانے کے لئے دہشت کا یہ پیچیدہ جال بچھانا اور لوگوں کو اپنے سلسلہ میں لانے کے لئے بلیک میلنگ کرنا کیا کسی خدا پرست آدمی کا کام ہوسکتا ہے؟ نہیں۔ یہ صرف وہی لوگ ہیں جن کی ساری محنت دماغ پر ہوتی ہے۔ دلوں پر اُترنے والی نبوت اور الہام میں آپ کبھی یہ نقشے اور دعوے نہیں دیکھیں گے۔ جھوٹا دعوے ہمیشہ دماغ میں ہی ترتیب پاتے ہیں۔

نبوت کی نئی تعریف سے عام لوگوں میں رسائی پانا:

جو لوگ دینی تعلیم نہیں رکھتے، انہیں نبوت کی ایک نئی تعریف مہیا کر کے اپنی نبوت کس طرح منوائی جاسکتی ہے؟ اس کے لئے مرزا غلام احمد کی اس عبارت پر غور فرمائیں اور پھر سوچیں کہ مرزا غلام احمد کی یہ نبوت اس کے دل پر اُتر رہی ہے یا اس کے لئے وہ اپنے دماغ کو استعمال کر رہا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک عبارت سنئے:

"ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سیّد و مولا آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو وہ بلا شبہ بے دین اور مردود ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ابتداء سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے کمالات متعدیہ کے اظہار و اثبات کے لئے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے۔ سو اس طرح سے خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی۔" (چشمہ معرفت ص:۳۲۴)

مرزا غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے:

"اگر اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے؟ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔" (تبلیغ رسالت ج:۱۰، ص:۱۷)

مرزا غلام احمد کے یہ الفاظ بھی دیکھیں:

"یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ یا مخاطبہ رکھتے ہیں، میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص:۶۸)

ان عبارات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد نبوت کی ایک نئی تعریف کر کے عام لوگوں میں رسائی پانا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نئی نبوت کی تجویز سے لوگ اسے ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف نہ سمجھیں۔ اور اس طرح وہ ختم نبوت کے عقیدہ میں لچک پیدا کر رہا تھا۔ نبوت آخر نبوت ہے، اگرچہ اسے کسی بھی پہلو سے تجویز کیا جائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی پیش گوئی:

مرزا غلام احمد پہلے تحدی سے ایک بات کی پیش گوئی کرتا تھا۔ پھر اسے پیش آمدہ حالات پر منطبق کرنے کے لئے وہ اس کے الفاظ میں کچھ کچھ تبدیلی کرتا تھا۔

اب آپ ہی بتائیں کہ یہ دل پر اُتری نبوت ہے یا دماغی قوتوں سے اس کا تانا بانا بنا جارہا ہے۔ مرزا غلام احمد کی ان دماغی سازشوں کی کہانیاں اس کی کتابوں سے نمایاں ہیں اور بڑی دلچسپ ہیں۔ ہم یہاں اس کی ایک پیشین گوئی بطور نمونہ درج کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد پنڈت لیکھرام کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہوئے کہتا ہے:

''خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے (جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے) چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہوجائے گا۔ سو اَب میں اس پیش گوئی کو شائع کر کے ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے۔ اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے میں تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے۔ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص: ۶۵۱)

مرزا غلام احمد نے اس پیشگوئی میں یہ دعویٰ کیا کہ پنڈت لیکھرام ایسی موت کا شکار ہوگا جو خارق عادت ہوگی۔ جس میں کسی انسانی ہاتھ کا کوئی دخل نہ ہوگا۔ مگر جب پنڈت لیکھرام کو کسی نے چھری سے قتل کر دیا تو جھٹ سے مرزا غلام احمد نے اپنی پیشگوئی کے الفاظ بدل

دیئے۔ اَب یہ کہا گیا کہ:

"میں نے بھی اس کی نسبت پیش گوئی کی تھی کہ چھ برس تک
چھری سے مارا جائے گا۔"

(نزول المسیح ص:۱۷۷، رُوحانی خزائن: ج:۱۸، ص:۵۵۳)

پیش گوئی کے الفاظ میں تبدیلی محض اس لئے کی گئی کہ سابقہ پیش گوئی کو اس پر فٹ کیا جاسکے اور جب تک پوری چالاکی اور عیاری کے ساتھ الفاظ نہ بڑھائے جائیں اس وقت تک بات نہیں بن پارہی تھی۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ کیا یہ دماغی کارروائی نہ تھی اور کیا یہ درست نہیں کہ جھوٹی نبوت دماغ پر اترتی ہے، دل اس کی آماج گاہ نہیں ہوتا؟

مرزا غلام احمد کے عربی الہامات میں اس کی اپنی دماغی سوچ:

انسان جب ایک بات کو ایک زبان سے دوسری زبان میں لاتا ہے تو ترجمہ کرتے وقت اس کے اپنے محاورات زبان اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کی یہ دوسری زبان کی عبارت اس کے اپنے ذہن کی پیداوار سمجھی جاتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ اس کو کوئی بات بتائیں اور اس کے لئے دوسری زبان استعمال کریں تو خدا اس کے ترجمہ میں غلطی نہیں کرتا اور اس میں زبان کی صحت بخوبی کارفرما ہوتی ہے۔ اس پہلو سے بھی مرزا غلام احمد کی وحی پر غور کریں۔ ہم یہاں صرف ایک نکتہ پر بحث کرتے ہیں۔

رحم کرنا، جس پر رحم کیا جائے۔

اُردو میں اس کا مفعول صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ یہاں لفظ پر کا صلہ موجود ہے۔ عربی میں رحم کا مفعول بغیر صلہ کے آتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ تم کو رحم کرے۔ (''کو'' صرف مفعول کی نشاندہی کے لئے ہے) عربی میں اسے اس طرح کہیں گے "یرحمك اللّٰہ" (اللہ تم کو رحم دے) اور اُردو محاورے میں اس طرح کہیں گے اللہ تم پر رحم کرے۔ اب اگر کوئی اپنے دماغ کی رو سے اس کا ترجمہ کرے گا اور فوراً اُردو دان ہوگا تو کہے گا

...... یرحمك اللّٰه علیك ...... اوراللہ جب یہ بات کہے گا تو صحیح الفاظ یہ ہوں گے ......
رحمکم اللّٰہ ...... یہاں لفظ ''پر'' کے لئے کوئی عربی لفظ نہ آئے گا اور ''علیک'' کے الفاظ آپ نہ دیکھیں گے۔

پہلے آپ مرزاغلام احمد کی عبارت دیکھیں:

...... عسیٰ ربکم ان یرحمکم علیکم ......

(براہین احمدیہ ص:۵۰، روحانی خزائن ج:۱، ص:۶۰۱)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اسے اس طرح ذکر کرتا ہے:

عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا

(سورۃ بنی اسرائیل:۸)

''بعید نہیں تمہارے رب سے کہ رحم کرے تم پر''

اور یہ بھی فرمایا:

اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ ......(سورۃ بنی اسرائیل:۵۴)

مرزاغلام احمد نے جب اس مضمون کو اپنی وحی کے طور پر پیش کیا تو اس نے عربی میں اپنے اُردو کے محاورے کے الفاظ استعمال کئے۔ جس سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ یہ وحی اس بندے کے اپنے دماغ کی پیداوار ہے۔ ورنہ خداتعالیٰ تو کسی بات کو کسی دوسری زبان میں لانے میں غلطی نہیں کرتا۔

مرزاغلام احمد کا احتلام اور حدیث ''الحلم من الشیطان'':

حدیث میں ہے کہ احتلام شیطان کے دخل سے ہوتا ہے۔ انبیاء کے دماغ شیطانی دخل سے محفوظ ہوتے ہیں۔ مرزاغلام احمد کا بیٹا مرزابشیراحمد تسلیم کرتا ہے کہ اس کے باپ کو احتلام ہوتا رہا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزاغلام احمد کی نبوت دل پر اتری نہ تھی۔ یہ خود اس کے اپنے دماغ کی اختراع تھی اور اس دماغ کی جس میں شیطان کا تصرف چلتا تھا۔

مرزابشیراحمد لکھتا ہے:

حضرت صاحب کے خادم میاں حامد علی کی روایت ہے کہ ایک
سفر میں حضرت صاحب کو احتلام ہوا۔ جب میں نے یہ روایت سنی تو بہت
تعجب ہوا۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔

(سیرۃ المہدی ج:۳،ص:۲۴۲)

مرزا غلام احمد کے لڑکے کا یہ اعتراف اور پھر استعجاب بتلاتا ہے مرزا غلام احمد کے سر پر شیطان مسلط تھا اور اس کی یہ ساری سوچ شیطانیت کا نتیجہ تھی۔

سو حاصل کلام یہ کہ اللہ کے نبی کبھی اس قسم کی شرارتوں میں ملوث نہیں ہوتے۔ نبوت ان کے دلوں پر اترتی ہے اور وہ دلوں پر ہی محنت کرتے ہیں۔ ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کے صحابہ کرام میں تزکیہ کی شان نکھری ہوتی ہے۔ جب کہ جھوٹے لوگوں کا دماغ چلتا ہے اور وہ اپنی چالاکی اور شیطانی تصرفات کے ذریعہ لوگوں کو اپنے بیچ میں پھانسنے کی سازشیں کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی پوری تحریک کی کارستانیاں آپ کے سامنے رہیں تو واضح ہوگا کہ ان کا دین محمدی سے کوئی رشتہ نہیں۔ ان کی ساری محنت دماغ پر ہوتی ہے۔ ان کے مقابل انبیاء اور وارثین نبوت لوگوں کے دلوں سے روحانی گندگی نکالتے ہیں اور ان کے قلوب کی صفائی کرتے ہیں۔

آج بھی مرزا طاہر احمد کی محنت کا میدان دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ یہ بھی وہی دماغی کاوشیں اور شیطانی چالیں ہیں

ادھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے امیر شیخ المشائخ مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو دیکھیں یہ سب کے سب حضرات لوگوں کے دلوں پر محنت کرنے والے ہیں۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو جھوٹے پیروں اور سچے پیروں کے فرق کو سمجھنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ جھوٹے پیروں کی ہمیشہ مریدوں کی جیبوں پر نظر ہوتی ہے اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ غلام احمد قادیانی نے مریدوں

سے چندہ حاصل کرنے کے لئے کیا کیا جال بن رکھے تھے۔

(ہفت روزہ ختم نبوت کراچی جلد ۱۶، شمارہ ۳،۴ مورخہ ۱۳ تا ۲۶ جون ۱۹۹۷ء)

وما علینا الا البلاغ

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَتْقِیَاءِ وَاَصْحَابِہِ الْاَصْفِیَاءِ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ...... بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ...... وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ...... (سورۃ الزخرف:۶۱)

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ......

(صحیح بخاری ج:۱،ص:۴۹۰)

تمہید:

صاحبِ صدر، گرامی قدر، واجب الاحترام علماء کرام، بزرگانِ محترم، سامعین عزیز، دوستو اور بھائیو! کافی سالوں سے جیسا کہ ابھی صدر محترم نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے مجھے پاکستان آنا ہوتا رہا۔ لیکن وہ دورے اس قدر مختصر رہے کہ اس علاقہ میں آنے کا موقعہ نہ مل سکا۔

الحمدللہ! اس دفعہ یہاں قیام کچھ طویل ہوا اور یہ موقع اس سال میسر آیا ہے۔ اتفاق یہ ہے کہ اس سال پاکستان میں یہ دوسری حاضری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حاضری کو یہاں سب دوستوں کے مل بیٹھنے اور حق کی بات سننے سنانے کا موجب فرمائے۔

پہلے پہل مجھے انگلینڈ جانے کا موقع ملا تو مشرق و مغرب کا تقابل یک نظر سامنے آیا۔ سوچتا رہا کہ مشرقی ممالک میں اسلام اس کثرت تعداد اور عظمت شان سے پھیلا ہوا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ اقصیٰ میں بھی مسلمانوں کی تعداد بہت وسیع ہے اور ان کی اکثریت غالب ...... کہ ہر جگہ مسلمان ہی مسلمان نظر آتے ہیں۔ لیکن یا اللہ! یہ یورپ کے ایوانوں میں مسلمان اس قدر قلیل

التعداد کیوں ہیں؟ یہاں کے لوگ کب تک صلیب کی پوجا میں لگے رہیں گے؟

یورپ میں اکثریت عیسائیوں کی ہے۔ کچھ تعداد یہودیوں کی ہے۔ کچھ مسلمانوں کی ہے۔ لیکن ان دونوں قوموں کی تعداد دیکھ کر بارہا دل میں خیال گزرتا کہ یا اللہ! ان کی یہ کثرت کب ٹوٹے گی؟ اور دینی اختلاف سے نکل کر یہود و نصاریٰ، ان دوملتوں کا خاتمہ کب ہوگا؟ سب اولادِ آدم ایک جھنڈے تلے کب آئے گی؟ اے پروردگار! تیرا یہ دین برحق ہے، یہ کب ان ملتوں پر غالب آئے گا اور ان کی سیاسی شوکت اور ان کا وجود ملی کب ختم ہوں گے؟

اے اللہ! تیرا وعدہ ہمارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ یہ تھا کہ تو آپ ﷺ کے دین کو سب دینوں پر غالب کرے گا۔ ہمارے یہ پیغمبر ﷺ صداقت دے کر بھیجے گئے ...... لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْداً ...... کا ان سے وعدہ تھا۔ آپ اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دیں۔

دنیا میں جتنے دین ہیں ان پر اس دین کو غالب آنا ہے۔ علم و استدلال کا غلبہ تو حضور ﷺ کے سامنے ہی ہو گیا تھا۔ لیکن سیاسی شوکت کے اور ملکی استحکام کے لحاظ سے بھی تو یہ دین تمام ملتوں کو کاٹتا ہوا سب کے اوپر آئے گا...... علی وجہ النھار ...... چڑھتے سورج کی طرح نمایاں ہوگا۔ ہاں! سوچ اس وقت یہ ہے کہ یہ وقت کب آئے گا؟ اور کب اسلام کو عالمی شوکت حاصل ہوگی؟

مجھے عیسائی آبادیوں کی اکثریت میں گزرنا ہوتا ...... لندن کے ایوانوں ان کے پارلیمنٹ ہال اور ان کی بڑی بڑی بلڈنگوں کے سامنوں سے گزرنا ہوتا ...... تو جی میں یہ خیال بار بار آتا کہ یا اللہ! اس اختلاف مذاہب اور کثرت ملل کا خاتمہ کب ہوگا؟ اور کب وہ وقت آئے گا کہ پوری دنیا اسلام کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

میں غور سے پڑھتا جاتا تھا تقدیر اجارہ داروں کی
پہلو سے گزرتی جاتی تھیں مغرور قطاریں کاروں کی

دو قوموں کی تباہی:

بار بار دل میں خیال پیدا ہوا کہ دیگر مذاہب و ملل پر ملت اسلامیہ کا غلبہ کب ہوگا؟ اللہ نے قرآن مجید کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور مسئلے کا حل مل گیا کہ یہ

دوقومیں یہود ونصاریٰ جس نام پر گمراہ ہوئی ہیں۔اسی نام اور عنوان سے یہ ہدایت پائیں گی۔اب سوچیں وہ کس نام پر اور کس عنوان سے راہ راست سے بھٹکیں؟ تاریخ شاہد ہے کہ یہ دونوں قومیں گمراہ ہوئی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر، یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی میں مارے گئے اور انہوں نے آپ کی والدہ پر بڑے بڑے بہتان باندھے......عیسائی غلط عقیدت اور فرط محبت میں مارے گئے اور آپ کو خدا کا بیٹا سمجھنے لگے۔

دو گمراہ قومیں:

تاریخ بتلاتی ہے کہ دونوں قومیں گمراہ ہوئیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر اور اسی نام سے انہوں نے اپنے ہاں غلط فہمیوں کو جگہ دی تو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ رکھے۔آپ قیامت سے پہلے آئیں اور جن کے نام پر یہ دونوں قومیں گمراہ ہوئیں ان کے سامنے آپ اسلام کی صداقت کے ساتھ جلوہ گر ہوں۔یہ دونوں قومیں اس وقت ان پر ایمان لائیں اور اس طرح ان دونوں قوموں کا خاتمہ ہو اور دنیا میں ایک ہی دین اور ایک ہی ملت رہ جائے۔یہود ونصاریٰ دونوں مسلمان ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے آئیں گے۔یہودیوں سے کہیں گے کہ مجھے اور میری والدہ پر عیب لگانے والو! اعتراض کرنے والو! میں خدا کا نشان ہو کر پھر آیا ہوں۔سارے یہودی اس پر مسلمان ہو جائیں گے۔عیسائیوں کو کہیں گے کہ تم مجھے خدا کا بیٹا کہتے تھے۔نہیں، میں خدا کا بندہ ہوں اور ان تمام معجزات کی شان کے باوجود خدا کا بندہ ہوں خدا کا بیٹا نہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے پر یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کا خاتمہ ہوگا۔پھر یہ ساری ملتیں ایک ہو جائیں گے اور وہ ملت اسلام ہوگی۔

حضورﷺ کا دین غالب رہے گا:

اسی وقت تک مختلف ملتوں کا وجود ہے جب تک عیسیٰ علیہ السلام آنہیں جاتے۔اختلاف ملل صرف اسی وقت تک رہے گا۔حکمت خداوندی میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ایک وقت ساری دنیا کے مذاہب ایک ہو جائیں گے۔ساری ملتیں ایک ہو جائیں گے اور یہ قیامت سے پہلے ایک دور ہوگا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

''یهلك الله فی زمانه الملل کلها الا ملة الاسلام۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ

(پ٦ سورۃ النساء ع:٢٢)

''اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر یہ کہ ایمان لے آئے گا عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ساری ملتیں اپنے اپنے موقف سے ہٹ ہٹا کر ایک لائن پر آجائیں گی اور جب سب ایک لائن پر آجائیں گے تو دنیا میں پھر ایک (ملت) ہوگی جس کا نام ہوگا ''ملت اسلامی''۔ قرآن کریم نے اسے بیان کیا اور احادیث نے اس پر گواہی دی۔ حدیثوں میں یہ خبر چلی آرہی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لا یبقی علی ظهر الارض بیت مد ولا وبر الا ادخله الله کلمة الاسلام''

''کوئی کچا اور پکا گھر ایسا نہیں رہے گا مگر یہ کہ اسلام کا کلمہ اس میں ضرور داخل ہوگا۔ پوری دنیا کی وسعتوں میں صحراؤں اور میدانوں میں گھروں اور آبادیوں میں شہروں اور دیہاتوں میں ہر جگہ ہر کچے پکے گھر میں حضور ﷺ کا کلمہ داخل ہوگا''۔

لیکن اس کے انداز مختلف ہوں گے...... بعز عزیز کسی کو عزت دیتا ہوا...... اور بذل ذلیل کسی کو ذلیل کرتا ہوا۔ یہ وہ وقت ہوگا جب تمام قوموں کو اپنے دروازے اسلام کے لئے کھول دینے پڑیں گے۔

اسلام ایک اجنبی مسافر کی شکل میں آیا تھا۔ لوگوں نے اس سے اپنے دروازے بند کر لئے تھے۔ لیکن ایک وقت ایسا آئے گا ہر کسی کو اپنے دروازے اس کے سامنے کھولنے پڑیں گے اور اسلام ہر گھر میں داخل ہوگا۔ سبحان اللہ دیکھئے......! اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انجام کار دنیا میں ایک ہی دین رہ جائے گا اور وہ وقت تب ہوگا جب حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ میں نے قدسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

اسلام صحرائے عرب سے نکلا اور روما جو دنیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی، اسے زیر و زبر کر دیا۔ قیامت سے پہلے ایک دفعہ اسلام کی صداقت کا شیر پھر اپنی کچھار سے نکلے گا اور دیکھتے دیکھتے ساری زمین پر بس اسی کی بادشاہی ہوگی، یورپ کی تہذیب آخر دم توڑ جائے گی۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اس وقت یورپی تہذیب دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔ اس وقت اس تہذیب کے اپنے فرزند ہی اسے اپنی گود سے نکال پھینکیں گے۔ جب وہ وقت آئے گا، تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی اور جو آشیانے اس شاخ نازک پر بنے ہوئے ہیں، سب کے سب پیوست زمین ہو جائیں گے۔

سو یاد رکھئے! وقت آنے والا ہے اور یقیناً آنے والا ہے۔ وہ وقت کون سا ہوگا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد کا وقت ہوگا۔

سوالات اور جوابات:

اب میں چند سوالوں کے جوابات عرض کر دوں۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی باتوں پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے ہر اس بات کو مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ ہماری سمجھ میں نہ بھی آئے تو بھی مانتے ہیں۔ ایمان میں یہ شرط تو نہیں کہ ہماری سمجھ میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے دین حق کو دلوں میں اُتارنے کے لئے عجیب و غریب مثالیں دیں۔

بعض لوگوں نے یہ سوال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور ہزار ہا سال سے زندہ ہیں۔ وہ وہاں رہ رہے ہیں تو کھاتے پیتے کیا ہوں گے؟ کھانے پینے کے بغیر یہ حیات ناسوتی کیسے قائم رہی ہوگی؟ زندگی دنیا کی ہمیشہ قائم نہیں رہتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر زندہ

ہیں آسمانوں پر کھاتے کیا ہیں؟

سوال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اتنی لمبی عمر کھانے کے بغیر کیسے پائی؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی عجیب حکمت بیان فرمائی ہے۔ آپ نے علماء سے اصحاب کہف کا قصہ بارہا سنا ہوگا۔ کئی سو سال گزر گئے اور وہ سوئے رہے۔ پھر جب اُٹھے تو وہی سکے جیب میں تھے۔ ان کو پتہ نہ تھا کہ اتنا دور گزر گیا۔ وہ اسی سکے کے ساتھ بازار میں سودا لینے گئے۔ دکانوں کے حلیے بدل چکے تھے۔ انسان پہچانے نہ جاتے تھے۔ سکہ متعارف نہ تھا۔ دنیا عجیب تھی۔ جب دکان سے کھانا لینے گئے تو پولیس نے پکڑ لیا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ یہ پرانے سکے تمہارے پاس کہاں سے آئے؟

اس قصہ میں من جملہ اور حکمتوں کے ایک راز یہ بھی تھا کہ دنیا کو بتایا جائے کہ اگر اصحاب کہف جو کئی سو سال بغیر کھائے پیے سوئے رہے۔ ایسے ہی سالہا سال وہ بغیر کھائے پیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ نہیں رکھ سکتا؟ بے شک زندہ رکھ سکتا ہے۔ اللہ کی قدرتوں کو پہچانو! اللہ کی شانوں کو جانو! اصحابِ کہف کی زندگی اس دنیا کی مادی خوراک کے بغیر سالہا سال قائم رہی۔ خدا کی قدرت سے یا مادی خوراک پر؟

جواب یہ ہے کہ خدا کی قدرت سے۔ خدا کی قدرت سے یہ سب کچھ ایسا رہا۔ مادی خوراک سے نہیں۔ جب کچھ انسان زمین پر مادی خوراک کے بغیر زندہ رہ گئے تو آسمان پر تو مادی مخلوق نہیں ہے۔ وہاں کے باسیوں کی تو خوراک ہی اللہ کا ذکر ہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تادیر زندہ رہنا کون سے تعجب کا موجب ہے؟ کچھ تو غور کرو۔

آسمانی مخلوق کی غذا تسبیح وتہلیل ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

یجزئھم مایجزی اھل السماء من التسبیح والتقدیس

(او کما قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

سو یہ بات کہ جب آپ آسمان پر ہیں تو کھاتے پیتے کیا ہوں گے، یہ ایک مغالطہ اور ڈھکوسلہ ہے۔ اصحابِ کہف کا واقعہ صاف بتلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے ویسے ہی عمل میں آتا ہے۔ وہ جب دینا چاہے تو کوئی اس کے ہاتھ کو روکنے والا نہیں۔ اور نہ دے تو کوئی اس سے بزور لے نہیں سکتا۔

آج کل کے جدید پڑھے لکھے لوگ اور سائنسدان کہتے ہیں کہ جب ہم خلا میں جائیں۔

فضا میں اور اوپر جائیں تو ایک ایسا کرہ آتا ہے جسے کہتے ہیں "کرہ نار" (یعنی آگ ہی آگ) پھر آگے ایک حصہ آتا ہے جسے "کرہ زمہریر" (یعنی ٹھنڈک ہی ٹھنڈک) کہتے ہیں۔

کوئی ذی روح ان کرہوں کو پار کرتا ہوا اوپر نہیں جا سکتا۔

سائنس کا طالب علم پوچھتا ہے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو کہ وہ گئے، کیسے جا سکتے تھے؟ جب کہ یہ "کرہے" رستے میں حائل ہیں؟

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا آسمانوں پر، جنت میں وہاں انہوں نے درخت کا پھل کھایا، پھر وہ دنیا میں بھیجے گئے۔"

آدم علیہ السلام آسمانوں سے دنیا کی طرف ان کرہوں کو پار کرتے ہوئے آئے ہیں یا نہیں؟ ہاں! آئے، یقیناً آئے۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام "کرہ نار" اور "کرہ زمہریر" کو پار کرتے ہوئے اوپر سے نیچے آ سکتے ہیں تو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کیا انہیں عبور کرتے ہوئے نیچے سے اوپر نہیں جا سکتے؟

میرے بھائیو! حضرت آدم علیہ السلام بھی آئے تھے یا نہیں؟ کرہوں کو پار کرتے ہوئے آئے تھے یا نہیں؟ اگر وہ آ سکتے ہیں تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر آسمان کی بلندیوں پر نہیں جا سکتے؟

قرآن کریم نے بجا فرمایا:

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ (پ۳، آل عمران:۵۹)

اگر مسیح کا جانا سمجھ میں نہ آئے تو حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ سامنے رکھ لینا۔

پس حضرت آدم علیہ السلام کا آنا برحق ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا جانا برحق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت سمجھئے اور قدرت دیکھئے کہ ادھر اصحاب کہف کا قصہ دکھا دیا تا کہ بات سمجھنی آسان ہو جائے، ادھر حضرت آدم علیہ السلام کا اُتارنا بتلا دیا تا کہ بات جلدی سمجھ میں اُترے۔

برادرانِ اسلام!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر ماننا کوئی امر مستبعد نہیں، کوئی ایسی چیز جو نا ممکن ہو۔ پھر قادیانی مذہب کے لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا نہیں مانتے، وہ مغالطہ دینے کے لئے عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں۔ عام مسلمانوں کو یوں مغالطہ بھی دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ

مقام کے خلاف ہے کہ ان کا روضہ مبارک نیچے ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر جلوہ افروز ہوں۔ علیہ السلام اوپر ہوں اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ نیچے زمین پر سوئے ہوئے ہیں۔ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

کہتے ہیں کہ یہ تو بڑی بے ادبی ہے۔

مرزا بشیر الدین محمود نے اسی مغالطہ آرائی کے لئے کہا تھا کہ:

غیرت کی جا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہو آسمان پر
مدفون ہو زمین پہ شاہ جہاں ہمارا

میں نے اسے جواباً کہا تھا:

عزت کی جا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) اس سرزمین پہ اُتریں
مدفون ہے جہاں پہ شاہِ جہاں ہمارا

غیرت کی جا نہیں، یہ عزت کی جا ہے۔

مرزائی اس قسم کے عجیب وغریب مغالطے دیتے ہیں۔

مثال سے سمجھئے:

سمندروں اور دریاؤں میں موتی اوپر ہوتے ہیں یا بلبلے؟

ہر فرد جانتا ہے کہ بلبلا اوپر ہوتا ہے۔ ہاں ہاں! بلبلا اوپر ہوتا ہے اور موتی نیچے ہوتے ہیں۔ آئندہ یہ کبھی نہ کہئے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اوپر اور خاتم النبیین نیچے، اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے۔ (معاذ اللہ)

مجھے اس وقت آپ کو یہ بات کہنی اور سمجھانی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمانوں پر ہونا اور قرب قیامت میں آنا...... یہ نہ حالات جدیدہ کے خلاف ہے، نہ علوم جدیدہ کے خلاف ہے اور نہ سائنس کے خلاف ہے۔ ان لوگوں نے یوں ہی پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔ قادیانیوں کی اس سے غرض یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ کہ وہ زندہ ہیں آسمانوں پر اور یہ کہ وہ قرب قیامت میں تشریف لائیں گے، اس عقیدہ کو مسلمانوں کے دلوں سے اُٹھالیا جائے۔ جب یہ عقیدہ اُٹھالیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیٹ خالی ہو جائے گی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آئیں گے، آئیں

گے، آئیں گے۔ یہ حدیثیں متواتر درجے کو پہنچ گئی ہیں۔ محدثین کے نزدیک یہ حدیث تواتر کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے سوال اُٹھایا کہ اچھا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تو فوت ہو گئے۔ لیکن یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آئیں گے، آئیں گے، آئیں گے تو اس کا مطلب کیا ہے؟ پہلا مسیح علیہ السلام تو ہے نہیں۔ اور یہ آئیں گے، آئیں گے، اس کا مطلب آخر کیا ہے؟

مرزا صاحب نے پھر خود ہی جواب دیا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی صفتوں کے ساتھ پیدا ہوگا جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لئے میدان بنانے کے لئے، اپنے لئے سیٹ خالی کرانی چاہی اور یہ سارا قصہ بنایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر نہیں گئے۔ وہ زندہ نہیں، فوت ہو گئے۔ قصہ ختم...... اور جو آنے والا تھا، وہ میں ہوں۔

حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد یقینی طور پر مذکور ہے۔ لہٰذا اس آمد کا مصداق میں ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس منزل تک پہنچنے کے لئے کتنی کروٹیں بدلیں؟ خود اندازہ کیجئے! پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ، پھر نزول مسیح کی حدیثوں کی تصدیق اور پھر خود مثیل مسیح کا دعویٰ، یہ سب کچھ کیا اپنی خاطر۔ اور کہا کہ جس نے آنا تھا وہ میں ہوں، میں مسیح موعود ہوں، میں مثیل مسیح ہوں۔

میں اس مجلس میں اس پر تو بحث نہیں کرتا، مجھے اس مختصر مجلس میں مختصر سی بات کرنی ہے۔ لیکن ایک بات ضرور کہوں گا کہ مسیح علیہ السلام کے آنے کا نشان کیا ہے؟

پہلا نشان یہ کہ اس کے آنے پر لڑائیوں کا خاتمہ ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب مسیح علیہ السلام آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ ہوگا۔"

میں پڑھے لکھے بھائیوں اور دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا میں لڑائیاں ختم ہو چکی ہیں؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ...... یضع الحرب ...... کی تصدیق عمل میں آ چکی؟ دنیا کی سب سے بڑی جنگ جسے جنگ عظیم کہتے ہیں، وہ کب ہوئی؟

جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں لڑی گئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی موت ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی۔

اس کے چھ سال بعد یہ جنگ شروع ہوئی۔ پھر ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ لڑی گئی۔ جس کو ''جنگ عظیم ثانی'' کہتے ہیں۔ میں سوال کرتا ہوں کہ دو بڑی جنگیں کب لڑی گئیں؟

مرزا غلام احمد قادیانی کے جانے کے بعد یا پہلے؟ دونوں جنگیں مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد لڑی گئیں۔ معلوم ہوا کہ اس وقت تک مسیح علیہ السلام موعود نہیں آیا تھا۔

مسیح علیہ السلام کے آنے پر تو جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور دنیا امن کا گہوارہ بن چکی ہوگی۔

اچھا بھائی! اگر مرزا غلام احمد مسیح موعود ہوتا تو جنگوں کا خاتمہ ہو چکا ہوتا یا نہ ہو چکا ہوتا؟ مسیح علیہ السلام کا کام جنگوں کو ختم کرنا ہے یا جنگیں لڑانا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد سے پہلے اتنی لڑائیاں نہیں تھیں۔ نہ اتنے ایٹم بم تھے اور نہ ہائیڈروجن بم تھے...... نہ اور کوئی ایسی چیز تھی۔ لیکن اس کے آنے پر جو لڑائیاں شروع ہوئیں وہ بالکل مسیح علیہ السلام موعود کے خلاف ایک غیبی نقشہ بنا۔ مسیح علیہ السلام موعود کی علامت یہ ہے کہ اس کے آنے سے لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مگر مرزا غلام احمد کے آنے سے بڑی بڑی لڑائیوں کا آغاز ہوا۔ یہ تو بالکل الٹ ہوا۔ یہ شخص تو مسیح علیہ السلام موعود کی پوری نقیض نکلا۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں خود کہتا ہے:

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید الکونین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التواء

غلام احمد خود کہنے لگا کہ اب میں آیا ہوں۔ اب میرے بعد جنگیں نہ ہوں گی۔ اگر جنگیں ہوئیں تو میں جھوٹا اور جنگیں نہ ہوئیں تو میں سچا۔ خود مرزا لکھتا ہے:

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ وقت امن کا وقت ہے یا بدامنی کا؟

حاضرین! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ موجودہ وقت میں بین الاقوامی طور پر دنیا کی

بڑی طاقتیں آپس میں ٹکرانے کو ہیں یا نہیں؟

☆...... اسرائیل اور مصر کی جنگیں

☆...... پاکستان اور ہندوستان کی جنگیں

☆...... چائنہ اور رشیا کی جنگیں

☆...... عالمی جنگیں

میں کہتا ہوں کہ اتنا وقت بدامنی کا تاریخ عالم میں شاید کبھی نہ آیا ہو، جتنا مرزا غلام احمد قادیانی کے آنے کے بعد آیا ہے۔ کیا یہی مسیح موعود ہونے کی علامت ہے؟

دنیا کی دو بڑی جنگیں کب لڑی گئیں؟

مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد۔ اگر یہ مسیح موعود ہوتا تو لڑائیاں ختم ہوتیں یا چلتیں؟

معلوم ہوا کہ یہ مسیح موعود نہیں۔ اس کا نام ایک دجال ہے اور وہ اپنے دعویٰ نبوت میں کذاب ہے۔

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسیح علیہ السلام آئے گا تو بچے سانپوں سے کھیلیں گے ......تلعب الصبیان بالحیات ...... لیکن سانپ انہیں کاٹیں گے نہیں۔

میں پوچھتا ہوں اور کہتا ہوں مرزائیوں کو کہ اپنے بچوں کے ہاتھوں میں سانپ پکڑا کر میدان میں لاؤ تا کہ دنیا دیکھے مسیح موعود آیا ہے یا نہیں؟

ہمارے حضور اقدس ﷺ نے کیا یہ پہچان نہ بتائی تھی کہ مسیح موعود کے آنے پر بچے سانپوں سے کھیلیں گے اور سانپ کاٹیں گے نہیں۔

ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ گائیں اور چیتے اکٹھے چریں گے۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پئیں گے۔ دنیا میں کوئی شخص غریب نہیں ہوگا۔ امن کی ایسی ہوا چلے گی کہ ساری ملتیں اور مذہب ختم ہو جائیں گے سوائے اسلام کے۔

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ کہ جنگ کا۔ فرمایا دنیا پوری امن کا گہوارہ بنے گی۔ جس طرح آج ظلمت سے بھری پڑی ہے۔ (یہ مسلم اور ابوداؤد کی متفقہ احادیث ہیں)

ہمارے اور قادیانیوں کے درمیان اس پر اتفاق ہے کہ مسیح علیہ السلام کے آنے کا نشان یہ ہے

کہ وہ وقت امن کا ہوگا، جنگوں کا نہیں۔

مرزا قادیانی نے جو کہا ہے کہ میں مسیح ہوں تو کیا اس کے وقت میں یہ علامتیں پوری ہوئیں؟ حالات کو دیکھتے ہوئے ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ مسیح نہیں۔ جب یہ مسیح نہیں اور مسیح ہونے کا مدعی ہے تو یہ دجال ہے اور کذاب ہے۔

برادرانِ اسلام!

یاد رکھو! جس مسیح علیہ السلام نے آنا ہے، وہ مسیح بن مریم ہے۔ مریم کے بیٹے نے آنا ہے، چراغ بی بی کے بیٹے نے نہیں۔

مرزا کس کا بیٹا ہے؟ یہ تو چراغ بی بی کا بیٹا تھا۔ اس کی والدہ کا نام چراغ بی بی ہے، مریم نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریم علیہا السلام کے بیٹے نے آنا ہے۔

مرزا کہتا ہے کہ چراغ بی بی کے بیٹے نے۔

یہ کیا استدلال ہے نام تو مریم علیہا السلام کا ہو اور مراد چراغ بی بی لی جائے؟

حدیث میں نام ہو مسیح علیہ السلام کا اور مراد ہو غلام احمد قادیانی؟

جب الفاظ کی مرادیں بدل جائیں، لفظ کچھ ہوں اور معنی کچھ...... اس کو کہتے ہیں تاویل۔ مرزا غلام احمد کبھی کہتا ہے تاویل استعارہ اور کبھی کہتا ہے تاویل تشبیہہ۔ بہر حال! یہ تاویل ہے کہ لفظ کچھ اور ہو اور معنی کچھ اور۔

جب قادیانیوں کو کہا جاتا ہے کہ آنا تو مسیح نے ہے، غلام احمد قادیانی کیسے آ گیا؟

کہتے ہیں مسیح سے مراد غلام احمد ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بڑے بہادر ہیں۔ کوئی کہہ دے کہ یہ شیر ہیں۔ اب ''شیر'' کا لفظ ان کے لئے تو نہیں بنا تھا۔ وہ تو جنگل کے ایک جانور کے لئے وضع ہوا تھا۔ لیکن جب ہم نے کہا شیر ہے تو یہ استعارہ کے طور پر کہا ہے۔ جب استعارہ کے طور پر شیر کہا تو اب کوئی اس کی دم تلاش نہ کرے گا کہ اس شیر کی دم کہاں ہے؟ کیوں کہ یہ استعارہ کے طور پر کہا گیا ہے۔

اہل علم یاد رکھیں!...... لا استعارۃ فی الاعلام...... کہ جو نام ہیں، ان میں استعارہ نہیں

ہوتا۔اب جو شیر ہے، یہ اسم علم نہیں، اسم جنس ہے۔ اعلام میں استعارہ نہیں ہوتا۔

مثلاً سٹیج سیکرٹری نے آج اعلان کیا کہ آج مولانا خالد محمود یہاں تقریر کریں گے۔ آپ نے اعلان کیا، خالد محمود کی تقریر ہوئی۔ جب آپ آئیں تو تقریر کوئی دوسرا کر رہا ہے، تو کوئی پوچھے یہ تو علامہ خالد محمود نہیں۔ وہ سٹیج سیکرٹری کہے کہ اس نام سے مراد یہی شخص تھا، جو اَب تقریر کر رہا ہے۔

قانون یاد رکھو! اسم علم میں استعارہ نہیں ہوتا۔ اگر آپ نے خالد محمود کہا اور دوسرے کو کھڑا کر دیا تو یہ فریب سمجھا جائے گا۔ کیوں کہ ناموں میں استعارہ نہیں چلتا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آئے گا۔

قادیانی کہتا ہے کہ غلام احمد آئے گا۔ اس نے استعارہ کس بحث میں داخل کیا؟ اعلام میں، ناموں میں...... یہ دجل وفریب ہے، کھلا دھوکہ ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ مسیح بن مریم علیہ السلام جب آئے گا تو باب لد (دمشق میں دروازہ ہے، وہاں) پر جائے گا۔

غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لدھیانہ جائے گا اور میں لدھیانہ گیا تھا۔ (لدھیانہ بھارتی پنجاب میں ایک شہر ہے، غلام احمد وہاں گیا ہوگا)

غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ حدیث میں وہ جو آیا ہے کہ دمشق میں باب لد پر جائے گا، اس سے مراد لدھیانہ تھی۔ میں لدھیانہ گیا ہوں۔

مرزا قادیانی سے کہا گیا کہ احادیث کے الفاظ ہیں کہ مسیح بن مریم علیہ السلام جب آئے گا تو اس کے اوپر دو زرد رنگ کی چادریں ہوں گی۔ وہ کہنے لگا زرد رنگ سے مراد دو بیماریاں ہیں، وہ مجھے بھی ہیں۔

بھائی! بیمار آدمی کا رنگ زرد و پیلا ہوتا ہے یا نہیں؟ اس سے مراد دو بیماریاں ہو گئیں۔ ایک اوپر کی اور ایک نیچے کی۔ اوپر کی بیماری یہ ہے کہ میرے دماغ میں مراق کا مرض ہے۔ نیچے کی بیماری یہ ہے کہ پیشاب زیادہ آتا ہے۔ بعض دفعہ رات میں سو سو دفعہ آتا ہے۔

دیکھیے! غلام احمد نے کس صفائی سے ہر چیز کے معنی بدل دیے کہ مسیح کا معنی غلام احمد اور مریم کا معنی چراغ بی بی، لد کا معنی لدھیانہ، دو زرد چادروں کا معنی دو بیماریاں۔

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ غلام احمد نے سارے کا سارا نقشہ بدلا۔ ہر چیز کو مجاز کا لباس پہنا دیا۔ لفظ کچھ اور معنی کچھ۔ مگر مینارہ اس نے واقعی مٹی سے بنایا اور اسے کہا منارۃ المسیح، وہ اس نے مٹی کا بنایا اور اسے مجاز کا لباس نہ پہنایا۔

رجل تنبأ بعد ختم نبوۃ

فاتیٰ بکفرٍ واضحٍ وصریحٍ

حمل النصوص علی المجاز بلسرھا

الا المنارۃ اذبنیٰ بصفیحٍ

اس کو دجل اور فریب کہتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اس کا نام بھی نبیوں والا نہیں۔ کیوں کہ نبیوں اور پیغمبروں کے نام مفرد ہوتے ہیں۔ ایک، جیسے...... آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، یونس علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام...... یہ سب ایک نام ہیں۔

غلام احمد یہ دو نام ہیں۔ یہ مرکب ہے۔ جب تمام پیغمبروں کا نام ایک ایک رہا تو یہ دو نام والا کہاں سے یہاں آ گیا؟ جب یہ کہا تو کہنے لگا کہ میں غلام کا لفظ ہٹا دیتا ہوں۔ باقی رہ جائے گا احمد۔ میرے ماننے والے احمدی بن جائیں گے۔

لطیفہ:

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں فرمائے امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اپنا پہلا نام ہٹایا۔ غلام کو ہٹا دیا تو میں بھی اپنے نام سے پہلا حرف ہٹا دوں گا۔ میرا نام ہے عطاء اللہ، اگر تو نے غلام ہٹایا اور باقی احمد رہ گیا تو میں عطاء کو ہٹا کر کیا اللہ نہ رہ جاؤں گا۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے تجھے نہیں بھیجا۔ (یعنی خدا نے تجھے نہیں بھیجا) تو کہتا ہے کہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ میں کہتا ہوں میں نے تجھے نہیں بھیجا ہے۔

وہ کہتا ہے تم اپنا آدھا نام کیوں ہٹاتے ہو؟

میں کہتا ہوں تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ صاف کہو کہ تم غلام احمد ہو، احمد نہیں۔ شاہ صاحب نے کہا کہ تم آدھا نام کیوں ہٹاتے ہو؟ اگر تم ہٹاؤ گے تو میں بھی ہٹاؤں گا اور لوگوں کو بتاؤں گا کہ

میں نے اسے نہیں بھیجا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ باتیں قادیان میں مرزا بشیر الدین محمود سے ہوئی تھیں۔

الغرض! نام اور عنوان بتا رہے ہیں کہ وہ مسیح نہیں ہے۔ مسیح کیا وہ تو مسلمان بھی نہیں۔ مسیح کی پہچان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ وہ حج کرے گا۔

کسی نے غلام احمد سے پوچھا کہ تو حج کرنے کیوں نہیں جاتا؟ اس نے جواب دیا تم مجھے مرواتے ہو۔ اُدھر وہ مجھے مار ڈالیں گے کہ تو نے دعویٰ نبوت کیا ہے، میں حج کرنے کیوں جاؤں؟

الغرض اس بات کو ذہن نشین رکھیں۔ مرزا غلام احمد نے یہ سارے کا سارا چکر محض اس لئے چلایا تھا کہ انگریز حکومت کو سپورٹ کرے۔ کہے کہ میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تمہارے اوپر فرض ہے کہ سچے دل سے انگریز حکومت (سلطنت برطانیہ) کی پیروی کرو۔ انگریزوں کو اپنے ''اولی الامر'' میں داخل کرو۔

مسلمان علماء انگریزوں کے خلاف تھے۔ اب انگریزوں نے اپنی حمایت کے لئے کسی کو تو کھڑا کرنا تھا، جو خدا کا نام لے کر ان کی حمایت کرے۔ انگریزوں نے دو شخص اپنی حمایت کے لئے چنے اور دو طبقے اپنی حمایت کے لئے کھڑے کئے۔ ان دو میں سے ایک مسلمانوں کا مجدد بنا اور ایک مرزائیوں کا جھوٹا نبی ہوا۔

اس جھوٹے نبی کے پیرو سلطنت برطانیہ کی حمایت میں کھڑے ہوئے اور اس انگریزی مجدد کے پیرو علماء دیوبند کے خلاف آ کھڑے ہوئے۔ اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ مسلمان انگریزوں اور مرزائیوں کے خلاف صف آرا ہو جائیں۔

مرزا غلام احمد کی جماعت کا پورے کا پورا زور یہ رہا کہ انگریزوں کی سپورٹ کریں۔ غلام احمد کو پتہ تو تھا نہیں کہ پاکستان اور ہندوستان علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ انگریزوں کو یہاں سے جانا ہوگا۔ اگر پتہ ہوتا تو وہ ایسا کام نہ کرتا۔

یہ بات اب آپ بتائیں کہ غلام احمد کے بعد انگریزوں کو اس ملک سے جانا پڑا یا نہیں جانا پڑا؟ جانا پڑا ہے۔ انگریز چلے گئے۔ اب حکومت مسلمانوں کی ہے۔ لیکن اب ان کے جاسوس ادھر ہیں۔ مثلاً امریکا، رشیا، اسرائیل کے جاسوس ادھر ہیں۔ وہ جاسوس اپنی کارروائی کے لئے

مسلمانوں میں آ جاسکتے ہیں۔ کیونکہ ظاہراً وہ پاکستانی ہیں اور مسلم نما بھی۔

اب مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنا ملک جاسوسوں سے پاک کریں۔ اس ملک کو مرزائیوں کے نرغے سے بچائیں۔ ان کو احمدی نہ کہیں، یہ کفر ہے۔ کیوں کہ اس کا نام غلام احمد ہے، اس کا ماننے والا مرزائی ہے۔ اگر اس کو کوئی ''احمدی'' کہتا ہے تو اس کو توبہ کرنا فرض ہے۔ کیوں کہ اس نے قرآن مجید کو جھٹلایا ہے۔

قرآن میں ہے ...... اسمہ احمد ...... حضور اکرم ﷺ کے لئے فرمایا گیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ یہ آپ ﷺ ہی کا نام نامی ہے۔

انا محمد وانا احمد ''میں محمد ہوں اور احمد ہوں''

احمد حضور ﷺ کا نام ہے، غلام احمد کا نہیں۔ اب اس طرح اگر کوئی مرزائی اپنا نام احمد رکھتا ہے اور احمدی کہلواتا ہے تو اس سے مرزائی چکر دیتے ہیں۔ کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ اس نام والا احمدی کیوں کہلوا رہا ہے۔ یہ منوا رہا ہے کہ غلام احمد ہی احمد تھا اور قرآن کی پیشگوئی کا مصداق تھا۔

ہر آدمی وعدہ کرے کہ ہم ان کو احمدی نہیں کہیں گے۔ جو بے خبری میں کہتے رہے ہیں، وہ توبہ کریں۔ احمد نام ہمارے پیارے پیغمبر کا ہے...... اور اس جھوٹے مدعی نبوت کا نام غلام احمد ہے۔ مرزائیوں کی عبادت گاہیں، مسجدیں نہیں۔ ان کا نام مرزواڑہ چاہئے۔ بروزن گوردوارہ...... آخر گوردوارہ بھی تو عبادت خانہ ہے۔

مسلمانو! آخر تم سکھوں کو احمدی کیوں نہیں کہتے؟ سکھ بھی آخر حضور ﷺ کو نبی مانتے ہیں۔ حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کا احترام کرتے ہیں۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ...... انہ لعلم الساعۃ ...... کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا وجود قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو کہیں اختلاف مذہب نہ رہے گا۔ تمام ملتوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور سب ایک ہی ملت اسلامی پر ہونگے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور یہ متفقہ مسئلہ اور عقیدہ ہے۔ اس سلسلہ کی احادیث متواتر ہیں۔ حضرت ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس تواتر کی تصریح کی ہے...... اور میں نے عقیدہ خیر الامم میں اس پر صدی وار تواتر نقل کیا ہے۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة

''کہ عیسیٰ مرے نہیں، وہ قیامت سے پہلے تمہارے پاس آئیں گے۔''

ایک سوال یہ ہے کہ ختم نبوت کا معنی ہے نبوت ختم ہوگئی۔ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے؟ آپ کا آنا کیا ختم نبوت کے خلاف نہیں ہوگا؟

جواب عرض خدمت ہے کہ: ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بنے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا ...... لا یحدث بعدی نبی ...... اور جو پرانے نبی ہیں، وہ ایک نہیں، سارے ہی آجائیں تو بھی ختم نبوت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہیں، ان کا آنا کسی کو نئے سرے سے نبوت ملنا نہیں ہے۔

آپ نے سنا ہوگا علماء کرام سے کہ معراج کی رات سارے پیغمبر آئے تھے۔ کیا انہوں نے مسجد اقصیٰ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز نہ پڑھی تھی؟ ہاں! پڑھی تھی۔ کیا اس صفِ انبیاء میں مرزا غلام احمد کو کہیں دیکھا گیا؟ اگر یہ نبی ہوتا تو کیا صفِ انبیاء میں اس کو جگہ نہ ملتی؟

اگر سارے پیغمبروں کے آنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی مہر نہیں ٹوٹتی تو کیا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آنے سے ختم نبوت کی مہر ٹوٹ جائے گی؟ نہیں ٹوٹتی۔ پس ختم نبوت کا معنی یہ ہوا کہ کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا آپ کے بعد۔

اب آپ ہی بتائیں کہ مرزا غلام احمد کیا اس زمانہ کی پیداوار نہیں؟ دجال اور کذاب نہیں؟ اس کی پیشین گوئی محمدی بیگم والی بھی جھوٹی ثابت ہوئی۔ محمدی بیگم مرزا غلام احمد کے مرنے کے بعد پچاس سال تک زندہ رہی۔ مرزا صاحب اس کی حسرت لئے ہی قبر میں چلے گئے۔

برادرانِ محترم! حیات مسیح اور پھر نزول مسیح کا عقیدہ اہل سنت کے عقائد میں سے ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام وعدوں پر ایقان ہے۔ حیاتِ مسیح کے منکر اس زمانہ میں سر سید کے پیرو اور مرزا غلام احمد کے پیرو اور پھر مسٹر غلام محمد پرویز کے پیرو ہیں۔ یہ معتزلہ نزول مسیح بن مریم علیہ السلام کا برملا انکار کرتے ہیں۔

ایک سوال:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا آسمان پر زندہ ہیں؟ اور کیا شہداء قبروں میں زندہ ہیں؟ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ برزخ میں دنیوی بدن یا اس کے ذرات کے ساتھ عذاب وراحت کا کوئی تعلق ہو، یہ بات ہمارے خیال سے بلند ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی زندگی کا ہمیں شعور نہیں۔ جس کا شعور ہوتا ہے، وہ چیز حواس سے محسوس ہوتی ہے، وہ دکھائی دیتی ہے۔ جس کا شعور ہی نہیں، وہ کیسے دکھائی دے؟ عقیدہ یہی ہے کہ شہید زندہ ہے۔ یہ نہ سوچیں کہ یہ ہمیں زندہ کیوں نظر نہیں آتے؟ یہ صحیح نہیں کہ جو بات ہماری عقل میں آئے، اسے تو مان لیں۔ علاوہ اس کے کچھ نہ مانیں۔

قرآن کہتا ہے: وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

بہر حال! حیاتِ مسیح برحق ہے۔ حیاتِ شہداء بھی برحق ہے اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی برحق ہے۔ جب شہداء زندہ ہیں تو پیغمبر بدرجہ اولیٰ زندہ ہیں۔ ہاں! وہ اس زندگی میں مکلف نہیں ہیں، جیسے یہاں کی زندگی مکلّف ہے نماز، روزہ، وغیرہ وغیرہ۔ یہاں فرض ہیں، یہ تمام فرائض وہاں نہیں ہیں۔ وہ عالم دنیا نہیں، عالم برزخ ہے۔ شہداء اور انبیاء اس دنیا میں زندہ نہیں، عالم برزخ میں زندہ ہیں...... اور وہاں ان پر نماز فرض نہیں، نفلاً پڑھتے رہیں تو یہ اور بات ہے۔ ان کو عبادت میں جو لذت ملتی ہے، کسی اور چیز میں نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے برابر کائنات میں سے کوئی نہیں۔ اللہ کی پوری مخلوق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے برابر کوئی شے نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، جس کا مقام اللہ رب العزت کی پوری مخلوق میں سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اب آپ بتائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان جب سب سے اعلیٰ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن طیب سب سے اعلیٰ مخلوق ہے، اس کے برابر کوئی مخلوق نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک

سے روح قبض کرنے کے بعد اسے اعلیٰ علیین میں رکھ دے...... اور اعلیٰ علیین کا وہ درجہ نہ ہو جو حضور ﷺ کے بدن مبارک کا ہے۔ بلکہ درجہ تو حضور ﷺ کا زیادہ ہو۔ اعلیٰ علیین کا درجہ اتنا نہ ہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وجہ کیا ہے کہ اللہ نے آپ کی جان اعلیٰ بدن سے نکال کر علیین کے ادنیٰ مقام میں رکھ دی...... اور اگر اعلیٰ علیین کا درجہ اعلیٰ ہو تو اس کا مطلب صاف یہ ہوگا کہ (نعوذ باللہ) حضور ﷺ کا بدن اعلیٰ نہیں اور آپ افضل المخلوقات نہیں، اعلیٰ وہ جگہ ہے جو علیین ہے۔

اگر تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کا بدن سب سے اعلیٰ ہے تو اس کے اعلیٰ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی روح مبارک کیسے اور جگہ رکھ دی۔ کیا یہ اس اصول کے خلاف تو نہیں ہوگا...... وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ...... ہم تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موت کا وعدہ ہر مخلوق سے کیا ہے اور موت کا پیالہ ہر کسی کو پینا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی بے شک اس کا مورد بنے۔ "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" یہ وعدہ پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بے شک حضور ﷺ کو وفات دی۔ لیکن اس روح کے لئے زمین و آسمان میں اس وجود سے بہتر اور کوئی جگہ نہ تھی، جہاں اسے رکھا جائے، کچھ وقت یہ روح حالت سیر میں رہی۔ پھر جب اس بدن کو دفن کیا گیا تو اللہ نے وہ روح اس بدن میں ایک برزخی شان سے لوٹا دی...... اور اس طرح لوٹائی کہ وہ ہماری آنکھوں سے پردہ میں ہے۔ گو ہماری آنکھیں اس زندگی کو پا نہ سکیں۔ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں۔ اگر مان لیا جائے کہ روح کسی اور جگہ تھی تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ کا بدن سب سے اعلیٰ نہیں، اعلیٰ کوئی اور چیز ہے اور یہ خلاف عقیدہ اسلام ہے۔ (یہ ساری بات آپ نے ایک آدمی کے سوال کے جواب میں کہی تھی)

ایک سوال یہ بھی ہوا کہ جب حضور ﷺ تشریف نہیں لائے تھے تو اس وقت بھی تو روح کہیں رکھی ہوئی تھی؟ اس کا جواب ہے کہ اس وقت جو چیز اعلیٰ تھی، روح وہیں رکھی ہوئی تھی۔ وہ جگہ اس وقت اعلیٰ تھی۔ کیونکہ اس وقت تک یہ بدن پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہ بدن طیب معرض وجود میں آ گیا تو اس سے بہتر پوری کائنات میں کوئی جگہ نہیں۔

حضرات یاد رکھئے! حضور ﷺ کے پیدا ہونے کے بعد خدا کی خدائی میں کوئی شے آپ ﷺ کی شان سے زیادہ نہیں۔ نہ اعلیٰ علیین کی وہ شان ہے، نہ عرش کی وہ شان ہے جو حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی بدن طیب کی ہے۔ علمائے دیوبند کا تو یہ عقیدہ ہے کہ بدن تو درکنار بدن مبارک جس مٹی کے ساتھ قبر مبارک میں لگا ہے، اس مٹی کے ذرہ ذرہ کی شان عرش سے زیادہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی شان لکڑی کے اس منبر سے پوچھئے کہ جس پر ہاتھ رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کا اثر ملاحظہ ہو کہ لکڑی کے ستون کو چھوئے تو اللہ تعالیٰ اس میں انسانی زندگی کا شعور پیدا کردے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے چھونا چھوڑ دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس ستون سے انسانوں کی سی رونے کی آواز سنی۔

لکڑی کا وہ درخت جو مدت سے خشک تھا
چھوکر مرے مسیح نے بخشی اسے حیات
میں تو کہوں گا قبر بھی زندہ ہے آپ کی
واعظ کو شک ہے کس طرح ہے زندہ ان کی ذات

آج میرا یہ موضوع نہیں، ورنہ کچھ اور عرض کرتا۔ اتنا صرف اس لئے عرض کردیا ہے کہ لوگ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے حیاتِ مسیح کا انکار کرنے لگے ہیں۔

قادیانیوں کی بڑی خواہش ہے کہ مسلمانوں کو انکارِ حیات مسیح پر لے آئیں۔ ہم اہل اسلام نہ حیاتِ مسیح کے منکر ہیں، نہ حیاتِ شہداء کے اور نہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

ایک قادیانی کا رقعہ:

ایک قادیانی نے رقعہ بھیجا کہ اللہ کے سوا جس جس کی پوجا ہوئی یا ہو رہی ہے، سب مردہ ہو چکے ہیں...... اور اب ان کو اتنی بھی خبر نہیں کہ کب انہیں قبروں سے اٹھنا ہوگا۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لوگوں نے پرستش نہیں کی؟ سو وہ بھی مردوں میں ہوں گے، زندہ نہیں۔

اس نے آیت بھی لکھ بھیجی:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

(سورۃ النحل: ۲۰،۲۱)

''اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا، سو وہ کچھ پیدا نہیں کرسکتے وہ تو خود پیدا

کئے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں، زندہ نہیں۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کب
اُٹھائے جائیں گے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان لوگوں نے خدا بنایا تھا۔ اس کا ثبوت بھی قرآن کریم میں پارہ ٦ سورۃ المائدہ رکوع ١٠ میں موجود ہے۔ سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ...... اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ ...... میں داخل ہیں ...... اور وہ زندہ نہیں، حیاتِ مسیح کا عقیدہ غلط ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب کا جواب:

تمہارے استدلال سے تو لازم آتا ہے کہ کسی زندہ انسان کی پوجا ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ کی سوا جس کی پوجا کی گئی، وہ سب مردہ ماننے ضروری ہیں ...... اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ ...... اور یہ عقیدہ بداہت کے خلاف ہے۔ کیا دنیا میں بعض زندہ پیروں کو سجدے نہیں کئے جا رہے؟ کیا وہ زندہ سانس لیتے پیر مردہ شمار ہوں گے؟ کیا ان سے حکم نماز اُٹھا ہوا سمجھا جائے گا؟ کیا بعض لوگ فرشتوں کی پوجا نہیں کرتے رہے؟ کیا وہ فرشتے سب مرے ہوئے تھے؟ کیا لوگ شہیدوں کو خدا کے ساتھ شریک نہیں کرتے؟ کیا وہ ان کی منتیں نہیں مانگتے؟ تو کیا اس سے یہ لازم نہ آیا کہ سب شہداء مردے ہوں اور کیا یہ قرآن سے کھلا معارضہ نہ ہوگا؟ قرآن کریم میں تو ہے کہ شہداء کو مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں، گو تم سمجھ نہ سکو ...... اور تم کہو "اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ"۔

پس اسی آیت ...... اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ ...... کا ایسا معنیٰ کرنا جو بداہت کے خلاف ہو اور خود قرآن کریم کے بھی خلاف ہو، ہرگز درست نہیں۔

یہ آیت توحید کے موضوع میں بیان ہوئی ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ ہے۔ اس میں اس سے بحث نہیں کہ اس کے سوا جو ہیں سب مردے ہیں یا زندے جو مردے ہیں وہ عبادت کے لائق نہیں۔ بھلا اگر وہ مردہ نہ ہوں زندہ ہوں جیسے کہ کروڑوں انسان زندہ ہیں تو کیا ان زندوں کی عبادت جائز ہوگی؟ اور وہ عبادت کے لائق ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔

سو عقیدہ توحید کو اس سے بحث نہیں کہ وہ دوسرے اس وقت زندہ ہیں یا مردہ۔ حق یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی (خواہ زندہ ہو خواہ مردہ) عبادت کے لائق نہیں۔

سو اس آیت میں کسی کی موت کی حالت کا بیان نہیں۔ اس کے مورد موت ہونے کا بیان

ہے۔ یعنی جو فرد بھی موردِ موت ہو۔ (قطع نظر اس سے کہ اس پر موت آچکی یا آئندہ آئے گی) وہ عبادت کے لائق نہیں۔ عبادت کے لائق وہی ایک ذات ہے جس پر موت کبھی نہ آئے گی......اور وہ ہمیشہ کے لئے حی و قیوم ہے۔

اس پہلو سے دیکھا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے شک موردِ موت ہیں۔ ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں۔ ان پر کبھی تو موت آئے گی۔ سو وہ اب بھی عبادت کے لائق نہیں۔ حکما وہ اس پہلو سے ......أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ...... میں داخل ہیں۔

اسی طرح دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام جن پر موت آچکی، گو وہ اب اپنی قبور شریف میں زندہ ہوں، عبادت کے لائق نہیں۔ باعتبار ماسبق کے وہ "أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ" میں سے نہیں۔ اس آیت میں ان کی موجودہ حالت کا بیان نہیں۔ ان کے موردِ موت ہونے کا بیان ہے۔ پس قادیانیوں کا اس آیت سے حیاتِ مسیح کے خلاف استدلال کرنا یا منکرین حیات کا اس سے انبیاء کرام کی موجودہ حالت پر وفات کا استدلال کرنا ہرگز درست نہیں۔

پھر اس چیز کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ یہاں احیاء سے علماء اور اموات سے جہاں بھی مراد لئے گئے ہیں۔ ابو محمد عبداللہ بن ابی زید القیر وانی ایک جگہ لکھتے ہیں:

يريد بالاحياء العلماء الذين يقبلون الوعظ ويسمعون ما يؤمرون به وبالاموات الجهال الذين لا يصغون الى وعظ من يعظهم

اس صورت حال سے غیر احیاء سے کسی کا بالفعل مردہ یا زندہ ہونا مراد نہیں لیا جاسکتا۔ قادیانیوں کا اسے وفاتِ مسیح کی دلیل بنانا کسی طرح درست نہیں ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

مناظرہ مال روڈ

یہ اس مناظرہ کی مفصل روئیداد ہے جو ۱۸ ستمبر ۱۹۶۲ء کو مال روڈ پر قادیانی تبلیغی مرکز کے متصل انعقاد پذیر ہوا۔ رب العزت نے اسلام کو نہایت واضح فتح عطا فرمائی اور قادیانی حضرات بری طرح ناکام ہوئے۔ اس عبرت ناک شکست کی ذلت سمیٹنے کے لئے قادیانی حضرات پھر ۲۳ ستمبر کو آئے اور دوبارہ تاریخی شکست کھائی۔

بتاریخ ۱۸ ستمبر مابین

علامہ خالد محمود صاحب سیالکوٹی و قاضی نذیر احمد سابق صدر جامعہ ربوہ

بتاریخ ۲۳ ستمبر مابین

علامہ خالد محمود صاحب سیالکوٹی و جلال الدین شمس سابق مبلغ مرزائیت لندن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر کامیاب مناظرہ

مال روڈ لاہور پر قادیانی قوم کا ایک تبلیغی مرکز ہے۔ جس کے ساتھ مشہور قادیانی ایڈووکیٹ منور لطف اللہ کا دفتر ہے۔ منور صاحب ایڈووکیٹ ہی نہیں ہیں بلکہ اپنے مذہب کے نہایت ہی پرجوش اور سرگرم مبلغ بھی ہیں۔ انہوں نے اس مناظرہ کی تحریک کی، جسے محترم اے آر بھٹی صاحب سپرنٹنڈنٹ کریسنٹ انشورنس کمپنی نے منظور کرلیا۔ مال روڈ پر ایک ہال کمرے میں ختم نبوت کے موضوع پر یہ مناظرہ قرار پایا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا عبدالقادر روپڑی صاحب (اہل حدیث) مناظر قرار پائے۔ لیکن قادیانی اپنے مناظر کا نام ظاہر کئے بغیر اچانک اپنے سب سے بڑے چوٹی کے عالم قاضی نذیر احمد سابق صدر مدرس جامعہ احمدیہ ربوہ کو لے آئے۔ مولانا عبدالقادر صاحب روپڑی کو کسی مجبوری کی وجہ سے پنڈی جانا پڑ گیا۔ لیکن قادیانی حضرات بروقت مقام مناظرہ پر آپہنچے۔ اہل حدیث حضرات نے فیصلہ کیا کہ حضرت علامہ خالد محمود صاحب کو بلایا جائے اور علامہ صاحب کے آنے تک حافظ عبدالرحمٰن صاحب روپڑی برادر حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی مناظرہ کریں۔ چنانچہ مناظرہ چار بجے شروع ہوگیا۔ فریقین کی دو دو تقریریں ہو چکی تھیں کہ علامہ صاحب دعوت ملتے ہی معہ کتابوں کے تشریف لے آئے اور پھر رات کے دس بجے تک مناظرہ ہوتا رہا۔ حق تعالیٰ نے اسلام کی نصرت فرمائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا بول بالا ہوا۔ قادیانی مناظر سے کہا گیا کہ کسی فیصلہ پر پہنچنے کے بغیر مناظرہ ہرگز بند نہیں ہوگا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں اب جانے دو۔ ہم یوں بھی جا سکتے ہیں، ہم کسی کے قیدی نہیں، ہم ساری رات کے لئے تیار ہو کر تھوڑا ہی آئے تھے۔ اس پر انہیں جانے کی اجازت دے دی گئی۔

کارروائی

قاضی نذیر احمد قادیانی مناظر:

یَا بَنِی آدَمَ إِمَّا یَأْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنکُمْ یَقُصُّونَ عَلَیْکُمْ آیَاتِی (سورۃ الاعراف:۳۵)

حضرات! اس آیت میں قرآن حکیم نے امت محمدیہ کو یہ خبر دی ہے کہ میری طرف سے تمہارے پاس رسول آتے رہیں گے۔ تم ان کی پیروی کرنا۔ پس نبوت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔

مولانا! خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

یُطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِکَ مَعَ الَّذِینَ أَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِم مِّنَ النَّبِیِّینَ

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اسے خدا ان لوگوں کے ساتھ کر دیتے ہیں جن پر خدا کا انعام ہوا اور وہ نبی، صدیق، شہید اور صالح ہیں اور کامل رفاقت یہ ہے کہ خدا انہیں مرتبہ میں رفاقت دے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے انسان نبی بھی ہو سکتا ہے، صدیق بھی، شہید بھی اور صالح بھی۔

مولانا! آپ تو یہ مانتے ہیں کہ انسان صدیق، شہید اور صالح ہو سکتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نبی نہیں ہو سکتا۔ حضور ﷺ کی اطاعت سے نبوت کا مرتبہ بھی مل سکتا ہے۔

إِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِکَةُ

مولانا! اس فرمانِ خداوندی سے پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی خدا کے برگزیدہ بندوں پر فرشتے اتر سکتے ہیں۔ نبوت کا سلسلہ کوئی بند نہیں ہو گیا۔

ہاں! محترم مولانا! یہ نبوت جو جاری ہے، یہ وہی ہے جو حضور ﷺ کی کامل پیروی سے ملتی ہے۔ وہ نبوت جو نئی شریعت پیش کرے، اس کا سلسلہ ہم بھی ختم مانتے ہیں کہ حضور ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔ یہ کامل اطاعت سے ملنے والی نبوت ایک اور قسم کی نبوت ہے جو پہلے نہ تھی۔ یہ نبوت صرف آنحضرت ﷺ کا ہی ایک فیضان ہے۔

حافظ صاحب رد پڑھی:

مولوی صاحب نے سب آیات ہی بے محل پڑھی ہیں۔ وہ ثبوت کے لئے نہیں ہیں..... یا بنی آدم اما یاتینکم ...... کا خطاب مسلمانوں کو نہیں کہ یوں سمجھا جائے کہ اس امت میں نبیوں کے آنے کی یہ خبر دی جارہی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یوں ہوتا...... یا ایھا الذین امنوا۔ پھر مولانا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر نبوت ملنے کا جو استدلال کیا ہے وہ بھی ٹھیک نہیں۔ اگر اطاعت پر نبوت ملتی تو پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیوں نبی نہ ہوئے۔ جن کی اطاعت نبوی ہر کسی کو تسلیم ہے اور پھر اس سے نبوت کو کسبی بھی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ یہ خدا کی ایک اپنی عطا ہے جس میں انسان کی اپنی محنت کا کوئی دخل نہیں اور اگر اطاعت سے نبوت ملنا مان لیا جائے تو پھر عورتوں کو بھی نبوت مل سکے گی۔ حالانکہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔ من یطع اللہ میں من شرطیہ ہے جس میں مرد عورت سب شریک ہیں۔ نبوت کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے ...... وخاتم النبیین ...... اس کی دونوں قرائتیں ہیں خاتَم بھی اور خاتِم بھی۔

پھر مولانا نبی علیہ السلام فرماتے ہیں ...... مثلی و مثل الانبیاء (الحدیث مشکوٰۃ ص ۵۱۱) اس حدیث میں نبوت کے محل کا ذکر ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کی آخری اینٹ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہمارے لئے نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد کافی ہے۔ ہم ادھر ادھر کی باتیں نہیں جانتے۔ پھر معیت سے مراد جماعت اور مجلس میں شرکت ہے مرتبہ ملنے کی یہاں کوئی بشارت نہیں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: لو کان بعدی نبی لکان عمر
" "اگر نبی ہونا ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے" مرزا صاحب نہ ہوتے "لو" محال کے لئے آتا ہے ...... لم یبق من النبوة الا المبشرات ...... میں مبشرات کے باقی رہنے کا بیان ہے نبوت کا نہیں ورنہ سب صحابہ نبی ہو جاتے۔

قادیانی مناظر قاضی نذیر احمد:

مولانا! خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ تشریعی نبی کوئی نہیں آئے گا۔ مشہور اہل حدیث

چونکہ نواب صدیق حسن خان صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ اسی طرح ملا علی قاری نے بھی کہا کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جو حضرت ﷺ کی شریعت منسوخ کرے۔ جس قصر نبوت کی حضور ﷺ آخری اینٹ ہیں وہ محل کہاں ہے۔ مولانا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ محل کہاں ہے؟ وہ محل قرآن شریف ہے جو مکمل ہے۔ اب کوئی نئی شریعت نہ آئے گی۔ مبشرات صحابہ کرام کو بھی حاصل تھیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب میں نبوت تھی مگر ان میں سے نبی کوئی کسی کے لئے نہیں آ سکتا اور یہ صرف کامل اطاعت پر ہی آئے گا۔ جزوی اطاعت سے لئے نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کے علاوہ کسی پر نبی کا اطلاق نہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: لیس بینی وبینہ نبی۔

حضرت مولانا: اماماکم منکم نص قطعی ہے اور اس میں حکم عام ہے۔ آئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے عقیدہ میں کیا تو آئیں گے۔ معلوم ہوا کہ نبی آ سکتا ہے۔ مبشرات اجزاء نبوت میں سے ہیں جہاں یہ پائے جائیں گے نبوت ہوگی۔ پھر قرآن کہتا ہے کہ:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

اس آیت میں فرمایا اس امت میں بھی خلیفے اسی طرح آئیں گے جس طرح پہلے آتے تھے۔ پہلے نبیوں کی خلافت بھی ہوتی تھی۔ پس اس امت میں بھی خلافت کے طور پر نبی آ سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر عیسیٰ علیہ السلام ہی دوبارہ آگئے تو ..... كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ..... میں وہ مشبہ بہ ہوں گے اور اس امت میں آنے کی وجہ سے وہ مشبہ بھی ہوں گے اور بلاغت کا قاعدہ ہے کہ مشبہ مشبہ بہ کا غیر ہوتا ہے پس وہ مسیح دوبارہ نہیں آ سکتے۔ پس لازماً حدیث کا موعود کوئی اور ہوگا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: لو عاش ابراہیم لکان صدیقا نبیا

اگر ابراہیم زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے۔

ہاں! یہ ضروری ہے کہ وہ نبی تابع ہو کر آئے اور اس کو حضور ﷺ کی تابع داری میں نبوت

کا مرتبہ بھی ملے۔ تشریعی نبی آنے کے سلسلہ کو ہم بھی حضور ﷺ پر ختم مانتے ہیں اور ہمارا بھی ختم نبوت کے اس معنی پر ایمان ہے۔

حافظ صاحب روپڑی:

مولانا صاحب! آپ بے محل آیتیں اور حدیثیں پیش کرر ہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی آنے کی ایک دلیل بھی آپ نے پیش نہیں کی/ ملا علی قاری اور نواب حسن صاحب کے اقوال سے حجت پیش نہ کیجئے نبی علیہ السلام کی حدیث کوئی ہے تو بتاؤ۔ ہم اِدھر اُدھر نہیں جاتے..... لو عاش ابراهيم ...... میں بھی حرف ''لو'' محال پر داخل ہے۔ حضور کے ﷺ بعد کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ پھر آپ نے ...... مثلي و مثل الانبياء من قبلي ...... والی آیت پڑھی اور اس کا ترجمہ کر کے بتایا کہ حضور ﷺ قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔

مرزا صاحب خود کہتے ہیں: ہر نبوت را بروشد اختتام۔

مولانا صاحب! بے موقع آیات نہ پڑھیئے، میں حافظ قرآن ہوں۔ اس سے زیادہ آیتیں پڑھ سکتا ہوں۔ حضرت مسیح کی آمد ختم نبوت کے خلاف ہرگز نہیں وہ تو حضور ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں۔

قاضی نذیر احمد قادیانی مناظر:

حضرت مولانا! یہ ٹھیک ہے کہ ''لو'' محال پر آتا ہے۔ لیکن یہاں ''لو'' کا لفظ ''عاش'' پر داخل ہے، ان کے نبی ہو سکنے پر نہیں۔ حضرت ابراہیم کا زندہ رہنا محال تھا کیونکہ ان کی موت مقدر ہو چکی تھی اس لئے وہ نبی نہ ہو سکے۔ یہ محال ہونا ان کی زندگی کے بارے میں ہے لکان صديقا نبيا کی جزا سے متعلق نہیں۔ پس نبوت میں رکاوٹ ان کی موت ہے نہ آیت خاتم النبین بلکہ بناء بر فرض حیات ان کی نبوت لازم آجاتی ہے۔ مولوی صاحب! آیت ''من يطع الله والرسول'' کی رو سے اطاعت محمدی سے نبوت مل سکتی ہے۔ یہ کیا وجہ ہے کہ صدیقیت، شہادت اور صالحیت کے مرتبے تو کھلے ہوں اور نبوت کا دروازہ بند ہو جائے۔

مولوی صاحب! حدیث قصرِ نبوت پڑھتے ہوئے آپ مثلي اور مثل الانبياء کے

ساتھ "من قبلی" کے الفاظ کیوں چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ تو صرف ان نبیوں کے کمل کی تعبیر کی ہو رہی ہے جو حضور سے پہلے آئے تھے۔ بعد میں آنے والے نبی کی تو یہاں بحث نہیں مگر افسوس کہ مولانا "من قبلی" کے الفاظ حذف کر گئے۔ مولانا نبی آتے رہیں گے "اما یاتینکم رسل منکم" ہاں کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا نیابت کے طور پر آسکتا ہے۔

(اب حافظ صاحب روپڑی کے بجائے علامہ خالد محمود صاحب تشریف لاتے ہیں)

علامہ خالد محمود صاحب:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ

امابعد! فریق مخالف کی طرف سے بار بار کہا جا رہا ہے کہ "ہم صرف ایسے نبیوں کی آمد کے قائل ہیں جو نئی شریعت نہ لائیں۔ حضور ﷺ کے امتی ہوں۔ تشریعی نبیوں کی آمد کا سلسلہ ہم بھی ختم مانتے ہیں۔"

حضرات! فریق مخالف کا دعویٰ خاص ہے کہ صرف غیر تشریعی نبی ہی آسکتے ہیں۔ تشریعی نہیں اور جو دلائل یہ اپنے حق میں پیش کر رہے ہیں جیسے...... يَا بَنِيْ آدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ...... (الآیۃ) وہ عام ہیں جن میں تشریعی اور غیر تشریعی سب داخل ہیں ان کا دعویٰ خاص ہے۔ اور دلیل عام بس دعوے اور دلیل میں مطابقت نہیں۔ جس دلیل سے یہ تشریعی نبیوں کی آمد اس آیت سے مستثنیٰ کریں گے ہم اسی دلیل سے غیر تشریعی نبیوں کی آمد بھی ختم کر دکھائیں گے۔ قاضی صاحب! دعویٰ میں مطابقت کیجئے۔ ثانیاً یہ آیت قرآنی عالم ارواح کا ایک خطاب ہے جو امت محمدیہ کے لئے اب حکایۃً دہرایا گیا ہے۔ جیسے قرآن پاک میں کئی وقائع ماضیہ مذکور ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ (سورۃ حم السجدۃ: ۳۰) ...... میں جو فرشتوں کا برگزیدہ انسانوں پر اترنا ہے وہ پیرایہ وحی ہرگز نہیں ورنہ تمام ربنا اللہ کہنے والے اور دین پر استقامت سے رہنے والے سب بزرگ نبی ہوتے۔

قاضی صاحب! یہ تو نیکوکاروں کو موت کے وقت جنت کی بشارت دینے والے فرشتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے ساتھ ہی یہ بھی مرقوم ہے:

وَاَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ (سورۃ حم السجدۃ:۳۰)

ترجمہ: ''اور تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔''

اگر مطلق فرشتے کا اترنا ہی وحی اور نبوت ہے تو پھر سب انسان نبی ہیں کیونکہ جب کوئی انسان مرتا ہے تو ملک الموت تو آخر ہر ایک پر اترتا ہی ہے نا!

مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ...... (الایۃ) کی قاضی صاحب نے جو تشریح کی ہے وہ غلط ہے۔ اور تفسیر بالرائے ہے وہ آیات قرآنیہ کے مختلف مقامات کے ٹکڑے ٹکڑے ملا کر خیالی باتیں کر رہے ہیں۔ کسی حدیث صحیح سے اس آیت کی یہ تفسیر دکھائیں جو وہ یہاں کر رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب خود لکھتے ہیں:

> ''جس پاک اور کامل نبی پر قرآن نازل ہوا وہ سب سے بہتر قرآن شریف کے معنی جانتا ہے۔ غرض اتم اور اکمل طریق معنی کرنے کا تو یہ ہے لیکن اگر کسی آیت کے بارے میں حدیث صحیح مرفوع متصل نہ مل سکے تو ادنیٰ درجہ استدلال کا یہ ہے کہ قرآن کی ایک آیت کے معنی دوسری آیات بینات سے کئے جائیں۔'' (تبلیغ رسالت جلد۴، ص۱۹ حاشیہ)

قاضی صاحب! آپ بھی اس آیت کی اپنی پیش کردہ تفسیر کسی صحیح حدیث سے اسی طرح پیش کیجئے جس طرح کہ میں اپنے عقیدہ ختم نبوت پر خود حضور ﷺ کا ارشاد پیش کرتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

> سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ترمذی ج۲، ص:۱۱۲)
>
> ترجمہ: ''میری امت میں سے تیس کذاب اٹھیں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔''

ایک روایت میں دجالون کا لفظ بھی آتا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ وہ کذاب اور دجال قسم کے مدعیان نبوت سب امتی نبی کہلائیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں صریح طور پر امتی کا لفظ ہے۔ بس اگر صرف تشریعی نبوت ختم ہوتی اور غیر تشریعی جاری ہوتی تو حضورﷺ ان امتی نبی کہلانے والوں کو کذاب اور دجال نہ کہتے اور نہ ان کے اس امتی نبی ہونے کے دعوے کو اپنے خاتم النبیین ہونے کے خلاف قرار دیتے۔

قاضی صاحب! یہ تیس کذاب اور دجال مدعیان نبوت وہی ہوں گے جو حضورﷺ کی رسالت کا اقرار کر کے اور تابع نبی کہلا کر نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضورﷺ انہیں لفظ دجال سے ذکر نہ فرماتے کیونکہ دجال وہی ہوتا ہے جو حق اور باطل میں تلبیس کرے "من یخلط الحق بالباطل" اور اگر وہ حضورﷺ کی شریعت کو ہی نہ مانے اور تابع نبی نہ کہلائے پھر تو دجال ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

"دجال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے۔" (تبلیغ رسالت ج ۳، ص ۲۰۰)

قاضی صاحب! آپ کا یہ کہنا کہ تشریعی نبی کا دعویٰ تو خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ لیکن حضور کی نیابت اور ماتحتی کے ساتھ کسی نبی کا مبعوث ہونا ختم نبوت کے خلاف نہیں، بالکل غلط ہے۔

یہ لیجئے مرزا صاحب کا اپنا منظور شدہ فیصلہ "دافع البلاء" میں اس طرح ہے:

"اب کوئی نبی نیا یا پرانا اسرائیلی بطور خلافت کے بھی نہیں آ سکتا۔"

(دافع البلاء ص:۱۹)

اور حدیث میں امتی کا لفظ اور پھر دجال کا لفظ یہ سب بتا رہے ہیں کہ حضورﷺ نے...... خاتم النبیین ...... اور...... لا نبی بعدی ...... کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ امتی کہلانے والے اور میرے تابع نبی کہلانے والے مدعیان نبوت میری ختم نبوت کے خلاف ہیں۔

قاضی صاحب! جس طرح میں نے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر خود لسان شریعت سے دکھائی ہے پھر لا نبی بعدی کے معنی کہ غیر تشریعی نبی بھی نہ آئے گا ثابت کیا ہے، اسی طرح آپ اپنی پیش

کردہ آیات میں سے کسی ایک کی تفسیر حدیث صحیح مرفوع متصل سے پیش کریں ورنہ تسلیم کرلیں کہ آپ کے استدلال بقول مرزا صاحب بہت ادنیٰ درجہ کے ہیں۔ (علامہ صاحب بہت تیز مقرر ہیں وہ دس منٹ میں یہ سب کچھ بیان فرما گئے)

قاضی نذیر احمد صاحب مرزائی مناظر:

(گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ کا مرقع بنے کانپتے ہوئے کھڑے ہوئے، رنگ بدل چکا تھا اور علامہ صاحب کی پہلی تقریر سے ہی اسلام کا بول بالا ہوتا دکھائی دے رہا تھا، لوگ تالیاں بجانے کو تھے کہ بھٹی صاحب نے انہیں اس بات سے روک دیا اور اس طرح پھر قاضی صاحب کو ذرا سہارا ملا)

مولانا! آپ نے ابھی تک ملا علی قاری کی عبارت کا جواب نہیں دیا۔ ہمارا اور آپ کا اصل میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپ بھی حدیث کی رو سے ایک مسیح کا آنا مانتے ہیں، ہم بھی ایک مسیح کی آمد کے قائل ہیں، جس پر نبی اللہ کا لفظ آتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ مسیح موعود حضرت مرزا صاحب ہیں لیکن آپ انہیں نہیں مانتے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ تشریعی نبی تو حضور خاتم النبیین کے بعد نہیں آسکتا۔ لیکن امتی نبی جو حضور کی شریعت کے تابع ہوکر رہے اور اسے حضور کی تابعداری میں ہی نبوت ملے، وہ آسکتا ہے۔ اگر آیت "یَا بَنِیْ آدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ" اور "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلَآئِکَۃُ" تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کے نبیوں پر شامل ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ دعوے اور دلیل میں مطابقت نہیں تو آیت "مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ" تو خاص اسی نبوت کے متعلق ہے جو تابعداری کے ساتھ ملے۔ میری یہ دلیل تو دعویٰ کے مطابق ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ میں نے اس آیت کی تفسیر حدیث صحیح مرفوع متصل سے نہیں کی اور آپ کہتے ہیں کہ یہ ادنیٰ درجہ کا استدلال ہے تو حضرت مولانا! میری بیان کردہ تفسیر کے مقابلہ میں حافظ صاحب (حافظ صاحب روپڑی) نے بھی تو اس آیت کی تفسیر میں کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل پیش نہیں کی۔ اگر میں حدیث صحیح پیش نہیں کرسکا تو عوض معاوضہ گلہ ندارد۔

آپ نے جو تیس مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی حدیث پیش کی ہے۔ یہ وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ اور مسیح موعود کے مابین آئیں گے اور یہ پورے ہو چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود اس حدیث کے تحت نہیں آتے۔ مولانا! آپ نے ابھی تک ملا علی قاری کی عبارت کا جواب نہیں دیا۔ حضرت مولانا! آپ کا اور ہمارا ختم نبوت کے عقیدہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپ بھی ختم نبوت کے باوجود ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا مانتے ہیں اور ہم بھی مسیح موعود کے آنے کو حق سمجھتے ہیں۔ حدیث میں اس آنے والے کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اور آنے والے مسیح موعود سے نبوت ہرگز سلب نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کسی کو نبوت دے کر پھر سلب نہیں فرماتے تو جب آپ بھی ایک کے منتظر ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ جس ایک نے آنا تھا وہ آ گیا تو ہمارا اختلاف صرف یہی ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا کہ نہیں۔ ختم نبوت کے موضوع میں ہم یوں ہی وقت ضائع کر رہے ہیں۔

حضرت علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

حضرات! الحمدللہ کہ قاضی صاحب نے اجرائے نبوت کی بحث میں اپنی پیش کردہ آیتوں کو چھوڑ دیا کہ وہ ان کے دعوے کے مطابق نہیں۔ کیونکہ وہ تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کے نبیوں پر مشتمل ہیں اور قاضی صاحب صرف ایسی نبوت کے اجراء کے قائل ہیں جو محض غیر تشریعی ہو۔ باقی رہا قاضی صاحب کا اپنی پیش کردہ تیسری آیت پر اصرار کہ اطاعت سے نبوت ملتی ہے اور یہ نبوت ملنا باقی ہے۔ سو یہ استدلال بھی صحیح نہیں۔

اولاً قاضی صاحب نے اس آیت کی تفسیر لسان نبوت سے کوئی پیش نہیں کی اور بقول مرزا صاحب استدلال کے ادنیٰ درجہ سے کام لے رہے ہیں۔ اگر حافظ صاحب روپڑی اس کے جواب میں حدیث صحیح پیش نہیں کر سکے تو اس سے حافظ صاحب پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اس لئے کہ اس باب میں مدعی قاضی صاحب ہیں، حافظ صاحب روپڑی مدعی نہ تھے۔ فقط مجیب تھے اور مدعی مجیب کی بیان کردہ دلیل میں فقط دوسرے احتمالات بھی دکھا دے تو مدعی کا دعویٰ ٹوٹ جاتا ہے۔ حافظ صاحب کے ذمہ فقط قادیانی تفسیر پر نقص کرنا تھا، سو انہوں نے کر دکھایا۔ ان کے ذمہ اس آیت سے خود کوئی استدلال نہ تھا۔ مگر قاضی صاحب تو مدعی تھے۔ ان کے ذمہ ہے کہ اس آیت

آپ نے جو تیس مدعیان نبوت کے پیدا ہونے کی حدیث پیش کی ہے۔ یہ دعویدار تو آنحضرت ﷺ اور مسیح موعود کے مابین آئیں گے اور یہ پورے ہو چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود اس حدیث کے تحت نہیں آتے۔ مولانا! آپ نے ابھی تک ملا علی قاری کی عبارت کا جواب نہیں دیا۔ حضرت مولانا! آپ کا اور ہمارا ختم نبوت کے عقیدہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپ بھی ختم نبوت کے باوجود ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا مانتے ہیں اور ہم بھی مسیح موعود کے آنے کو حق سمجھتے ہیں۔ حدیث میں اس آنے والے کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اور آنے والے مسیح موعود سے نبوت ہرگز سلب نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کسی کو نبوت دے کر پھر سلب نہیں فرماتے تو جب آپ بھی ایک کے منتظر ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ جس ایک نے آنا تھا وہ آ گیا تو ہمارا اختلاف صرف یہی ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا کہ نہیں۔ ختم نبوت کے موضوع میں ہم یوں ہی وقت ضائع کر رہے ہیں۔

حضرت علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

حضرات! الحمدللہ کہ قاضی صاحب نے اجرائے نبوت کی بحث میں اپنی پیش کردہ آیتوں کو چھوڑ دیا کہ وہ ان کے دعوے کے مطابق نہیں۔ کیونکہ وہ تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کے نبیوں پر مشتمل ہیں اور قاضی صاحب صرف ایسی نبوت کے اجراء کے قائل ہیں جو محض غیر تشریعی ہو۔ باقی رہا قاضی صاحب کا اپنی پیش کردہ تیسری آیت پر اصرار کہ اطاعت سے نبوت ملتی ہے اور یہ نبوت ملنا باقی ہے۔ سو یہ استدلال بھی صحیح نہیں۔

اولاً قاضی صاحب نے اس آیت کی تفسیر لسان نبوت سے کوئی پیش نہیں کی اور بقول مرزا صاحب استدلال کے ادنیٰ درجہ سے کام لے رہے ہیں۔ اگر حافظ صاحب روپڑی اس کے جواب میں حدیث صحیح پیش نہیں کر سکے تو اس سے حافظ صاحب پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اس لئے کہ اس باب میں مدعی قاضی صاحب ہیں، حافظ صاحب روپڑی مدعی نہ تھے۔ فقط مجیب تھے اور مدعی مجیب کی بیان کردہ دلیل میں فقط دوسرے احتمالات بھی دکھا دے تو مدعی کا دعویٰ ٹوٹ جاتا ہے۔ حافظ صاحب کے ذمہ فقط قادیانی تفسیر پر نقص کرنا تھا، سو انہوں نے کر دکھایا۔ ان کے ذمہ اس آیت سے خود کوئی استدلال نہ تھا۔ مگر قاضی صاحب تو مدعی تھے۔ ان کے ذمہ ہے کہ اس آیت

کی تفسیر یا تو حدیث صحیح مرفوع متصل سے پیش کریں یا تسلیم کریں کہ وہ بقول مرزا صاحب ادنیٰ درجہ کے استدلال سے کام لے رہے ہیں۔

ثانیاً یہ آیت قاضی صاحب کے استدلال کی روشنی میں بھی قاضی صاحب کے دعوے کے مطابق نہیں، قاضی صاحب اس آیت سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ غیر تشریعی نبوت باقی ہے جو اطاعت سے ملتی ہے۔ حالانکہ اس محال شرعی کو (کہ اطاعت سے نبوت مل سکتی ہے) تسلیم کرنے کی صورت میں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر تشریعی نبوت باقی ہے۔ کیونکہ اطاعت سے اگر (قادیانی استدلال کے مطابق) غیر تشریعی نبوت مل سکتی ہے تو تشریعی نبوت بھی تو مل سکتی ہے۔ قاضی صاحب کے دعوے اور دلیل میں پھر مطابقت نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالاتفاق صاحب شریعت اور صاحب کتاب نبی تھے، جنہیں انجیل دی گئی۔ انہیں بھی نبوت بقول مرزا صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے ملی تھی۔

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

> ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ رسول اللہ کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا۔ (چشمۂ مسیحی ص:۶۷ حاشیہ)

پس اگر اطاعت سے نبوت کا ملنا مان بھی لیا جائے تو پھر تو دونوں دروازے کھلے ہیں تشریعی بھی اور غیر تشریعی بھی۔ جس دلیل سے فریق مخالف ایک دروازے کو بند کرے گا کہ تشریعی نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ تو اسی دلیل سے ہم دوسرے دروازے کو بھی بند کر دکھائیں گے کہ غیر تشریعی نبی بھی کوئی نہیں آ سکتا۔ قادیانی مناظر میں اگر کوئی ہمت اور صداقت ہے تو قرآن پاک کی کوئی ایک آیت ایسی پیش کریں جو ان کے دعوے (غیر تشریعی نبوت کے اجراء) کے مطابق ہو۔ یہ کیا کہ دعویٰ کچھ اور دلیل کچھ۔ ہاں! قادیانی استدلال ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ثالثاً اس آیت شریفہ ...... مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ...... میں آخرت کی بشارت دی جا رہی ہے کہ جو خدا اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کریں گے، ان کی آخرت ایسی ہوگی۔ یہ آخرت کسی نیک رفاقت کا بیان ہے۔ دنیا میں درجات

ملنے کا بیان نہیں۔ایک صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اگر میرا عمل صحیح ہو تو کیا جنت میں مجھے آپ کی رفاقت حاصل ہو گی۔حضور ﷺ نے فرمایا...... انت مع احببت ...... اور ترمذی شریف میں ہے ...... من احبنی کان معی فی الجنة ...... اس سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت کے محاورے اور اسلام کے اسلوب میں جہاں بھی معیت کی بشارت ہو، اس سے مراد آخرت کی رفاقت ہے۔میں قاضی صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ پورے قرآن میں الحمد سے لے کر والناس تک ایک آیت پیش کریں جس میں:

(۱)...... اطاعت پر کسی اجر ملنے کا بیان ہو۔

(۲)...... وہ اجر ایک ذاتی حیثیت کا نہ ہو بلکہ ایک معیت کی بشارت ہو۔

(۳)...... اور اس کا محل وقوع یہ دار العمل ہو دار الاجر نہ ہو۔

قاضی صاحب! آپ ایک تو ایسی آیت پیش کریں جو آپ کے دعوے کے مطابق ہو۔ آپ کے استدلال اب سب ختم کیوں ہو گئے۔

حضرات! میں نے ختم نبوت کی تفسیر خود لسان نبوت سے یہ پیش کی تھی کہ لا نبی بعدی اور اس کے معنی یہ بتائے تھے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی امتی نبی اور تابع نبی بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

قاضی صاحب! آپ نے میرے استدلال کا کوئی جواب نہیں دیا۔آپ کا یہ کہنا ہے کہ وہ تیس جھوٹے مدعیان نبوت مرزا صاحب سے پہلے پہلے کے ہیں۔اور یہ کہ ان کا عدد پورا ہو چکا ہے، یہ بھی صحیح نہیں۔

مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ یہ تیس قیامت تک کے دور کے لئے ہیں۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا کے آخیر تک قریب تیس کے دجال پیدا ہوں گے۔

(ازالہ اوہام جلد ا، ص:۹۸)

اور پھر آپ جو گنتی کر رہے ہیں حضرت قاضی صاحب! گنتی اس طرح پوری نہیں ہوتی۔ یہ تیس وہ ہیں جنہیں اپنے وقت میں کچھ شوکت اور قوت بھی نصیب ہو گی۔

(دیکھو فتح الباری جلد ۶، ص ۹۸)

محدثین نے اس کے معنی یہی بیان کیے ہیں۔آپ شوکت اور قوت کی اس قید کے ساتھ

تمیں کی گنتی شمار کرائیں، نہیں تو پھر اس میدان میں آنے سے توبہ کیجئے۔
باقی آپ کا یہ کہنا کہ ختم نبوت پر ہمارا اصلی نزاع نہیں، ایک مسیح کا آنا تو آپ بھی مانتے ہیں یہ اصل موضوع سے فرار ہے۔ جب تک آپ ختم نبوت کے اسلامی معنوں کا اقرار نہ کرلیں یا اپنی شکست کا اقرار نہ لکھ دیں مسیح موعود کے موضوع پر ہم قلم اٹھانے کو تیار نہیں۔ آپ پہلے مناظرہ میں اپنی شکست کا اعلان کر دیں۔ پھر میں اسی مجلس میں اس دوسرے موضوع پر بھی مناظرہ کرنے کو تیار ہوں۔

قاضی نذیر احمد صاحب:

مولانا! آپ اب لوگوں سے تالیاں لگوا کر ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش نہ کریں۔ آپ نے ابھی تک ملا علی قاری کی عبارت کا جواب نہیں دیا۔ آپ یونہی خواہ مخواہ مرزا صاحب کی عبارت پیش کر رہے ہیں۔

(قادیانی ایڈووکیٹ منور لطف اللہ صاحب مداخلت کرتے ہوئے: آج کے مناظرہ کے لئے شرط یہ ہے کہ استدلال صرف قرآن وحدیث سے ہوگا، اس لئے مرزا صاحب کی کتابیں پیش نہیں ہوسکتیں)

علامہ خالد محمود صاحب:

اس شرط کے باوجود مرزا صاحب کی کتابیں پیش ہوسکتی ہیں۔ اس لئے کہ حدیث کے کہتے ہیں؟ حدیث کہتے ہیں کلام پیغمبر کو۔ اگر مرزا صاحب خدا کے پیغمبر تھے تو یہ سب کتابیں آپ کے لئے احادیث ہیں۔ جس جس شخصیت کو ہم پیغمبر مانتے ہیں، ان کا کلام ہمارے لئے حدیث اور حجت۔ ہاں! آپ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے کوئی استدلال نہیں کر سکتے کیونکہ وہ کسی کے نزدیک نبی نہیں۔ آج کے مناظرہ میں یہ شرط ہے کہ استدلال صرف قرآن وحدیث سے ہوگا۔

قاضی نذیر احمد صاحب:

(پھر قاضی صاحب یوں گویا ہوتے ہوئے:)

حضرات! ختم نبوت کے موضوع پر ہم یوں ہی وقت ضائع کر رہے ہیں۔ جب ہم دونوں فریق مانتے ہیں کہ ختم نبوت کے بعد بھی ایک نبی آ سکتا ہے۔ آپ اس مسیح ناصری کا آنا مانتے ہیں اور ہم مرزا صاحب کو ان احادیث کا مصداق سمجھتے ہیں جن میں ایک آنے والے کی خبر دی گئی ہے۔ میں تو ختم نبوت کے عقیدے میں دونوں فریق کو ایک ہی طرح سمجھتا ہوں۔ اب صرف نبوت کے اجزاء باقی ہیں...... لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ...... جس میں کامل طور پر پائے جائیں گے وہ نبی ہوگا۔ باقیوں میں نبوت تو ہوگی لیکن ان کے لئے حدیث میں نبی کا لفظ نہیں آتا۔ کیونکہ ان میں کامل اجزاء نہ تھے۔ جس مسیح نے آنا تھا وہ آ گئے۔ اور وہ حضرت مرزا صاحب تھے اگر اسی مسیح ناصری نے آنا ہو تو قرآن کہتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

اور اس صورت میں حضرت مسیح مشبہ میں بھی داخل ہیں اور مشبہ بہ میں بھی۔ حالانکہ مشبہ مشبہ بہ کا غیر ہوتا ہے۔ میری اس دلیل کا ابھی تک جواب نہیں دیا گیا۔

حضرات! حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو صاحب انجیل تھے، انہوں نے اب نہیں آنا، وہ فوت ہو چکے ہیں۔ پس جس موعود کی خبر احادیث میں ملتی ہے، وہ حضرت مرزا صاحب ہی ہیں جو حضور کے تابع ہیں اور امتی نبی ہیں۔ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شریعت والا نبی نہیں آ سکتا۔ اگر کسی نبی کے آنے کا امکان ہی نہ تھا تو حضور نے کیوں فرمایا:

"لو عاش ابراھیم کان صدیقا نبیا"

حافظ صاحب روپڑی کہہ رہے تھے کہ حرف "لَو" محال پر آتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ لفظ "لَو" ...... عَاشَ ...... پر داخل ہے، ان کی نبوت پر نہیں۔ حضرت ابراہیم کا زندہ رہنا محال تھا۔ کیونکہ موت ان کے لئے مقدر ہو چکی تھی۔ ان کے بناء بر زندگی نبی ہونا محال نہ تھا۔ میری اس بات کا روپڑی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ چونکہ آپ ان کی وکالت کر رہے ہیں، اس لئے اس کا جواب بھی آپ کے ذمہ ہے۔

حضرات! جس نے آنا تھا، وہ آ گیا اور خاتم النبیین کے بعد ایک ہی کے آنے کا وعدہ تھا اور وہ مسیح موعود تھا۔

علامہ خالد محمود صاحب:

بے شک آپ وقت ہی ضائع کر رہے ہیں۔ کیونکہ دلائل کے باب میں تو آپ کے ڈھول کا پول کھل چکا۔ آپ کا یہ کہنا کہ مسیح کی آمد کا انتظار تھا وہ آچکا اور وہی مرزا صاحب ہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب پر وہ علامات پوری نہیں اترتیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے متعلق صحیح احادیث میں موجود ہیں۔ اور آپ کے نزدیک بھی ممکن اور بہت ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں اور مسیح بھی آجائے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> "ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہر الفاظ بھی صادق آسکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔"
>
> (ازالہ اوہام جلد اول ص ۹۸)

یہ میرے ہاتھ میں آئینہ کمالات اسلام ہے۔ اس میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عیسائیوں کی غلط تعلیمات اور ان کے دجل و فریب کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت کو دوبارہ جوش آیا اور اس نے مثالی طور پر دنیا میں دوبارہ اپنا نزول چاہا جو موجودہ فتنوں کے لحاظ سے اپنی جگہ کافی ہے۔ لیکن دنیا میں جب پھر فساد اور شرک و ظلم عود کرے گا تو تیسری مرتبہ پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آکر جلالی طور پر اپنا نزول کرے گی۔ تب ایک قہری شہر شبیہ میں اس کا نزول ہوگا تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔

(آئینہ کمالات اسلام مختصراً ص ۲۸۲، ۲۸۳)

قاضی صاحب! جب بقول مرزا صاحب ابھی اور انتظار باقی ہے اور وہ مسیح اب بھی منتظر ہے جس پر احادیث منطبق اتر سکیں تو آپ خواہ مخواہ مرزا صاحب کو درمیان میں کیوں لا رہے ہیں؟

وہ اگر اپنے دعوے میں سچے بھی ہوں تو صرف اپنے وقت کے لئے تھے ہمیشہ کے لئے نہیں۔ خود لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں ہاں اس زمانہ کیلئے میں مثیل مسیح ہوں۔"

(ازالہ اوہام ص ۹۸)

بہرحال! آپ مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کی بحث میں نہ پڑیں۔ اگر اس پر بحث کرنی ہے تو پھر کریں۔ اب تو ختم نبوت کا موضوع ہے۔ اس پر اگر آپ کچھ کہہ سکتے ہیں تو کہیں۔ آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اس مسئلہ میں، میں دونوں فریقوں کو ایک جیسا سمجھتا ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ دونوں کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں (قاضی صاحب کی ایک آنکھ بھی مرزا صاحب کی طرح بھینگی تھی) لیکن یہ دھوکہ اور مغالطہ ہے کہ آپ حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ...... کی رو سے صرف اجراء مبشرات کا بقا ثابت ہے۔ نبوت کا اجراء قطعاً نہیں۔ چینی بے شک سکنجبین کا جزو ہے۔ کیونکہ سکنجبین پانی لیموں، چینی اور برف سے بنتی ہے۔ لیکن ہم چینی کو سکنجبین نہیں کہہ سکتے کہ بوریوں میں چینی جا رہی ہو اور ہم کہیں کہ بوریوں میں سکنجبین جا رہی ہے۔ اگر چینی کی بوریاں سکنجبین نہیں کہلا سکتیں تو فقط سچے خواب نبوت بھی نہیں کہلا سکتے۔

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

"کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں سچی خواب دیکھا کرتی ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۴۸ حاشیہ)

پھر لکھتے ہیں:

"راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ محض سچے خوابوں کو نبوت قطعاً نہیں کہا جا سکتا اور ایک جزو کی تحقیق سے کل کا وجود تسلیم کر لینا ہرگز صحیح نہیں۔ اگر کہیں آکسیجن گیس ہو تو ہم اسے پانی بالکل نہیں کہیں گے حالانکہ وہ پانی کا جزو ہے۔ پانی اسے ہی کہیں گے جو پورا پانی ہوگا خواہ وہ ایک چلو بھر ہو یا ایک پورا دریا۔

مسیح ناصری کا آنا آیت...... وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ...... کے خلاف ہرگز نہیں اور مشبہ مشبہ بہ کی مغائرت کے لئے افراد کا تغائر ضروری نہیں۔ صفات کا تغائر بھی کافی ہے۔ جو ایک فرد واحد پر ہی مختلف وقتوں میں پوری اتریں۔ حضرت مسیح جس حیثیت سے مشبہ بہ میں داخل ہیں وہ اور اعتبار ہے اور جس حیثیت سے وہ مشبہ میں داخل ہوں گے وہ اور اعتبار ہے...... لولا لا عتبارات لبطل الحکمۃ ......

ہاں! یہ کہنا کہ جس طرح پہلی اُمتوں میں خلافت نبیوں میں ہی چلتی تھی، اس اُمت میں بھی اس طرح چلے گی، یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ مشبہ مشبہ بہ میں ہر اعتبار سے مشابہت ضروری نہیں ہوتی۔ زید کو اگر شیر کہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کی دم بھی ہے۔ مشبہ مشبہ بہ میں کسی ایک مشابہت میں سے بھی ارادہ تشبیہ پورا ہو جاتا ہے۔ ہر جہت سے مشابہت کا تقاضا علم بلاغت میں عدم بلاغت ہے۔ باقی قاضی صاحب کا یہ استدلال کہ ...... لو عاش ابراھیم کان صدیقا نبیا ...... یہ بھی صحیح نہیں۔

اولاً...... یہ حدیث عقائد کے باب میں کمزور ہے۔ عقیدہ جیسے اہم باب میں اس سے استدلال صحیح نہیں۔ اس کے راوی ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ میں کلام ہے۔ امام احمد ابن عبدالبر نے اس کی تضعیف کی ہے۔ سید جمال الدین محدث نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ شیخ الاسلام علامہ عینی نے تو "متفق علی ضعفہ" بھی فرما دیا ہے۔ پھر اصل الفاظ جو بخاری میں موقوفاً مروی ہیں ان میں لو حرف شرط "ابراہیم کے زندہ رہنے" پر داخل نہیں۔ بلکہ "ان کے نبی ہو سکنے" پر داخل ہے۔ اور لو چونکہ محال پر آتا ہے اس لئے معنی نہ ہوئے کہ صاحبزادہ ابراہیم کو نبوت ملنا ہی ممکن نہ تھا۔ کیونکہ نبوت ملنا حضور ﷺ پر ختم ہو چکا۔ اصل حدیث بخاری میں یوں ہے جو ابن ابی اوفیٰ سے منقول ہے:

لو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نبی عاش

ابنه ولكن لا نبی بعدنا ...... (جلد نمبر ۲، ص ۹۱۴)
اگر یہ ہوسکتا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتو آپ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا۔ لیکن حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ حدیث لا نبی بعدی کا معنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک کیا تھا۔ اگر انقطاع سلسلہ نبوت کے اس اعلان کا مطلب یہی ہوتا کہ ایک قسم کی تشریعی نبوت ختم ہے اور غیر تشریعی باقی ہے تو حضرت ابن ابی اوفیٰ اسے استدراک کے طور پر صاحبزادہ ابراہیم کے نبی ہوسکنے کے خلاف ہرگز قرار نہ دیتے۔ کیونکہ یہ احتمال رہتا ہے کہ شاید وہ تشریعی نبی ہوجائیں۔ اس صورت میں لا نبی بعدی سے کوئی تعارض نہ تھا۔ لیکن ابن ابی اوفیٰ کا انداز بیان ہر قسم کی نبوت کو حدیث لا نبی بعدی کے خلاف بتلا رہا ہے ورنہ سیاق وسباق میں کوئی ربط نہیں رہتا۔

قاضی صاحب! میں نے آپ کے تمام اعتراضات کا نام لے لے کر جواب دے دیا ہے۔ اب آپ میں اگر کچھ ہمت اور کچھ بھی علم ہے تو میرے جوابات پر ایک ایک کرکے جرح کریں ورنہ حضور ﷺ کو صحیح اسلامی مفہوم میں خاتم النبیین تسلیم کرلیں۔

قاضی نذیر احمد صاحب:

ہم بھی حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ بایں معنی کہ آپ پہلے سب نبیوں کے مصدق تھے مگر افسوس کہ آپ نے ابھی تک ملا علی قاری کی عبارت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ ابن ابی اوفیٰ کی بات لیتے ہیں۔ ہم ملا علی قاری کی۔ پس غیر انبیاء کی بات سے حجت پکڑنے میں ہم دونوں برابر ہوگئے۔

ہم یقیناً حضور کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اس طرح کہ آپ پہلے کے سب نبیوں کے مصدق تھے اور آپ کے بعد واقعی کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت منسوخ کرے۔ مسیح موعود کا آنا دونوں فریقوں میں مسلم ہے۔ آپ ہی کہتے ہیں کہ وہ مسیح ناصری آسمان سے اُتریں گے حالانکہ آسمان سے اترنے کا کہیں ذکر نہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ مسیح موعود اسی امت کا ایک فرد ہے۔ جس میں کہ حقیقت عیسوی اتری ہوگی پس جس طرح آپ خاتم النبیین کے بعد بھی ایک نبی

کی آمد جائز قرار دیتے ہیں اور یہ ختم نبوت کے خلاف نہیں تو ہم مسیح موعود کو نبی اللہ مان کر ختم نبوت کے مخالف کیسے ہو گئے؟ خاتم النبیین کا معنی ہی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ یہی معنی ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کیے ہیں۔ اگر آپ ابن ابی اوفیٰ کے ہم اعتقاد ہو کر ختم نبوت کے منکر نہیں تو ہم ملا علی قاری کے ہم خیال ہو کر ختم نبوت کے منکر کیسے ہو گئے۔ ہمت ہے تو ملا علی قاری کو اپنا ہم خیال ثابت کریں۔

حضرات! حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو تشریعی نبی تھے۔ جب وہ آپ کے اعتقاد کے مطابق قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے تو کیا ان کی نبوت سلب ہو جائے گی۔ یا وہ اس وقت بھی نبی ہوں گے۔ اگر نبی ہوں گے تو ان کی نبوت کیا ختم نبوت کے خلاف نہ ہوگی۔ بخلاف اس کے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اسی امت کا ایک فرد مسیح موعود کا مقام پائے گا۔ اس صورت میں وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا۔ کیونکہ وہ امتی نبی ہے۔ مستقل شریعت والا مسیح ناصری نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

حضرات! فریق مخالف کی طرف سے بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی ختم نبوت کے خلاف کیوں نہیں؟

حضرات! پہلے ہمارا عقیدہ سن لیجئے۔ پھر مسئلہ زیر بحث پر غور کیجئے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے پیغمبر ہیں، وہ قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرمائیں گے اور ان کی یہ آمد علامات قیامت میں سے ہوں گی۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو وہ نبی تو بدستور ہوں گے۔ ان سے نبوت ہرگز مسلوب نہ ہوگی۔ لیکن اس وقت ان کی نبوت یہاں نافذ نہ ہوگی بلکہ اس لئے کہ یہ دور، دورِ محمدی ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے اور اس طرح اُمتی بن کر رہیں گے۔

مثال یوں سمجھئے کہ جس طرح ضلع منٹگمری کا ڈپٹی کمشنر کسی سرکاری کام کے لئے لاہور آ جائے تو وہ ڈپٹی کمشنر بدستور ہوگا۔ اسے ڈپٹی کمشنر کی مراعات اور تکریمات بھی حاصل ہوں گی۔

لیکن اس کی ڈپٹی کمشنری یہاں لاہور میں نافذ نہ ہوگی۔ بلکہ وہ یہاں کے ڈپٹی کمشنر کے احکامات کے تابع ہوگا۔ اسی طرح یقین کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ تو ہوں گے مگران کی نبوت اس آمد ثانی پر نافذ نہ ہوگی۔ بلکہ وہ حضور ﷺ کی شریعت کی تابع اور اُمتی ہو کر رہیں گے۔

قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ مسیح ناصری کی آمد ختم نبوت اور حدیث لانبی بعدی کے خلاف ہے، صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ختم نبوت اور حدیث لانبی بعدی کی رو سے حضور ختمی مرتبت کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور کسی کو نبوت ملے گی نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو حضور ﷺ سے پہلے پیدا ہوئے اور پہلے ہی مبعوث ہوئے وہ بھی سب کے سب مر چکے ہیں اور ان میں سے اگر کوئی زندہ ہو تو حضور ﷺ کی ختم نبوت قائم نہیں رہتی۔ جس طرح اس ہال میں لوگ باری باری آئے اور کئی جاتے بھی رہے تو جو آخر میں داخل ہوا وہ خاتم الداخلین تو ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے آنے والے سب مر چکے ہیں۔ اس کے آخر میں آنے کو ان امور میں سے کوئی لازم نہیں۔

مرزا غلام احمد خود اپنے ماں باپ کی آخری اولاد تھے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ پیٹ سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا پیدا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔'' (تریاق القلوب ص۱۵۷)

مرزا صاحب کے خاتم الاولاد ہونے کا اگر یہ مطلب نہیں کہ ان کے پہلے کے سب بھائی بہن مر چکے تھے اور وہ والدین کے پاس پھر آتے جاتے نہ تھے تاکہ مرزا صاحب کا خاتم الاولاد ہونا غلط نہ ہو جائے تو حضور خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کا یہ مطلب کیسے نکل آیا کہ اگر حضور ﷺ سے پہلے کا کوئی نبی زندہ ہو اور پھر اس کا آنا جانا بھی ہو تو اس سے ختم نبوت قائم نہ رہے گی۔ ہاں! آنے جانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی اپنی نبوت نافذ نہ ہو۔ بلکہ وہ تابع ہو کر رہے۔ یاد رکھئے! کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کا مطلب یہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور پہلوں سے اگر کوئی آپ کی سلطنت میں آجائے تو وہ بھی تابع

ہو کر رہے گا۔

قاضی نذیر احمد صاحب بار بار ملا علی قاری کا نام پیش کر رہے ہیں۔ ہم ملا علی قاری سے ہی یہ مطلب دکھاتے ہیں کہ لا نبی بعدی کا مطلب ہے کہ کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔

دیکھئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فالمعنی انه لا یحدث بعده لا نبی لانه خاتم النبیین السابقین

(مرقات ج ۵، ص ۵۶۴)

ترجمہ: "پس معنی یہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں۔"

(نماز مغرب کا وقفہ)

قاضی نذیر احمد صاحب قادیانی مناظر:

مولانا! یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہی مسیح ناصری آسمان سے اتریں گے۔ آسمان سے اُترنے کا آپ نے کوئی ثبوت نہیں دیا۔ حضرت! وہ اسی اُمت میں پیدا ہوں گے اور یہ موعود امتی نبی ہوں گے۔

حضرت مولانا! آپ نے ابھی تک ملا علی قاری کی موضوعات کبیر والی عبارت کا جواب نہیں دیا۔ آں حضرت فرماتے ہیں ...... لو عاش ابرا هیم لکان صدیقا نبیا...... اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوتے تو وہ اُمتی نبی بن کر رہتے۔ پس یہ خاتم النبیین کے خلاف نہیں، کیونکہ خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ:

لا یاتی نبی بعده ینسخ ملة ولم یکن من امته (موضوعات)

ترجمہ: "آپ کے پاس کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو۔"

ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن پاک کی شریعت آخری شریعت ہے۔ اب کوئی ایسا نبی ہرگز نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت منسوخ کرے لیکن آپ کی تابعداری سے اگر نبوت ملے تو

امتی نبی ہوگا، حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ یہی تھا کہ میں امتی نبی ہوں وہ صاحب شریعت نبی ہرگز نہیں اور انہیں نبی تسلیم کرنے سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔

علامہ خالد محمود صاحب:

قاضی صاحب! آپ موضوع سے فرار کیوں کر رہے ہیں؟ اصل موضوع ختم نبوت ہے، مسیح ناصری کی آمد ثانی نہیں۔ مگر آپ چونکہ بار بار اسی پر اصرار کر رہے ہیں کہ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا کسی جگہ ثابت نہیں بلکہ وہ اس امت میں پیدا ہوں گے۔ اس لئے ضمناً یہ بھی بیان کئے دیتا ہوں، لیجئے! مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

> مثلاً صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب آسمان [1] سے اُتریں گے تو ان کا لباس زرد ہوگا اس لفظ کو ظاہری لباس پر حمل کرنا کیسا لغو خیال ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۴۱)

([1] صحیح مسلم میں آسمان کے لفظ ہرگز موجود نہیں۔ یہ امام مسلم پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ ہاں آسمان سے اترنے (من السماء) کے الفاظ کتاب الاسماء والصفات البیہقی ص ۱۰۳ مطبوعہ الہ آباد میں ضرور موجود ہیں۔ کنز العمال میں بھی من السماء کے الفاظ کی تائید موجود ہے۔ جس طرح مرزا غلام احمد نے یہاں امام مسلم پر بہتان باندھا ہے اسی طرح ازالہ اوہام جلد۱، ص ۲۳ میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر یہ جھوٹ باندھا ہے کہ آپ نے حدیث میں فرمایا تھا "ہل ھو امامکم منکم" حالانکہ یہ کسی روایت میں موجود نہیں ہے۔ کوئی حق پسند مرزائی یہ الفاظ کسی کتاب حدیث میں دکھائے یا مرزائیت ترک کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے)

آپ کو ملا علی قاری کی موضوعات پر بڑا ناز ہے۔ قاضی صاحب! ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوتے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہم السلام کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک ان کا زندہ رہنا مقدر ہوتا تو پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر ہی رہتے۔ قاضی صاحب! اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔

جب ہم ابراہیم کے زندہ رہنے کو فرض کر لیں اور اس پر ان کی نبوت بھی متفرع کر لیں تو ضروری نہیں کہ اس میں حضرت ابراہیم اپنے سارے تشخصات کے ساتھ ملحوظ ہوں کہ وہ حضور ﷺ کے بیٹے بھی ہوں اور حضور ﷺ کے بعد ہی پیدا بھی ہوئے ہوں۔ یہ سارا بیان چونکہ محض فرضی صورت میں واقع ہے، اس لئے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جو بھی امکانات نبوت تجویز ہوگا وہ ان کے تمام تشخصات سے قطع نظر محض بر بیان امکان مبنی ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ مقدر ہوتا کہ وہ نبی ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں حضور ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ، خضر اور الیاس علیہم السلام کی طرح کا نبی بناتا۔ اس میں یہ ضروری نہ تھا کہ پھر حضرت ابراہیم حضور ﷺ کے بیٹے بھی ہوتے۔ حضرت ابراہیم پر یہ حکم اور تفریع انہیں ان کے جمیع تشخصات سے جدا کر کے محض بنا بر امکان لگایا جا رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اگر نبی ہوتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہوتے کہ ان کی بعثت بھی حضور ﷺ کی بعثت سے پہلی کی ہوتی اور ان کا امت محمدیہ میں بقا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بقا اور ان کی آمد ثانی کی طرح ایک امتی کی حیثیت میں ہوتا۔

چنانچہ سیدنا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح بھی کردی ہے:

كعيسىٰ والخضر والياس (موضوعات کبیر ص ۵۸)

ترجمہ: حضرت ابراہیم اگر نبی ہوتے تو عیسیٰ، خضر اور الیاس کی طرح ہوتے (جو مبعوث بھی حضور ﷺ سے پہلے کے تھے اور ان کا بقاء بھی حضور ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت میں ہے)

پھر ہمیں اس کی تائید بھی اس حدیث سے ملتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی (اس عالم دنیا میں) زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع سے چارہ نہ تھا۔

اب ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت حضور ﷺ سے پہلے کی تھی۔ پس بنا بر تقدیر نبوت حضرت ابراہیم وہ یقیناً حضور ﷺ سے پہلے ہی مبعوث ہوتے۔

حضرات! یہ ساری بحث جس حدیث پر مبنی ہے وہ خود ضعیف ہے ...... لو عاش ابراهيم لكان صديقا نبيا ...... کو محدثین باطل اور بے اصل قرار دے چکے ہیں۔ افسوس کہ قاضی صاحب کے پلے میں کوئی بھی ٹھوس بات نہیں۔

قاضی نذیر احمد قادیانی:

مولانا! مجھے اس سے بحث نہیں کہ حدیث...... لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا ...... صحیح ہے یا ضعیف۔ میں تو یہ بیان کر رہا ہوں کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کہا ہے اور ان کا عقیدہ کیا ہے۔

حضرات! ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آن حضرت کے بعد کسی ایسے نبی کا آنا جو صاحب شریعت نہ ہو، عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

''خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو۔''

علامہ خالد محمود صاحب:

(ٹوکتے ہوئے) قاضی صاحب! یہ عبارت پیچھے سے پڑھیں۔

قاضی نذیر احمد:

آپ کو میری باری میں بولنے کا کوئی حق نہیں، اپنی باری جو چاہیں کہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مجھے آپ کی باری میں صحیح حوالہ کے لئے پوچھنے کا حق ہے۔ آپ عبارت پیچھے سے پڑھیں۔

قاضی نذیر احمد:

میں عبارت پیچھے سے پڑھنے کیلئے قطعاً تیار نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

آپ پیچھے سے عبارت پڑھنے کے لئے تیار نہیں تو میں آپ کو آگے چلنے دینے کے لئے

بھی تیار نہیں۔

قادیانی مبلغ مولوی عبداللطیف مولوی فاضل:

تو کیا آپ کے کہنے پر ہم ساری کتاب پیچھے سے پڑھیں؟

علامہ خالد محمود صاحب:

نہیں، ساری کتاب نہیں بلکہ جہاں سے یہ بحث شروع ہوتا ہے وہاں سے تو پڑھیں۔

قاضی نذیر احمد:

حضرات! آپ میری بھی تو سنیں۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ عبارت پیچھے سے ہرگز نہیں پڑھوں گا۔

(سامعین تالیاں بجانے لگتے ہیں مگر انہیں روک دیا جاتا ہے)

قاضی نذیر احمد:

(اپنی بات جاری رکھتے ہوئے) حضرات! ہم بھی آنحضرت کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور ملا علی قاری بھی لفظ خاتم النبیین کی یہی معنی بتاتے ہیں۔ پھر جو فتویٰ ہم پر لگایا جاتا ہے وہی ملا علی قاری پر بھی لگنا چاہئے۔ حضور کی سچی اطاعت سے نبوت مل سکتی ہے مگر نبی کا اطلاق صرف مسیح موعود کے لئے ہی کیا گیا ہے اور حدیث میں اسے نبی اللہ کہا گیا ہے۔

مولانا! آپ جو مرزا صاحب کے حوالے پیش کر رہے ہیں کیا آپ ہمیں گالیاں دلوانا چاہتے ہیں؟ یہ کیا شرافت ہے کہ میں بات کرتا ہوں لوگ ہنستے ہیں۔ کیا یہی اخلاق اسلام نے پیش کئے ہیں۔ حضرات! ہم دونوں فرقوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح موعود نے آنا ضرور ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

حضرات! قاضی صاحب بار بار ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کر رہے ہیں اور خود انہیں اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ موضوعات کبیر کی پیش کردہ عبارت پیچھے سے پڑھیں جہاں سے کہ

مضمون شروع ہو رہا ہے۔ کیا یہ بددیانتی اور خیانت نہیں؟

حضرات! یہ ساری بحث جس حدیث کے متعلق ہے وہ ...... لو عاش ابراہیم لکان صدیقا نبیا ...... ہے۔ اور اسی سے قاضی صاحب نے پہلا استدلال بھی کیا تھا اور اسی کے ضمن میں وہ عبارت ہے جسے قاضی صاحب سیاق و سباق سے کاٹ کر اپنے مذہب کی حمایت میں پیش کر رہے ہیں۔

قاضی صاحب! لائیے موضوعات کبیر (اس پر قادیانی اپنی کتاب موضوعات کبیر علماء صاحب کے پاس لے کر آتے ہیں اور کتاب انہیں پکڑا دیتے ہیں)

حضرات! یہ میرے ہاتھ میں موضوعات کبیر ہے اور اس کا یہ صفحہ ۵۸ ہے۔ یہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فصل قائم کر کے یہ بحث شروع کی ہے۔ دیکھئے! شروع میں ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> امام احمد اس حدیث کو باطل قرار دے چکے ہیں۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں میں اس حدیث کو جانتا ہی نہیں .... الخ

حضرات! اس حدیث کی جرح کو برقرار رکھتے ہوئے (کیونکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ "وغرابتہ لاتخفی" کہہ کر اس کی تائید ہی کی ہے) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصل مقام سے اُتر کر علی سبیل التنزل فرماتے ہیں کہ ان جوابات کے ساتھ ایک جواب یہ بھی ہے کہ اگر حضرت ابراہیم کے لئے نبوت مقدر بھی ہوتی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پا بھی لیتے تو ان کی نبوت یقیناً حضرت عیسیٰ، خضر اور الیاس علیہم السلام کی طرح ہوتی۔ (کہ ان کو نبوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی مل چکی ہوئی ہوتی اور عہد محمدی پانے کی صورت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور امتی ہو کر بھی رہتے) اور حضرت ابراہیم کا اس طرح کا نبی ہونا آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں۔ اس کی تقویت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

> "اگر موسیٰ علیہ السلام بھی اب (زمین پر) زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع سے چارہ نہ تھا۔"

حضرات! اس عبارت کا وہ حصہ جو قاضی نذیر احمد صاحب نے دانستہ طور پر چھوڑ دیا تھا وہ

آپ کے سامنے آچکا۔تاہم مزید وضاحت کے لئے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت جو ان کی دوسری کتابوں اور عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہے، سن لیجئے! پھر اس کی روشنی میں اسی عبارت کو حل کیجئے جو موضوعات کبیر سے پیش کی جا رہی ہے۔آپ جب اسے محکم عبارات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں گے تو پھر موضوعات کبیر کا الجھاؤ بھی آپ کے سامنے خود ہی حل ہو جائے گا۔

لیجئے ملا علی قاری ملحقات ص ۱۸۳ پر اہل کذب و تلبیس کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

وقد یکون فی ھؤلاء من یستحق القتل مکن یدعی النبوۃ بمثل ھذہ الخزعبیلات او یطلب تغیر شیء من الشریعۃ و نحو ذالک

ترجمہ: ''اور کبھی ان میں وہ لوگ بھی ہوئے ہیں جو دعویٰ نبوت کریں اس طرح کی بے ہودہ لغویات کے ساتھ یا شریعت کی کسی شے میں تبدیلی کرنے کے ساتھ۔''

اس عبارت میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس دعویٰ نبوت کو بھی مستحق قتل قرار دے رہے ہیں جو غیر تشریعی ہو صرف اس میں چند لغویات کا ہی مظاہرہ ہو۔ یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ کسی طبقہ کا ارتکاب لغویات موجب قتل ہرگز نہیں ہوتا۔ یہ باتیں اپنی جگہ بری تو ضرور ہیں لیکن ایسی بھی نہیں کہ ان کی سزا قتل ہی ہو۔ پس یہاں حکم قتل ارتکاب لغویات پر نہیں بلکہ دعویٰ نبوت پر ہے۔ جس کی دو صورتیں تھیں:

(۱)...... ایک غیر تشریعی جس کا مقصد محض ارتکاب لغویات ہو۔

(۲)...... دوسرا تشریعی جس میں شریعت محمدی کو منسوخ کہا جائے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں نظریات کی تردید کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ ختم نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا [1] ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

[[1] پیدا ہونے کی قید اس لئے لکھی ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث لا نبی بعدی کا معنی یہ بھی بیان کیا فالمعنی لا یحدث بعدہ نبی (مرقات جلد ۵ ص ۵۶۴) معلوم ہوا کہ کسی

پچھلے نبی کا آنحضرت ﷺ کے زمانے تک زندہ اور موجود رہنا حدیث لا نبی بعدی کے ہرگز مخالف نہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی سے کوئی تصادم نہیں]

اب جب کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا عقیدہ اتنی صراحت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں تو ضروری ہے کہ موضوعات کبیر کی عبارات کو اسی کی روشنی میں سمجھا جائے۔ پس موضوعات کی اس عبارت کا مطلب یہی ہوگا جو ہم نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم اپنے موجودہ تشخصات سے قطع نظر آنحضرت ﷺ کے پہلے نبیوں میں سے ہوتے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام، الیاس علیہ السلام اور پھر آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد تک رہتے اور اس طرح حضور ﷺ کی ختم نبوت کے معانی نہ ہوتے۔

پھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر ابن مقاتل کی تردید کرتے ہیں۔ جس کا سیاق و سباق یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کو ایک دفعہ مکہ معظمہ اور بصرہ میں بیک وقت دیکھا گیا۔ اس پر ابن مقاتل نے کہا کہ جو اس کے جائز ہونے کا یقین کرلے وہ کافر ہے۔ کیونکہ یہ معجزات میں سے ہے اور ختم نبوت کے بعد معجزے کا تصور تک نہیں ہوسکتا۔

اس کے جواب میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فصول عمادی اور فصول الشروشی سے نقل کرتے ہیں کہ بیک وقت دو جگہ دیکھا جانا (ایک جگہ وجود حقیقی سے اور دوسری جگہ جسد مثالی سے) کرامات میں سے ہے، معجزات میں سے نہیں۔ کیونکہ معجزہ میں تحدی (دوسرے کے مقابلہ میں غلبہ پانے کا دعویٰ) شرط ہے جو یہاں نہیں پس کفر نہ ہوگا۔ اس کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واقول التحدی فرع دعوی النبوة دعوی النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کفر بالاجماع (ملحقات ص:۲۰۱)

ترجمہ: ''میں کہتا ہوں کہ تحدی دعویٰ دعوئے نبوت کی ایک شاخ ہے اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ اجماعی کفر ہے۔''

اب یہ تو ظاہر ہے کہ خرق عادت امور میں دوسروں پر غلبے کا دعویٰ جس طرح تشریعی نبوت میں ہوتا ہے، اسی طرح غیر تشریعی نبوت میں بھی ہوسکتا ہے۔ (چنانچہ مرزا صاحب کے اپنے

بیسیوں دعاوی اس پر شاہد ہیں) اور اسی دعویٰ نبوت کو جو دونوں پہلوؤں کو شامل ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کفر قرار دے رہے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ختم نبوت کے بعد ہر دعوئے نبوت کفر ہے خواہ تشریعی ہو اور غیر تشریعی۔

حضرات! ان تصریحات اور واضح عبارات کا تقاضا ہے کہ موضوعات کبیر کی زیر بحث عبارت کا وہی مطلب سمجھا جائے جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عبارات کے مطابق ہو اور وہ وہی ہے جو میں نے بیان کیا ہے نہ یہ کہ وہ جو قادیانی بتا رہے ہیں۔

یاد رکھئے!

تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں

قاضی نذیر احمد قادیانی مناظر:

حاضرین! مولانا صاحب نے حدیث "لو عاش ابراهیم لکان صدیقاً نبیا" کے متعلق کہا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس پر "وغرابته لا یخفی" کا حکم لگاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا غرابت سے کوئی حدیث صحیح نہیں رہتی؟

حضرات! غرابت صحت کے منافی نہیں۔ ترمذی میں کئی جگہ آیا ہے "هذا حدیث صحیح غریب" اب میں یہ بتاتا ہوں کہ محدثین کے نزدیک حدیث غریب کسے کہتے ہیں! حدیث غریب وہ ہے جو صحابی سے لے کر آخر تک صرف ایک سند سے آئے اور ظاہر ہے کہ یہ اس کے صحیح ہونے کے منافی نہیں۔ اور اگر یہ حدیث غریب ہے تو حافظ روپڑی صاحب نے میرے خلاف جو حدیث پیش کی "لو کان بعدی نبی لکان عمر" وہ بھی تو غریب ہے۔

یہ دیکھو! ترمذی میں صاف لکھا ہے تو جہاں آپ کی غریب پیش ہو سکتی ہے، وہاں ہماری غریب بھی پیش ہو سکتی ہے۔

مولانا! آپ جو یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث پر محدثین نے جرح کی ہے سوال یہ ہے کہ ملا علی قاری نے اس جرح کو قبول کیا ہے یا رد کیا ہے۔

مولانا! ملا علی قاری نے اسے رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس حدیث کی رو سے اگر حضرت

ابراہیم زندہ رہتے تو یقیناً نبی ہوتے اور ان کا نبی ہونا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ کیوں کہ آیت خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جو حضور ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمت میں سے ہو کر نہ رہے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ حدیث "لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا" ضعیف اور باطل ہے۔ اسے ملا علی قاری نے رد کیا ہے۔

مولانا! ملا علی قاری نے تو اس حدیث کی تائید میں کہا ہے:

ویقویہ حدیث لو کان موسٰی حیًا لما وسعہ' الا اتباعی

(موضوعات کبیر ص:۵۹)

اس حدیث کی تقویت حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ اگر حضرت موسٰی علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع سے چارہ نہ تھا۔

مولانا! آپ بھی حضرت عیسٰی کے لئے آیت خاتم النبیین میں تاویل کرتے ہیں اور ہم بھی کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ پرانا آئے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ نیا بھی آسکتا ہے بشرطیکہ آنحضرت کے تابع ہو کر رہے۔ آنحضرت ﷺ کی سچی اطاعت سے نبوت مل سکتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضور ﷺ کی اطاعت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دل و جان سے کی مگر نبی کا لفظ صرف اس کے لئے آئے گا جو اطاعت کے تمام پہلوؤں میں مکمل ہو اور وہ مسیح موعود ہے جس کے لئے حدیث میں نبی کا لفظ موجود ہے یہ لفظ اور کسی کے لئے نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

حضرات! ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارات میں نے پیش کیں۔ اور موضوعات کبیر کی عبارت کو جس طرح میں نے حل کیا ہے، قاضی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور یہ میرے دلائل سے عاجز آکر اب ضمنی مباحث میں اپنے لئے پناہ گاہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے اب پھر اپنی اشک شوئی کے لئے موضوعات کبیر کی عبارت کو چھوا ہے۔ اگرچہ اب اصل محل استشہاد کے بجائے وہ اِدھر اُدھر ہی میں گھوم رہے ہیں اور اصل بحث میں وہ بالکل عاجز آچکے ہیں۔

حضرات! قاضی صاحب نے اب اس عبارت کے باب میں کئی غلطیاں کی ہیں۔

غلطی نمبر۱: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے " ولہ طرق لا یخفی " (کہ اس کی غرابت واضح ہے) کا جملہ اس حدیث کے معنوی اعتبار کے بارے میں کہا ہے۔ قاضی صاحب نے اس معنوی غرابت کو اسنادی غرابت سمجھ لیا ہے۔ یہ ان کے علم کا حال ہے۔

غلطی نمبر۲: جو غریب صحیح ہونے کے منافی نہیں وہ وہ ہے جسے کسی امام حدیث نے ضعیف اور باطل وغیرہ نہ کہا ہو اور نہ ہی اس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس کا حافظہ یا اس کی دیانت داغدار ہو لیکن وہ حدیث غریب جسے امام احمد جیسے امام فن باطل قرار دے دیں اس کی غرابت کو پہلی مذکور غرابت پر قیاس کرنا یہ فن سے ناواقفی نہیں تو اور کیا ہے۔

غلطی نمبر۳: حدیث "لو کان بعدی نبی لکان عمر" جس کے اور بھی کئی طرق موجود ہیں اسے اس سند پر منطبق کرنا جس کی سند میں ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ جیسے راوی موجود ہیں یہ بھی فن سے بے خبری کی دلیل ہے۔

غلطی نمبر۴: امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے سابق محدثین کی جرح کو رد نہیں کیا۔ بلکہ "قلت و مع ھذا" کہہ کر ان سب کو قبول کیا ہے اور آگے علی سبیل التنزل اس کا ایک اور جواب تجویز کیا ہے۔ اسے سابق جرحوں کا رد سمجھ لینا یہ بھی قاضی صاحب کی جہالت ہے۔

غلطی نمبر۵: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں: "فلا یناقض قولہ تعالٰی خاتم النبیین اذا المعنی انہ لا یاتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ" اذا المعنی سے مراد حضرت ابراہیم کے نبی ہو سکنے کا معنی و مفہوم ہے (کہ وہ قطع نظر اپنے تخصصات کے ایسے نبی ہوتے جو آپ کی ملت کو حضرت عیسٰی علیہ السلام، خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام کی طرح منسوخ نہ کرتے) نہ کہ آیت خاتم النبیین کا معنی۔ آیت تو اپنے اسی معنی پر ہے جو امت نے سمجھا۔ یہاں تناقض اٹھا کر وہ نبوت زیر بحث کا مطلب بیان کر رہے ہیں نہ کہ خاتم النبیین کا معنی۔ قاضی صاحب نے یہاں پھر علمی دھوکہ کھایا ہے کہ "اذا المعنی" سے

آیت کا معنی مراد سمجھ لیا۔

غلطی نمبر۶: دیکھو یہ حدیث و کان موسٰی حیا (الحدیث) میں مراد حدیث.....لو عاش ابراھیم کان صدیقا نبیا...... کی تقویت سمجھ لیا اور ضمیر کا مرجع بھی اسی حدیث کو قرار دے لیا۔ حالانکہ عبارت دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے حضرات عیسٰی، خضر اور الیاس ﷺ کی طرح کا نبی ہو سکنے کی تائید اس حدیث......لو کان موسٰی حیا...... سے بھی ہوتی ہے کہ جس طرح حضرت موسٰی علیہ السلام کی نبوت حضور ﷺ سے پہلے کی ہے لیکن بناء بر تجویز حیات دینوی ایشان وہ بھی تابع ہو کر رہتے، اسی طرح ابراہیم کی نبوت بھی ان چاروں نبیوں کی طرح حضور ﷺ سے پہلے کی نبوت ہوتی اور بناء بر امکان وہ تابع ہو کر رہتے اور ان کی نبوت ناقد ہرگز نہ ہوتی۔

ان چھ علمی غلطیوں کی نشان دہی کے بعد پھر کہتا ہوں کہ قاضی صاحب نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ''کعیسٰے والخضر والیاس'' کی تشبیہات کا جواب کوئی نہیں دیا اور نہ ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ملحقات کی عبارات کو وہ سمجھ سکے ہیں اور نہ ہی وہ عبارت جس سے ہم کما حقہ فارغ اور بری الذمہ ہو چکے اور قاضی صاحب کے اجرائے نبوت کے کمزور، بے بنیاد اور غلط دلائل کے ڈھول کا پول بھی ظاہر ہو گیا۔ اب باقی دو منٹوں میں اپنے عقیدہ ختم نبوت پر مزید دلائل پیش کرتا ہوں۔

(قادیانی معین مناظر مولوی عبداللطیف ٹوکتے ہوئے) آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

قادیانی ایڈووکیٹ منور لطف اللہ صاحب:

ہم آپ کو اور وقت دیتے ہیں۔ ہم آپ کے دلائل سننا چاہتے ہیں۔ اب فریقین کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں۔ فریقین اب آدھا آدھا گھنٹہ لے لیں۔

حضرت علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

حضرات! قاضی نذیر احمد صاحب قادیانی کے اجرائے نبوت کے جملہ وسوسے میں نے

دور کر دیئے ہیں اور جتنے حوالے ابھی انہوں نے پیش کئے سب کے جوابات دیئے جا چکے ہیں۔

اب آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر کچھ ہمارے دلائل بھی سن لیجئے۔

قاضی صاحب میں اگر کچھ بھی ہمت ہے تو جواب دیں اور پھر جواب الجواب بھی سن لیں۔ میرے استدلال کا رُخ اسی طرف ہوگا کہ حضور تاج دار ختم نبوت کے بعد کوئی ایسا نبی بھی ہرگز نہیں آسکتا کہ جو غیر تشریعی ہو۔ لیجئے دیکھئے کہ:

(1) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انه سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی

(ہذا حدیث صحیح جامع ترمذی جلد۲، ص۱۱۲)

الف:۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے تصریح فرمائی کہ جھوٹے مدعیان نبوت امتی اور محمدی ہونے کے مدعی ہوں گے۔ چنانچہ لفظ "فی امتی" سے ظاہر ہے اور ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ "حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں"۔ پس واضح ہوا کہ امتی نبی ہونے کا دعویٰ بھی آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ پس حضور ﷺ کے بعد کوئی تشریعی نبی بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔

ب:۔ آپ نے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یوں بیان فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو نبی گمان کرے گا۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ معلوم ہوا کہ ان کے دجال اور کذاب ہونے کی سب سے بڑی دلیل ان کا مدعی نبوت ہونا ہے کسی اور دلیل کی حاجت ہی نہیں۔

ج:۔ آپ نے آیت خاتم النبیین کا معنی یہی بیان فرمایا کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ لفظ خاتم النبیین جس سیاق وسباق میں وارد ہے اس کے معنی "آخری نبی" کے سوا ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر یہ معنی کیا جائے کہ:

"میرے بعد تیس دجال وکذاب اُمتی نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ حالانکہ میں نبیوں کی مہر ہوں جس سے میری اُمت میں نبی نہیں ہوں گے۔"

تو کلام کس قدر لغو اور بے ہودہ ہو جائے گا کہ اس میں اسی چیز کو ثابت کیا جارہا ہے، جسے رد کیا جارہا ہے۔ چہ جائیکہ افصح العرب والعجم کی طرف منسوب کیا جاسکے۔ پس واضح ہوا کہ حضور ﷺ کے نزدیک خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ کوئی اُمتی نبی بھی نہیں آئے گا۔

د:۔ آپ نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر جملہ لا نبی بعدی کے ساتھ بیان فرمائی۔ پس لا نبی بعدی کے معنی بھی متعین ہوگئے کہ آپ کے بعد کوئی اُمتی نبی بھی نہیں آئے گا۔ یادر کھئے! مرزا صاحب خود فرماتے ہیں۔ ”لا نبی بعدی میں نفی عام ہے“۔ (ایام الصلح ص ۱۴۶)

(2) آنحضرت ﷺ جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی رضی اللہ عنہم نگرانی کے لئے چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ چلے ہو۔ تو آپ ﷺ نے انہیں یوں مطمئن فرمایا:

اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لا نبوة بعدی “۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۳۲)

ترجمہ: ”اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

اب یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام شریعت جدیدہ والے نبی نہ تھے، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ماتحت تھے۔ ان کے ذکر کے بعد آپ کا لا نبی بعدی فرمانا اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ حدیث لا نبی بعدی کے معنی ہیں ”میرے بعد کوئی امتی نبی بھی نہیں آئے گا“۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے نقل فرماتے ہیں:

کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون قالوا ما یا مرنا، قال فوا ببیعته الاول فالاول (الحدیث)
(صحیح بخاری جلد ۱، ص ۴۹۰۔ صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۲۶۔ مسند احمد جلد ۲، ص ۲۹۷)

ترجمہ: ”بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک

نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے بعد بھیج دیتے
لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہونگے۔
صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یکے بعد دیگرے ہر بیعت پر وفا کرو۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس امت میں ایسے نبی بھی نہیں ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کی سیاست کے لئے آتے تھے اب یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس قسم کے انبیاء تھے؟

رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ (سورۃ المائدہ:۴۴)

ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا۔ بعد کے انبیاء اس کے ساتھ حکم کیا کرتے تھے۔ یعنی وہ انبیاء شریعت جدیدہ لے کر نہ آتے تھے، بلکہ شریعت تورات کو ہی اپناتے تھے اور اس کے مطابق حکم اور سیاست کیا کرتے تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

قوله تسوسهم الانبياء اى انهم كانوا اذا ظهر فيهم الفساد بعث الله لهم نبيا يقيم لهم امرهم ويزيل ما غيروا من احكام التوراة

(ج۶ص۳۶)

"جب بنی اسرائیل میں کوئی فساد ظاہر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کے لئے کوئی نبی بھیج دیتے تھے جو ان کے معاملے کو درست کرے اور ان تحریفات کو دور کرے جو انہوں نے تورات میں کی ہوتی تھیں۔"

الف۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ انبیاء بنی اسرائیل شریعت جدیدہ لے کر نہ آتے تھے بلکہ شریعت موسویہ کی اتباع میں تورات کو ہی نافذ کرتے تھے۔ پس ان کے ذکر کے بعد لا نبي بعدی کا اعلان خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس حدیث سے یہی تھی کہ میرے بعد کوئی امتی نبی بھی نہیں آئے گا۔

ب۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انقطاع نبوت کا اعلان نہیں فرمایا بلکہ

اس چیز کو بھی بیان فرمادیا جو بنی اسرائیل کی اس غیر تشریعی نبوت کے قائم مقام ہوگی یعنی خلافت جس سے مراد یہ ہے کہ اب غیر تشریعی انبیاء کے بجائے خلفاء ہوں گے۔
پس اگر کسی قسم کی نبوت باقی ہوتی تو آپ بجائے خلفاء کے ان نبیوں کا ذکر فرماتے، آپ ﷺ کا صرف منصب خلافت کو باقی رکھنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں ہے۔

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بنیانا فاحسنه و اجمله الا موضع لبنة من زاوية من زواياه فجعل الناس يطوفون به و يعجبون من و يقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبيين (صحیح مسلم جلد۲ص ۲۴۸۔ صحیح بخاری جلد۱ص ۵۰۱۔ مسند احمد جلد۲ص ۳۹۸۔ جامع ترمذی جلد۲ص ۵۴۴)

اس تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی طرح ہے جس کے ارکان سب انبیاء ہیں۔ آنحضرت کے تشریف فرما ہونے سے پہلے سارا محل تعمیر ہو چکا تھا اور صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو قصر نبوت کی تکمیل فرمادی۔

الف۔ آنحضرت ﷺ نے مثل الانبیاء من قبلی (جس میں انبیاء کا عموم بتلایا گیا ہے اور جس میں سب انبیاء شامل ہیں) ارشاد فرما کر آخر میں اپنے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمایا۔ پس واضح ہو گیا کہ جس طرح آپ شریعت جدیدہ والے نبیوں کے خاتم ہیں اس طرح امتی نبیوں کے بھی آپ خاتم ہیں اور آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا کہ آپ سب کے خاتم النبیین ہیں۔

ب۔ مکان کی آخری اینٹ سے تشبیہ دے کر آپ ﷺ نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی متعین فرما دیئے۔

ج۔ قصر نبوت میں وہ انبیاء بھی شامل ہیں جن پر شرائع کا دارومدار ہے اور وہ بھی جو دوسرے انبیاء کی شرائع کی رونق ہیں یعنی امتی نبی کیونکہ حضور ﷺ نے اسے جس محل سے تشبیہ

دی اس کی بھی دونوں چیزوں کا ذکر فرمایا۔ مکان بنا (بنی بنیانا) اور اس کی تزئین (فاحسنہ واجملہ) اور حضور ﷺ اس ساری تعمیر کی آخری اینٹ ہیں اور اسی معنی کے لئے آپ ﷺ نے آخر میں فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔

د۔ حضور ﷺ نے قصر نبوت کی آخری اینٹ ہونے کی دلیل یہ فرمائی کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ پس واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا نہ شریعت جدیدہ والا اور نہ امتی۔

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الی الخلق کافه و ختم بی النبیون

(صحیح مسلم جلد ا، ص ۱۹۹)

مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی۔

(ا)...... مجھے جوامع الکلم عطا ہوئے۔

(۲)...... میری مدد مجھے رعب عطا کر کے کی گئی۔

(۳)...... مال غنیمت میری شریعت میں حلال کیا گیا۔

(۴)...... میرے لئے ساری زمین مسجد در سامان تیمم بنائی گئی۔

(۵)...... میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور انبیاء مجھ پر ختم کر دیئے گئے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ پہلی پانچ فضیلتیں جس طرح آپ کو شریعت جدیدہ والے نبیوں پر حاصل ہیں بطریق اولیٰ شریعت سابقہ کے امتی نبیوں پر بھی حاصل ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ ان فضائل میں افضل علی الاطلاق ہیں جن میں انبیاء کے تشریعی اور غیر تشریعی ہونے کی کوئی تفریق نہیں۔ پس لازم آیا کہ چھٹی فضیلت بھی اسی نوع کی ہو کہ آپ پر ان سب انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا جن پر آپ کو پہلی پانچ فضیلتیں حاصل تھیں۔ یعنی آپ کی ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ پر شریعت جدیدہ والے اور شریعت سابقہ کے ماتحت رہنے والے سب نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور

سیاق میں اگر ختم النبیون کا یہ معنیٰ کیا جائے کہ مجھ پر شریعت جدیدہ والے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تو حدیث کے پہلے حصہ کے ساتھ یہ کلام لغو ہو جائے گا۔ نہ کوئی ربط رہے گا اور نہ کوئی مناسبت چہ جائے کہ اسے صاحب جوامع الکلم کی طرف منسوب کر سکیں۔ معاذ اللہ۔

(6) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبر میں یہ سوال ہوں گے ...... من ربك، من نبيك، ما دينك ...... اور یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ وہاں نبوت کے متعلق سوال ہوگا تو یہی ہوگا کہ من نبيك (تیرا نبی کون ہے؟) یہاں نبی واحد ہے جس کی جمع انبیاء آتی ہے۔ پس اگر اس امت کے لئے ایک سے زائد انبیاء مقدر ہوتے تو صورت سوال یوں ہوتی کہ ”تیرے نبی کون کون ہیں؟“ پس جب ایسا نہیں تو ثابت ہو گیا کہ ہمارے لئے بس ایک اور ایک ہی نبی ہیں۔ اور وہ تاج دار ختم نبوت آنحضرت ﷺ ہیں۔

قاضی نذیر احمد صاحب قبر میں اس موقع پر کیا جواب دیں گے؟ وہاں تو ایک ہی نبی کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اگر حضور ﷺ کا نام لیا تو مرزا صاحب سے گئے اور مرزا صاحب کا نام لیا تو حضور ﷺ سے گئے۔

۶ ...... ضد ان تفترتان ای تفرق

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی تو غیر تشریعی کیا خود تشریعی نبوت کے بھی دعوے دار تھے۔ یہ میرے ہاتھ میں مرزا صاحب کی کتاب تریاق القلوب ہے۔ اس کے صفحہ ۱۳۰ کے حاشیہ پر خود لکھتے ہیں:

> (صغریٰ) ”یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔“ (تریاق القلوب ص ۱۳۰ حاشیہ)

(کبریٰ) اپنے نہ ماننے والوں پر فتویٰ کفر ملاحظہ ہو:۔

۱)...... "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔" (مکتوب مرزا غلام احمد بنام ڈاکٹر عبدالحکیم مندرجہ الذکر الحکیم نمبر ۴، ص ۲۴، تسلیم کردہ حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

۲)...... "کفر دو قسم پر ہے ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت کو خدا کا رسول نہیں مانتا دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔"

اور آخر میں لکھا ہے:

"اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹)

ان تصریحات سے واضح ہوا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہہ کر اپنے تریاق القلوب والے قول کے مطابق خود صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کو حقیقۃ الوحی ص ۱۵۹ میں مرتد اور حضرت علامہ اقبال مرحوم کے والد کو سیرت المہدی ج ۲، ص ۱۵۹ پر اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کا جرم صرف اتنا ہی تھا کہ انہوں نے مرزا صاحب کے تعلق سے اپنے آپ کو پاک کر لیا تھا۔

اب ذرا مرزا بشیر الدین محمود کی بھی سن لیجئے!

۳)...... "دوسرا سوال آپ کا کفر کے متعلق ہے کہ بعض جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علماء کے کفر کا فتوے لگانے کی وجہ سے غیر احمدیوں کو کافر قرار دیا ہے اور دوسری جگہ اپنے نہ ماننے کی وجہ سے انہیں کافر ٹھہرایا ہے۔ اس میں کوئی تناقض نہیں۔ یہ دونوں باتیں ایک ہی وقت میں جمع ہو سکتی ہیں۔ مومن کو کافر کہنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے اور ماموریت کے نہ ماننے کی وجہ سے بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام امتی نبی بنے تھے۔ امتی کو کافر کہہ کر بھی غیر احمدی کافر ہو گئے اور آپ کو نبی نہ مان کر بھی کافر۔" (اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۰ء، ص ۶، کالم ۲)

اس تصریح سے ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ صاحب شریعت نبی ہونے کا تھا۔ مرزا صاحب نے اگر شریعت محمدیہ میں کوئی تغیر نہ کیا ہوتا تو وہ زکوٰۃ کے علاوہ چندہ ماہواری کو اپنی امت پر فرض کیوں قرار دیتے۔ حالانکہ شریعت محمدیہ میں یہ مسئلہ قطعاً نہیں۔ مرزا صاحب نے اس کے لئے نہ کوئی نصاب مقرر کیا بلکہ ہر شخص پر اپنا یہ خود ساختہ شریعت نافذ کر دی اور دعویٰ پھر بھی یہی ہے کہ میں نے شریعت نہیں بدلی۔ مرزا صاحب کا اپنا لکھا ہوا اشتہار لوح الہدیٰ کے صفحہ نمبر ایک پر اس طرح درج ہے:

"ہر شخص کو چاہئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہئے کہ فضول گوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہئے کہ اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے۔ خواہ ایک پیسہ ہو خواہ ایک دھیلہ اور جو شخص کچھ مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی امداد دے سکتا ہے وہ منافق ہے اب اس کے بعد وہ اس سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا۔"

(المشتہر مرزا غلام احمد مسیح قادیان)

قاضی نذیر احمد صاحب قادیانی مناظر:

مولانا! آپ نے اپنی تقریر میں ۲۵ منٹ لئے ہیں۔ حالانکہ اصل ۱۵،۱۵ منٹ تھے۔ یہ ہمارے ایڈووکیٹ منور لطف اللہ صاحب نے جو ۲۰،۲۰ منٹ زیادہ کا نظام العمل تجویز کر لیا۔ یہاں کی اپنی طرف سے تھا۔ میرے مشورہ سے ہرگز نہیں۔ اب میں بھی ۲۰ منٹ زیادہ لوں گا اور آپ کے اعتراضات اور دلائل کا جواب دوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے بعد مناظرہ بند ہوگا۔ آپ اس کا جواب الجواب نہ دیں۔ میں اپنی تقریر کرنے کے فوراً بعد چلا جاؤں گا۔ میں ابتداء میں مدعی تھا اور حافظ روپڑی صاحب مدعا علیہ تھے۔ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے اور میں اپنی اسی تقریر کو آخری تقریر قرار دیتا ہوں۔

علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

(بات ٹوکتے ہوئے) قاضی صاحب! ہم آپ کو اس طرح ہرگز نہیں جانے دیں گے۔ اگر آپ نے میرے دلائل کا جواب دیا تو پھر آپ کو جواب الجواب بھی سننے کے لئے تیار رہنا پڑے گا۔ مسئلہ مانیں یا منائیں۔ اس طرح ہم مجلس برخواست نہ کریں گے۔ اگر آپ ہمارے دلائل سے جان چھڑانا چاہتے ہیں تو اپنی شکست کا واشگاف الفاظ میں اقرار کریں۔ اس کے بغیر ہم آپ کو ہرگز بھاگنے نہ دیں گے۔

قاضی صاحب! اگر آپ کو بھوک لگ رہی ہے تو ہم کھانا منگوا دیتے ہیں۔ اگر تھک گئے ہو تو پندرہ منٹ آرام کرلیں۔ لیکن ہم آپ کو بھاگنے نہیں دیں گے۔

قاضی نذیر احمد:

میں کوئی قیدی ہوں جو یہاں سے جا نہیں سکتا۔ میں جاؤں گا۔

قادیانی ایڈووکیٹ لطف اللہ:

حضرات! میں اس مناظرے کا ثالث ہوں۔ قاضی نذیر احمد اب جوابی تقریر کریں گے اور اس کے بعد مناظرہ بند ہوگا۔ قاضی صاحب کو جانے سے نہ روکا جائے۔

حضرت مولانا محمد الیاس:

آپ یوں ہی خود بخود ثالث بن گئے۔ آپ تو اس مناظرہ میں فریق ہیں۔ بھلا کبھی کوئی فریق بھی ثالث ہوا ہے۔ آپ بلا کسی کے بنانے کے خود ہی ثالث بن رہے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

(بات کاٹتے ہوئے) جب لوگ نبی بھی خود ہی بن جاتے ہوں تو ثالث خود بخود بننا کیا مشکل ہے۔

این خانہ ہمہ آفتاب است

ایڈووکیٹ منور لطف اللہ صاحب:

یہ بات اصول کی ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ ہم مدعی تھے۔ لہذا آخری تقریر ہماری ہوگی۔ اب قاضی صاحب کی تقریر ہوگی۔ اس کے فوراً بعد ہم چلے جائیں گے۔ جوابی تقریر ہم ہرگز نہیں سنیں گے۔ ہم ساری رات کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔ بلکہ ہمارے گھروں پر تو اطلاع بھی نہیں لہذا ہم ضرور جائیں گے۔ کوئی ہمیں نہیں روک سکتا۔

علامہ خالد محمود صاحب:

(بات ٹوکتے ہوئے) ایڈووکیٹ صاحب! یہ صحیح ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے کہ فریقین کی تقریروں کی تعداد اور اوقات کی تقسیم اور کل وقت کی تحدید پہلے سے مقرر ہو۔ جب پہلے سے پتہ ہو کہ ہماری اتنی تقریریں ہوں گی تو وہ اپنی آخری تقریروں کو اسی مناسبت سے ترتیب دیتے ہیں اور ان میں مضامین اسی انداز میں آتے ہیں۔ گویا کہ یہ آخری باتیں ہیں اور مدعا علیہ کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد مجھے جواب الجواب کا موقع نہیں ملے گا۔ اسلئے وہ مدعی کو پابند کرتا ہے کہ وہ اپنی آخری تقریر میں کوئی نئی دلیل اور کوئی نئی بات پیش نہ کرسکے۔ بلکہ صرف مدعا علیہ کی تقریر پر تنقید ہی کرے وغیرہ وغیرہ۔ نیز آخری تقریریں عموماً ۵، ۵ منٹ کی ہوتی ہیں۔ یہ کیا کہ پہلے وقت ۱۵ منٹ سے بھی بڑھا کر ۳۵ منٹ کرایا اور اب اس ۳۵ منٹ کی تقریر کو آخری قرار دے کر خود ہی مناظرہ بند کر رہے ہیں۔ مناظرہ جاری رہے گا اور خواہ ساری رات جاری رہے آخری تقریر تب ہوگی جب پہلے سے فیصلہ ہو کہ آخری تقریر کب ہوگی اور اس سے پہلے فریقین کی کتنی کتنی تقریریں ہوں گی۔

قاضی صاحب! آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اب بھی ختم نبوت کا اسلامی عقیدہ تسلیم کرلیں، بھاگنے پر کیوں آمادہ ہوئے بیٹھے ہیں۔

قادیانی ایڈووکیٹ منور لطف اللہ صاحب:

(بات ٹوکتے ہوئے) ہم ساری رات کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے۔ میں ایڈووکیٹ

ہوں۔ مجھے عدالت کے کیس بھی تیار کرنے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

(بات ٹوکتے ہوئے) آپ بے شک جاسکتے ہیں۔ اپنے کیس تیار کرتے رہیں۔ مگر قاضی صاحب یہاں رہیں۔ اور مناظرہ جاری رہے گا۔

قاضی نذیر احمد صاحب قادیانی مناظر:

میں یہاں کیوں رہوں۔ میں جاؤں گا۔ میں کوئی قیدی ہوں مجھے کون روک سکتا ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب سر جھکائے ہوئے نہایت شکست خوردہ صورت میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے کتابوں کے بنڈل ان کی عبرت ناک شکست پر اور بوجھ دکھائی دیتے ہیں اور ان کی زبان حال یوں نغمہ سرا ہوتی ہے۔

بہت بے آبرو ہوکر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

اس کے بعد علامہ خالد محمود صاحب، حافظ روپڑی صاحب اور دوسرے علماء اور نوجوانان اسلام آپس میں آدھ گھنٹہ تک بیٹھے باتیں کرتے رہے اور ازاں بعد اہل اسلام کا یہ فاتح قافلہ اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔

(۱۸ ستمبر کا مناظرہ ختم نبوت یوں کامیابی سے ختم ہوا)

18 ستمبر کو قادیانی حضرات قاضی نذیر احمد صاحب کے ہاتھوں جس طرح بدنام ہوئے اس سے قادیانیوں کو بہت ندامت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چنانچہ اس ندامت کو سمیٹنے کے لئے وہ 23 ستمبر کو اپنے مشہور مبلغ جلال الدین شمس کو لے کر پھر مال روڈ کے اسی مقام پر آ گئے۔

حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی، حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی، مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب کمیر پوری اور مولانا حافظ ثناء اللہ صاحب بھی مقام مناظرہ پر بروقت آ پہنچے۔ جلال الدین صاحب کو اصرار تھا کہ مناظرہ ختم نبوت پر ہو۔ مگر اہل حدیث احباب مصر تھے کہ ختم نبوت کا مناظرہ ۱۸ تاریخ کو مکمل ہو چکا ہے۔ اب مرزا صاحب کے صدق و کذب پر مناظرہ ہو۔ فریقین ایک دوسرے کے بالمقابل اسٹیج لگائے بیٹھے تھے اور قاصد ایک دوسرے کے پاس آ جا رہے تھے۔ مگر مناظرہ کا آغاز نہ ہوا۔ اتنے میں اہل اسلام کے داعی بھٹی صاحب کے نمائندے مولانا محمد الیاس صاحب کے ساتھ علامہ خالد محمود صاحب کے پاس گئے اور انہیں صورت حال سے مطلع کیا۔ علامہ خالد محمود صاحب اسی وقت تشریف لے آئے اور اس موضوع پر مناظرہ شروع ہو گیا کہ مناظرہ کس موضوع پر ہو۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں اور مرزائیوں کے اختلافات کی حدود، مسائل کا تعین اور مختلف فیہ نظریات بڑی تفصیل سے زیر بحث آئے اور آخرکار اس موقع پر بھی امت مرزائیہ کو شکست فاش نصیب ہوئی۔

علامہ صاحب تشریف لاتے ہی سٹیج پر آ گئے۔ ان کے بائیں طرف حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی اور حافظ عبداللہ صاحب روپڑی بیٹھے اور دائیں طرف مولانا حافظ ابراہیم کمیر پوری اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب تھے۔

علامہ خالد محمود صاحب نے اسٹیج پر آتے ہی مناظرے کا آغاز کر دیا۔

علامہ خالد محمود صاحب:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

جلال الدین شمس قادیانی مناظر:

(اعوذ باللہ سے تڑپتے ہوئے نہایت غصے میں) آپ کو بولنے کا کوئی حق نہیں۔ حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی مناظرہ کریں۔ آپ اس وقت نہ مناظر ہیں نہ صدر اور یہ بات طے ہو چکی ہے کہ صدر اور مناظر کے سوا کسی کو تقریر کرنے کا حق نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

آپ میری بات تو سنیں۔ اگر واقعی مجھے بولنے کا حق نہیں تو یہی بات آپ اپنی باری میں کہہ دیں۔ اب تو میری بات سنیں۔ آپ جو اس پر اصرار کر رہے ہیں کہ مناظرہ ختم نبوت پر ہو۔ کیوں؟ اس موضوع پر تو مناظرہ ۱۸ ستمبر کو اسی جگہ ہو چکا ہے۔ آپ کے اور ہمارے عقائد و دلائل عوام کے سامنے آ چکے ہیں۔ گھنٹوں اسی مسئلہ پر بحث ہوتی رہی ہے۔ اب یا تو آپ یہ تسلیم کریں کہ اس دن آپ کو شکست فاش ہوئی تھی اور آج محض اس دن کی ندامت سمیٹنے کے لئے آپ آئے ہیں۔ اس صورت میں ہم پھر ختم نبوت پر مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جب تک آپ اپنی اس دن کی شکست کا اقرار نہ کریں۔ ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ آج کے مناظرہ کا موضوع ''مرزا صاحب کا صدق و کذب'' ہوگا۔

جلال الدین شمس:

(بات کاٹتے ہوئے) آپ کو ابھی بولنے کا حق نہیں۔ اس وقت مناظر حافظ عبدالقادر ہیں، وہ بولیں۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ میں اپنی باری میں اس پر اعتراض کروں۔ میری اور آپ کی کوئی باری مقرر نہیں اور میرے ذمہ آپ کی کسی بات کا جواب نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

(بات کاٹتے ہوئے) یہ بات بھی آپ اپنی باری میں کہیں۔ اب میری باری ہے۔ میری بات تو سن لیں۔

جلال الدین شمس:

میرے ذمہ آپ کی کسی بات کا جواب نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

تو آپ اب میری بات کا کیوں جواب دے رہے ہیں؟ آپ کا یہ کہنا کہ آپ کے ذمہ میری کسی بات کا جواب نہیں یہ خود میری ایک بات کا جواب ہے۔ اگر آپ کے ذمہ میری کسی بات کا جواب نہیں تو آپ میرے جواب میں اب بار بار کھڑے کیوں ہو رہے ہیں؟ اگر آپ کے ذمہ کوئی جواب ہے تو آپ نے میری اصولی حیثیت تسلیم کر لی۔ لہٰذا اب میری باری ہے اور آپ میری بات سنیں۔

جلال الدین شمس:

اچھا دونوں فریق پانچ پانچ منٹ لے لیں۔ لیکن مناظرہ حیات مسیح پر ہوگا۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت پر نہیں۔ جب آپ کا پہلے سے ہی عقیدہ ہے مسیح ناصری آسمان پر زندہ ہیں اور وہی نازل ہوں گے تو حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر ہم کتنے ہی دلائل دیں آپ انہیں قطعا

تسلیم نہ کریں گے۔ کیونکہ آپ کا بنیادی عقیدہ ہی حضرت مسیح کے آسمان پر ہونے کا ہے۔ پہلے یہ فیصلہ ہو جائے کہ حضرت مسیح آسمانوں پر زندہ ہیں یا نہیں؟ پھر ختم نبوت پر دوبارہ مناظرہ ہوگا۔ اس دن کے ۱۸ ستمبر کے مناظرہ میں، میں موجود نہیں تھا۔ آپ جو کچھ کہتے ہیں کہ اس دن ہم احمدی شکست کھا گئے اگر ہم شکست کھا کر بھاگے ہوتے تو آج پھر کیوں آتے؟ ہمارا خود آنا ہی دلیل ہے کہ بھاگے ہرگز نہ تھے۔ اس ختم نبوت کے مناظرے کے بعد پھر حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر مناظرہ ہوگا۔ اب فریقین لکھ دیں گے جو فریق مناظرہ کے لئے نہ آئے گا ایک ہزار روپیہ دوسرے فریق کو ہرجانہ ادا کرے لیکن یاد رکھئے کہ ہم مرزا صاحب کے صدق و کذب پر پہلے مناظرہ ہرگز نہیں کریں گے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

حضرات! جلال الدین شمس صاحب کے بیان پر ذرا غور فرمایئے کہ فریقین لکھ دیں کہ جو فریق مناظرہ میں نہ آئے وہ ایک ہزار روپیہ ہرجانہ دوسرے فریق کو ادا کرے۔ حضرات! ہم تو مناظرہ کے لئے آئے ہیں اور ابھی مناظرہ ہوگا۔ پھر نئی مجلس مناظرہ منعقد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم مناظرہ کے لئے ہی آئے ہیں اور اب مناظرہ کر کے ہی جائیں گے۔

دوستو! اگر قادیانی حضرات نے اب بھاگنے کی نیت نہ کی ہوئی ہو اور وہ اس وقت گریز پائی کے اسباب نہ تلاش کر رہے ہوں تو یہ جملہ ان کی زبان پر کیسے آیا کہ جو فریق مناظرہ میں نہ آئے پھر وہ یوں کہتے کہ جو فریق مناظرہ نہ کرے۔ جلال الدین شمس صاحب کا یہ فقرہ خود زبان حال سے پکار کر کہہ رہا ہے کہ آج بھی ۱۸ ستمبر کے مناظرہ ختم نبوت کی طرح قادیانی بوکھلائے ہوئے ہیں۔

پھر شمس صاحب کا یہ کہنا کہ ۱۸ ستمبر کو اگر ہمارے مناظر قاضی نذیر احمد بھاگے ہوتے تو آج پھر وہ یہاں کیوں آتے۔ شمس صاحب! اگر وہ آج پھر آئے ہیں تو دیکھئے تو سہی کس طرح چپ چاپ سرنگوں بیٹھے ہیں۔ آج کیوں نہیں بول رہے۔ آج پھر آئے ہیں تو آپ کو کیوں لے کر آئے ہیں اور اپنی بلا آج آپ کے گلے میں ڈال کر اب آپ کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر

افسوس کہ آپ بھی ان کی اُمیدوں پر پورے نہیں اترے۔ وہ تو چھ سات گھنٹے مناظرہ کر کے بھاگے تھے اور آپ نے تو ابتداء ہی میں بھاگنے کی ٹھان لی اور کہہ دیا (کہ جو مناظرہ میں نہ آئے ...... الخ) اب آپ کو ہرگز بھاگنے نہ دیا جائے گا۔ اور ختم نبوت پر مناظرہ صرف اسی صورت میں ہوگا کہ آپ اس دن کی شکست فاش مان لیں وگرنہ آج کا مناظرہ مرزا صاحب کے کذب وصدق پر ہوگا۔ کیونکہ آپ کی مجوزہ ترتیب میں بھی ختم نبوت کے بعد اسی موضوع کی باری ہے۔

قادیانی مناظر جلال الدین شمس:

حضرات! مناظرہ پہلے حیات مسیح پر ہونا چاہئے۔ پھر مرزا صاحب کی صداقت پر۔ اگر ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں تو ہم مرزا صاحب کو چھوڑ دیں گے اور اگر یہ ثابت ہو کہ وہ فوت ہو چکے ہیں تو پھر ہم مرزا صاحب کی صداقت پر کہ وہ مسیح موعود ہیں بحث کرنے کو تیار ہوں گے۔ ہاں! اگر علامہ صاحب لکھ دیں کہ اس امت میں امتی نبی پیدا ہو سکتا ہے تو پھر ہم ابھی مرزا صاحب کی صداقت پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

حضرات! اگر ہم یہ مطالبہ کریں کہ پہلے مرزا صاحب کے صدق وکذب پر اس اعتبار سے بحث ہوگی کہ وہ مسیح موعود ہیں یا نہ؟ پھر قادیانی حضرات کو یہ حق پہنچتا ہے کہ پہلے حیات مسیح کا مسئلہ یعنی اسی مسیح ناصری کے آسمانوں پر زندہ ہونے کا مسئلہ طے ہو جانا چاہئے۔ جو مریم طاہرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ لیکن ہم جو مرزا صاحب کے صدق وکذب پر مناظرہ کرنے کا کہہ رہے ہیں وہ یہ نہیں ہوگا کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں بلکہ بحث یہ ہوگا کہ وہ ایک سچے اور شریف انسان اور پابند شریعت مسلمان بھی تھے یا نہیں؟ اور ان پر وعدوں سے پھرنے، آبائی وراثت کو شریعت کے خلاف تقسیم کرانے، پابند رواج ہونے، غیر محرم عورتوں سے آزادانہ اختلاط کرنے، انگریزوں کی ایجنٹی کرنے، افیون کھانے، مخالفوں کو گالیاں دینے اور شراب وغیرہ

حاصل کرنے کے الزامات کی تحقیق ہوگی اور یہ بھی زیر بحث آئے کہ ان کی پیش گوئیاں کیسے ہوائی فائر ہوتے تھے اور پھر ان کا کیا حشر ہوتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ اگر ہم اس پر اصرار کریں تو مناظرہ ان کے دعوئے مسیحیت کے صدق وکذب پر ہوگا۔ پھر تو شمس صاحب کا استدلال صحیح ہے پہلے مسئلہ حیات مسیح اور پھر مرزا صاحب کا صدق وکذب۔ لیکن ہم تو مرزا صاحب کے صدق وکذب کو دوسرے پہلوؤں سے زیر بحث لانا چاہتے ہیں اور اسی میں قادیانی حضرات مناظرہ سے فرار کر رہے ہیں۔

جلال الدین شمس صاحب:

حضرات! میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ ہم مرزا صاحب کی صداقت پر قطعاً مناظرہ نہیں کریں گے۔ مناظرہ ہوگا حیات مسیح پر اور پھر ختم نبوت پر دوبارہ ہوگا۔ ۱۸ تاریخ کے مناظرہ میں، میں موجود نہ تھا۔ اس کا حوالہ میرے سامنے نہ دیں۔ مرزا صاحب کے صدق وکذب کو میرے سامنے زیر بحث نہ لائیں۔ ہاں! اگر آپ لکھ دیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور اب مسیح موعود اسی امت میں پیدا ہونا تھا تو پھر بے شک مرزا صاحب کی صداقت پر مناظرہ کر لیں اور وہ بھی اسی حد تک کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ یہ آپ نے کیا مبحث چھیڑ دیا کہ وہ ایک شریف انسان بھی تھے یا نہ؟ معاذ اللہ ایک نبی اللہ کے متعلق آپ ایسا کہہ رہے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

اچھا ہم اپنے مختلف فیہ مسائل پر اسی ترتیب سے مناظرہ کیوں نہ کر لیں جس ترتیب سے کہ مرزائیت کی تحریک دنیا میں پیش ہوئی۔ اگر مرزا صاحب نے کسی قسم کے ملہم ربانی اور مامور یزدانی ہونے کا دعویٰ کرنے سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات یا اجرائے نبوت کے مسائل دنیا میں پیش کر رکھے تھے تو پھر بے شک ترتیب یہی ہو کہ پہلے وفات مسیح، پھر جریان نبوت، پھر مرزا صاحب کا صدق وکذب لیکن اگر مرزا غلام احمد کی تحریک مذہب ان کی اپنی وحی اور ان کے اپنے ملہم ربانی ہونے کے دعوؤں سے شروع ہوتی ہے اور پھر اس قادیانی وحی اور انگریزی الہامات کی روشنی

میں حیات مسیح اور ختم نبوت کے مسئلوں میں ترمیم کی جاتی ہے تو پھر ترتیب وہی رکھیں جس ترتیب سے مرزائیت دنیا میں وجود پذیر ہوئی۔

لیجئے یہ میرے ہاتھ میں مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام ہے اس کے صفحہ ۴۲۸ پر خود لکھتے ہیں:

"وکنت اعلم ان وفات المسیح حق ثابت بالنصوص البینة القطعیت القرانیه والحدیثیه واعلم ان الهامی لاغبار علیه ولا تلبیس ولا تخلیط ومعذالك كان يقيني بان اعتقاد المسلمين في نزول المسيح حق لا شبهة فيه ولاريب"

ترجمہ:،، میں جانتا تو تھا کہ وفات مسیح حق ہے۔قرآن وحدیث کے قطعی دلائل سے ثابت ہے اور یہ بھی جانتا تھا کہ میرے اس الہام میں کوئی غبار اور تلبیس نہیں۔مگر اس کے باوجود میرا اعتقاد یہی تھا کہ مسلمانوں کا عقیدہ نزول مسیح کے مسئلہ میں بالکل حق ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک اور شبہ نہیں۔"

اور پھر یہ میرے ہاتھ میں حقیقت الوحی ہے۔اس کے صفحہ ۱۵۰ پر مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔اس نے مجھے اس عقیدہ پر نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔"

پھر مرزا بشیر الدین صاحب محمود اپنے خطبہ جمعہ ستمبر ۱۹۴۱ء میں کہتے ہیں:

"حقیقۃ الوحی کے حوالے نے واضح کردیا کہ نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی۔" (اخبار الفضل مورخہ ۶ ستمبر خطبہ جمعہ ص ۴،کالم ۳)

پھر آگے اسی خطبہ جمعہ میں ہے:

"دعویٰ مسیحیت کی بابت بھی تبدیلی جرا بذریعہ وحی ہوئی اور

نبوت کے متعلق بھی سابقہ عقیدہ میں وحی نے جبراً تبدیلی کرائی۔"

(الفضل ص ۲ ۱۹۱۴ء)

پس جب مرزائیت کا سلسلہ پہلے مرزا صاحب کی اپنی وحی اور ان کے اپنے مامور ہو ہونے کے دعووں سے شروع ہوتا ہے اور پھر ان کے مطابق حیات مسیح اور ختم نبوت کے مسئلہ میں ترمیم کی جاتی ہے تو ضروری ہے کہ ہم اسی ترتیب سے موضوعات مختلفہ اپنے سامنے لائیں جس ترتیب سے کہ مرزائیت دنیا میں پیش ہوئی تھی۔ شمس صاحب! آپ اس ترتیب سے آج کیا کیوں چھڑا رہے ہیں۔ مرزائیت اسی ترتیب سے تو عہد انگریزی میں آئی تھی۔

قادیانی مناظر جلال الدین شمس:

حیات مسیح کا مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر دلائل قطعیہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ مرزا صاحب کی وحی سے پہلے بھی یہ مسئلہ قطعی طور پر ثابت تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اس میں کوئی اخفاء نہ تھا مگر مرزا صاحب کی وحی نے اس کی طرف محض توجہ کرائی تھی مرزا صاحب پر وحی آتی یا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہرحال وفات پا چکے تھے اور یہی عقیدہ قرآن اور حدیث نے بیان کیا تھا اور جو لوگ اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں وہ قرآن وحدیث کی رو سے مجرم اور گناہگار ہیں۔ اس عقیدہ کے غلط ہونے کے لئے مرزا صاحب کی وحی ہی کوئی سبب نہیں نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے اور آپ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب پہلے ان غلط عقیدوں پر کیوں تھے یہ کوئی قابل اعتراض نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت پر بھی جب تک خدا کی وحی نہ آتی انہی عقیدوں پر اعتقاد رکھتے جو اہل کتاب میں معروف ومشہور چلے آتے تھے۔

علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

جلال الدین شمس نے کہا ہے کہ وفات مسیح کا عقیدہ قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ یہ ہرگز صحیح نہیں۔

شمس صاحب! آپ ذرا نص قطعی کی تعریف تو کریں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ کو نص قطعی کی تعریف نہیں آتی۔ عوام پر رعب ڈالنے کے لئے یوں ہی ایسے الفاظ بول رہے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ وفات مسیح کے مسئلہ میں کوئی اخفاء نہ تھا یہ مرزا صاحب کے اپنے بیان کی رو سے خود غلط ہے۔ یہ میرے ہاتھ میں آئینہ کمالات اسلام ہے۔ اس میں مرزا صاحب وفات مسیح کے متعلق لکھتے ہیں:

مافھم المسلمون حقیقۃ لان اللہ تعالٰی اراد اخفاء ہ

(آئینہ کمالات صفحہ ۴۳۹)

''مسلمان اس مسئلہ کی حقیقت نہ سمجھے تھے کیونکہ اللہ تعالٰی نے ہی اس کے اخفاء کا ارادہ کر رکھا تھا۔''

اب بتایئے! شمس صاحب کہ اس مسئلہ میں اخفاء تھا یا نہیں؟ تو پہلے اسی موضوع پر (کہ مرزا صاحب سچے ہیں یا جھوٹے) مناظرہ کیوں نہ ہو جس ترتیب سے کہ مرزائیت دنیا کے سامنے آئی۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی وحی ہوتی یا نہ، حیات مسیح کا عقیدہ پھر بھی غلط تھا اور ایسا عقیدہ رکھنے والے گناہ گار تھے۔ یہ لیجئے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

ان الذین خلوا من قبلی لا اثم علیھم وھم مبرؤن

(استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۴۴)

''بے شک جو لوگ مجھ سے پہلے اس عقیدہ حیات مسیح پر گزر چکے ان پر ایسا عقیدہ رکھنے کا کوئی گناہ نہیں اور وہ بالکل بری ہوں گے۔''

آگے پھر لکھتے ہیں:

الذین خلوا من قبلی فھم عند ربھم معذورون

(استفتاء ص ۴۵ مطبوعہ قادیان)

''اس عقیدہ پر مجھ سے پہلے گزرنے والے اپنے پروردگار کے ہاں معذور ہوں گے۔''

شمس صاحب! اگر وہ لوگ معذور ہوں گے تو ان کا عذر آخر یہی تو ہوگا کہ یہ مسئلہ قرآن و

حدیث میں واضح نہ تھا۔ ورنہ ان کے معذور ہونے کے اور کیا معنی۔ پھر آپ کا یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ وفات مسیح نص قطعی سے ثابت ہے۔ آپ کو تو نص قطعی کی تعریف بھی نہیں آتی۔

باقی آپ نے صحیح بخاری کا جو حوالہ دیا ہے وہ پیش کریں کہ آنحضرت ﷺ پر جب تک خدا تعالیٰ کی وحی نہ آتی اہل کتاب کے عقیدوں کے ہی پابند رہتے۔

جلال الدین شمس:

(ٹوکتے ہوئے) یہ حدیث ہے اور صحیح بخاری میں ہے۔

حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی:

(حافظ عبداللہ صاحب روپڑی سے استفسار کرنے کے بعد) یہ حضور ﷺ پر جھوٹ ہے۔ یہ حدیث کہیں نہیں۔ آپ اس حدیث کو پیش کریں اور عقیدے کا لفظ دکھائیں۔

جلال الدین شمس:

میں نے عقیدے کا لفظ ہی نہیں کہا۔ پھر اس کا مطالبہ مجھ سے کیوں کرتے ہیں؟

علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

(ٹیپ ریکارڈ لگانے والے کو مخاطب کر کے) بھائی! جلال الدین صاحب شمس کی پہلی تقریر کا ریکارڈ دوبارہ لگائیں۔

(ٹیپ ریکارڈ...... پھر عقیدے کا لفظ دہراتا ہے اور جلال الدین شمس بہت ہی شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ آنکھ اوپر نہیں اُٹھ سکتی۔ رنگ اُڑ جاتا ہے اور شرم کے مارے سر نہیں اُٹھاتے۔ لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ مگر علمائے اسلام نے انہیں منع کر دیا۔ پھر علامہ خالد محمود صاحب نے ایک فقرہ بول کر اپنی باری پوری کر دی)

علامہ خالد محمود صاحب مناظر اسلام:

پس جبکہ حیات مسیح اور ختم نبوت کے عقیدے میں مرزائی حضرات نے مرزا صاحب کو ملہم

ماموریت ماننے کے بعد تبدیلی کی اور وہ تبدیلی بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں نہیں بلکہ مرزا صاحب کی وحی کے اندھیرے میں اور پھر وہ بھی جراتو مرزائی حضرات سے ہمارا پہلا موضوع مناظرہ یہی ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب ایک سچے انسان تھے یا جھوٹے؟

قادیانی مناظر جلال الدین شمس:

مجھے نص قطعی کی تعریف آتی ہے۔ بیان اس لئے نہیں کر رہا کہ یہ علمی مباحث عوام کے نہیں۔ میں ان فنی اصطلاحات میں نہیں جانا چاہتا۔ آپ خواہ مخواہ ان علوم وفنون کو سامنے لاکر عوام کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔

حافظ ثناء اللہ صاحب:

(ٹوکتے ہوئے) آپ نص قطعی کی تعریف کریں۔

جلال الدین شمس:

نص قطعی وہ ہے جس میں دوسرے معنی کا کوئی احتمال نہ ہو۔

مولانا محمد الیاس:

(ٹوکتے ہوئے) یہ تو قطعی کی تعریف ہوئی اور نص کی تعریف آپ چھوڑ ہی گئے۔

جلال الدین شمس:

مجھے نص کی تعریف آتی ہے۔ مگر یہاں عوام زیادہ ہیں۔ ان کے سامنے علمی باتوں کا کیا فائدہ؟ حدیث میں ہے...... کلموا الناس علی قدر عقولهم ......لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرو۔ حضرات! آپ نے مناظرہ کرنا ہے تو میں پہلے حیات مسیح پر ہی کروں گا۔ پھر آپ جس موضوع پر چاہیں مناظرہ ہوگا۔ میں حضرت مرزا صاحب کے صدق وکذب پر پہلے مناظرہ کرنے کو قطعاً تیار نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

حضرات دیکھئے! شمس صاحب خود ہی کہہ رہے ہیں کہ اس مجمع میں عوام زیادہ ہیں ان کے سامنے ان علمی باتوں کا کیا فائدہ؟ حدیث میں ہے...... کلموا الناس علی قدر عقولهم ......لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرو۔

شمس صاحب کا یہ بیان اگرچہ اس وجہ سے ہے کہ انہیں اس وقت نص قطعی کی تعریف نہیں آ رہی اور وہ اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ انداز استدلال اختیار کر رہے ہیں۔ تاہم ہمارا پھر بھی اس میں فائدہ ہے اور حقیقت میں یہ ہمارے مؤقف کی ہی تائید ہے۔ میں کہہ رہا تھا کہ آج موضوع مناظرہ مرزا صاحب کا صدق و کذب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں بیشتر مرزا صاحب کی اپنی کتابیں ہی پیش ہوں گی جو کہ زیادہ تر اُردو میں ہی ہیں اور ہمارے اس موضوع کا مدار استدلال بھی چونکہ مسائل کی نسبت زیادہ تر واقعات ہی ہوں گے۔ اس لئے یہ موضوع عوام کی سمجھ کے بہت قریب ہوگا۔ اس میں مسائل عالیہ اور ان کے ضمن میں علوم آلیہ کچھ کم ہی زیر بحث آئیں ادبی اور تفسیری مباحث بھی کم ہی چھڑیں گے اور سب سامعین اس موضوع مناظرہ سے برابر کے لطف اندوز ہوں گے۔ شمس صاحب نے نص قطعی کی تعریف سے بچنے کے لئے جس بات کا سہارا لیا ہے کہ مجمع میں عوام زیادہ ہیں ان کے سامنے علمی باتوں کا کیا فائدہ؟ اسی اصول کی بنیاد پر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ آج کا موضوع مرزا صاحب کا صدق و کذب ہی ہونا چاہئے۔ مجمع عوام کا ہے ان کے سامنے علمی باتوں سے کیا فائدہ۔

عطائے تو بہ لقائے تو

جلال الدین شمس:

حضرات! مجھے نص قطعی کی تعریف آتی ہے۔ آپ مجھ پر یقین کریں۔ اسی طرح ہم مرزا صاحب کی صداقت پر بھی بحث کر سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہمارے پاس بڑے مضبوط دلائل موجود ہیں۔ مگر آج ہم ان کو پیش نہیں کریں گے۔ بلکہ آج کا موضوع حیات مسیح ہی ہوگا۔ اگر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں تو آپ بالکل سچے قرار پاتے ہیں اور ہم غلط اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات آسمانی ہی ثابت نہ ہو تو پھر مرزا صاحب یقیناً سچے ہیں۔ میں تو صدق و کذب کے موضوع پر آج مناظرہ ہرگز نہ کروں گا۔

حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی:

(بات کاٹتے ہوئے) اچھا ہم آپ کو اس طرح بھی بھاگنے نہیں دیں گے۔ آپ پہلے حیات مسیح پر ہی مناظرہ کرلیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ پھر مرزا صاحب کے صدق و کذب پر بھی آپ کو مناظرہ کرنا پڑے گا۔ ایک ایک گھنٹہ دونوں تینوں موضوعات پر مناظرہ رکھ لیں۔ موضوع پورا ہو یا نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کی بحث کے بعد اسے چھوڑ کر دوسرا موضوع اختیار کرنا ضروری ہوگا اور ان دوسرے موضوعات پر بحث کرنے کے بغیر کوئی فریق جانے میں حق بجانب نہ ہوگا۔

جلال الدین شمس:

مگر اس کی صورت یہ ہوگی کہ حیات مسیح میں آپ لوگ مدعی ہوں گے اور مرزا صاحب کی صداقت کے ہم لوگ مدعی ہوں گے۔ آپ اس مبحث میں صرف مدعا علیہ ہوں گے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

ایسا ہرگز نہیں۔ انصاف یہ ہے کہ جس جس موضوع پر جس جس فریق نے اصرار کیا ہے اور دوسرے سے باصرار اس موضوع کو منوایا ہے وہ اس اس موضوع میں مدعی ہو۔ وفات مسیح کا موضوع آپ کا پیش کردہ ہے اس میں مدعی آپ ہوں گے اور ہم مجیب۔ پھر بعد ازاں مرزا صاحب کے کذب کے ہم مدعی ہوں گے اور آپ مدعا علیہ کذب مرزا صاحب ہمارا موضوع ہے۔ آپ اس میں مدعی نہیں ہوسکتے۔ آپ کا کام اس مبحث میں فقط ہمارے دلائل توڑنا ہے۔ اپنی طرف سے مرزا صاحب کی صداقت پر دلیل نہیں لانا۔ ہاں اگر آپ ہمارے دلائل نہ توڑ سکنے کا اقرار کرلیں تو اس اقرار عجز کے بعد آپ کو معارضے کے طور پر مرزا صاحب کی صداقت پیش کرنے

کا حق ہوگا۔ مگر اس کے بغیر میں جواب بالمعارضہ کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔ اس سے بحث خلط ملط ہو جاتا ہے۔

جلال الدین شمس:

میں اس طرح ہرگز مناظرہ نہ کروں گا کہ آپ مرزا صاحب کے کذب پر دلائل دیتے رہیں اور میرے ذمہ صرف ان دلائل کا توڑنا ہی ہو اور مجھے خود مرزا صاحب کی صداقت پر دلائل پیش کرنے کا حق نہ ہو۔ یہ کیا استدلال ہے کہ جو جو موضوع کسی فریق نے پیش کیا ہے وہی اس میں مدعی ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ وفات مسیح کے موضوع پر میں نے ہی اصرار کیا تھا لیکن میں اس میں مدعی نہیں بننا چاہتا۔ اسی طرح صدق و کذب کا موضوع جو آپ کا پیش کردہ ہے اس میں ہم مدعی بننا چاہتے ہیں۔ ہم مرزا صاحب کی صداقت کے مدعی ہوں گے اور آپ فقط معترض ہوں گے اور ہمارے دلائل توڑنا آپ کے ذمہ ہوگا۔

علامہ خالد محمود صاحب:

یہ عجیب طریقہ ہے کہ موضوع کسی کا پیش کردہ ہو اور اس میں مدعی کوئی دوسرا بن بیٹھے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

شمس صاحب! ہر مبحث میں مدعی وہی ہوگا جس نے کہ باصرار وہ موضوع دوسرے سے منوایا ہے۔ ہم مرزا صاحب کے کذب پر دلائل پیش کریں گے۔ اگر ہمارے استدلال میں کوئی غلطی ہوگی تو آپ اسے ظاہر کریں گے اس سے مسئلہ اور واقعہ مکمل کر سامنے آسکے گا اور اگر آپ ہمارے دلائل کو توڑنے کے بجائے اس کے برعکس مرزا صاحب کی صداقت پر دلائل پیش کرنا شروع کر دیں تو اس سے ہمارے حاضرین کا ذہن اور الجھ کر رہ جائے گا اور حقیقت حال پھر پس پردہ رہ جائے گی جو فریق مقابل پہلے فریق کے پیش کردہ دلائل توڑ نہ لے اس وقت تک اسے اس کے خلاف اپنے نئے دلائل پیش کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ ہاں! اگر مجیب اصل دلیل نہ توڑ سکنے کے عجز کا اقرار کر لے تو پھر جواب المعارضہ کی بھی اجازت ہوگی۔ یہ کیا کہ اگر میں یہ

ثابت کروں کہ مرزا صاحب نے فلاں جگہ سے شراب منگوائی تھی اور یہ کہ غیر محرم عورتوں کا ان سے آزادانہ اختلاط تھا اور یہ کہ وہ انگریزوں کے پولیٹیکل ایجنٹ تھے اور یہ کہ ان کی پیشگوئیاں محض ہوائی فائر ہوتے تھے تو میرے ان دلائل کو توڑنے کے لئے آپ یہ ثابت کرنا شروع کردیں کہ مرزا صاحب بڑے نمازی تھے۔ بڑے مصنف تھے۔ بڑے نعت خوان تھے۔ تو کیا ان باتوں سے بنا پر تقدیر ثبوت میرے اصل دلائل غلط ثابت ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ پس میرا مطالبہ یہی ہے کہ شمس صاحب! آج ہمارے ''مرزا صاحب کے کذب'' کے دلائل توڑیں اور سامعین کے سامنے بھی کوئی حقیقت کھلے۔

جلال الدین شمس:

آپ بار بار کہہ رہے ہیں کہ ہمیں جواب بالمعارضہ کا حق نہیں ہوگا۔ یہ قواعد کے خلاف ہے۔ معارضہ دوسرے کی دلیل توڑنے کے لئے ہی ہوتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے مناظرے کئے ہیں۔ مولوی مرتضٰی حسن صاحب دیوبندی، مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری، مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی ان بڑے بڑے لوگوں سے میرے مناظرے ہوئے ہیں۔ آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ معارضے کے ساتھ دوسرے کی دلیل پر نقض وارد نہیں ہوتا۔

علامہ خالد محمود صاحب:

(بات کاٹتے ہوئے) شمس صاحب! آپ کو معارضے کی تعریف تک کا پتہ نہیں۔ فرمایئے آپ معارضہ بالقلب چاہتے ہیں یا معارضہ بالمثل کے مدعی ہیں۔ معارضے کی تعریف کیجئے۔

جلال الدین شمس:

مجھے معارضے کی تعریف آتی ہے۔

معارضہ یہ ہے: اتیان الدلیل علی خلاف مدعی المدعی

علامہ خالد محمود صاحب:

(بات کاٹتے ہوئے) یہ غلط ہے۔ معارضہ کی تعریف یہ ہے:

''اقامة الدليل على خلاف ما اقام الدليل عليه الخصم''

یہ ہرگز نہیں جو شمس صاحب بیان کر رہے ہیں۔

جلال الدین شمس:

نہیں، یہ غلط ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ اقامۃ اللیل نہیں بلکہ اصل اتیان الدلیل ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

(فن مناظرہ کی اصولی کتاب رشیدیہ سے اس مبحث کو نکال کر کتاب ہاتھ میں لیے ہوئے اس کا صفحہ ۳۰ کھول کر) حضرات! یہ ہے میرے ہاتھ میں رشیدیہ جو مطبع مجتبائی دہلی کی طبع شدہ ہے اس کے صفحہ ۳۰ پر معارضہ کی تعریف یہ لکھی ہے:

والمعارضة اقامة الدليل على خلاف ما اقام الدليل عليه الخصم

شمس صاحب! یہ دیکھ لیجئے! یہ آپ کے پیش کردہ الفاظ اتیان الدلیل ہیں یا یہ میرے پیش کردہ ''اقامۃ الدلیل'' کے الفاظ ہیں۔

(جلال الدین شمس کا رنگ اب بالکل ہی اُڑ جاتا ہے۔ شرم چھپنے کا موقع نہیں دیتی۔ عوام وخواص کے سامنے علمی حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے۔ عوام تالیاں بجانے لگتے ہیں۔ مگر انہیں پھر روک دیا جاتا ہے)

حضرات! شمس صاحب جو ابھی تک حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا ثناء اللہ صاحب اور مولانا ابراہیم صاحب کے مناظروں کو نہیں بھولے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مناظروں میں بھی ان قادیانی حضرات کو وہ زک اٹھانی پڑی تھی اور اتنی ذلت سمیٹنی پڑی تھی کہ اب تک یہ مناظرے ان کو بھول نہیں رہے۔ اگر ان مناظروں نے قادیانی اُمت کے سر کو واقعی نہیں چکرا دیا تھا تو اب تک ان کی دہشت اور اہمیت ان کی نظر و فکر پر کیوں مستولی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب ان

بزرگوں کے نمائندے اور وارث کون ہیں۔ وہی جنہیں دیکھ کر آج انہیں مولانا ثناء اللہ صاحب کا نقشہ یاد آ رہا ہے۔

جلال الدین شمس:

آپ لوگ خواہ مخواہ ہمیں تنگ کر رہے ہیں۔ ہم اس طرح اور ان شرطوں سے مناظرہ کرنے کو قطعاً تیار نہیں۔ اگر مناظرہ کرنا ہے تو ہمارے پیش کردہ موضوع میں آپ مدعی بنیں اور آپ کے پیش کردہ موضوع میں ہم آپ کے مدعی ہوں گے۔

(عوام میں سے "اُلٹی منطق، اُلٹی منطق" کی آوازیں اُٹھتی ہیں اور قاضی نذیر احمد اور مولوی عبداللطیف صاحب قادیانی مبلغ اپنی مرزائی سٹیج کی کتابیں باندھنا شروع کر دیتے ہیں)

نمائندہ مرزائیت محمد اشرف صاحب:

حضرات! میں احمدیوں کی طرف سے اور بھٹی صاحب غیر احمدیوں کی طرف سے ہم دونوں مل کر علامہ خالد محمود صاحب اور مولانا جلال الدین صاحب شمس کے ساتھ علیحدگی میں کوئی بات چیت کر لیں؟

(عوام اس کی اجازت دیتے ہیں اور چاروں حضرات ایک دوسرے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ پانچ منٹ کے بعد یہ حضرات باہر آتے ہیں)

علامہ خالد محمود صاحب:

حضرات! ان حضرات کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ ہمارا پروگرام اتنے وسیع اجتماع میں تبادلہ افکار کا نہ تھا اب چونکہ یہاں اس کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے ہیں اس لئے ہم اس صورت میں مناظرہ نہیں کرنا چاہتے۔ انہوں نے مجھے کہا ہے کہ یہاں علیحدگی میں ہم چاروں مل کر تبادلہ خیالات کرتے رہیں۔ میں نے اسے منظور نہیں کیا اور یہی کہا ہے کہ مناظرہ ہوگا تو ان سب حضرات کے سامنے ہوگا جو صبح سے یہ تمہیدی مناظرہ سن رہے ہیں۔ ورنہ مناظرہ ہوگا ہی نہیں۔ اگر آخر میں یہی کرنا تھا تو صبح سے یہ مناظرہ کیوں شروع کر رکھا تھا۔

(پانچ گھنٹے کی اس عبرت ناک شکست کے بعد مرزائی مبلغین قاضی نذیر احمد کی قیادت میں پسپا ہوتے ہیں اور پھر مجلس برخاست ہوتی ہے)

اسلام زندہ باد   ختم نبوت زندہ باد

۲۵ جنوری ۱۹۸۳ء کو انارکلی میں منعقدہ مناظرہ

(مابین قادیانی مبلغین اور علامہ خالد محمود و دیگر علمائے اسلام)

مرزا غلام احمد کے کذب پر ایک مباحثہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ...... اَمَّا بَعْدُ

انارکلی لاہور کے جناب شاہد فاروق اور ان کے قادیانی دوست حامد خان صاحب کے درمیان دو موضوعات پر بات چل رہی تھی:

۱)...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی جاری ہے؟

۲)...... مرزا غلام احمد قادیانی امام مہدی ہیں؟

دونوں میں طے پایا کہ اپنے اپنے علماء کو بلالیں اور ان موضوعات پر باہمی گفتگو ہوجائے۔ ۲۴ جنوری ۱۹۸۳ء بروز منگل ساڑھے چھ بجے شام کا وقت طے ہوا۔ ۲۴ جنوری کو حامد خان صاحب نے عذر کیا کہ ان کے مبلغ ربوہ سے نہیں آسکے۔ پھر ۲۵ جنوری ساڑھے چھ بجے کا وقت طے ہوا۔ پونے سات بجے قادیانی مبلغ اپنے پندرہ ساتھیوں کے ساتھ کوئٹہ ہاؤس بلڈنگ احاطہ موتا سنگھ انارکلی لاہور پہنچے اور آتے ہی کہا کہ ان کے پاس پون گھنٹے کا ٹائم ہے، انہیں ساڑھے سات بجے کسی اور جگہ کام ہے اور انہیں جانا ہے۔

مسلمانوں کی طرف سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، خلیفہ مجاز حضرت مولانا

قاضی مظہر حسین صاحب، حضرت مولانا عبدالرشید صاحب ارشد فاضل خیر المدارس ملتان اور دیگر کئی اکابر علماء کرام موجود تھے۔

قادیانی نمائندے حامد خان صاحب نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات پر بات ہونی چاہئے۔ 1

(1 بات پہلے جن دو موضوعات پر چل رہی تھی ان میں یہ موضوع نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حامد خان صاحب کو ان کے مبلغ یہ سکھا کر لائے تھے کہ وہ خود خلط مبحث کرے)

جناب شاہد فاروق صاحب پروپرائٹر کوئٹہ ہاؤس انار کلی نے کہا کہ پہلے جن موضوعات پر بات چل رہی ہے وہ صرف دو ہیں:

۱)...... نبوت کا جاری رہنا یا یہ کہ

۲)...... مرزا صاحب کیا مہدی تھے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس وقت کوئی بحث نہیں ہے۔ مگر حامد خان صاحب نے اسی پر اصرار کیا کہ نزول مسیح پر بحث ہونی چاہئے۔ حضرت مسیح آسمان سے آئیں گے یا نزول مسیح سے مراد ایک مثیل مسیح کی آمد ہے۔ موصوف خلط مبحث کرنے کی کوشش کی۔

اس پر علمائے اسلام نے کہا:

قادیانیوں کے نزدیک نزول مسیح کا عقیدہ قطعاً ایمانیات کا جزو نہیں۔ اب ان کا اسے اتنی اہمیت دینا صرف اس لئے کہ لوگوں کی توجہ مرزا غلام احمد سے ہٹائی جائے اور لوگ ان کے صدق و کذب پر بحث نہ کریں۔

پھر ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کئی اہل اللہ حیات مسیح کے قائل تھے اور اسی مسیح ناصری کا دوبارہ آنا مانتے تھے جو حضرت مریم کے بیٹے تھے سو اگر وہ اولیاء حیات مسیح کا اقرار کر کے اولیاء اللہ ہو سکتے ہیں تو ہم کیا اس عقیدہ سے مسلمان بھی نہیں رہ سکتے۔

اس دعوے کے ثبوت میں علمائے اسلام نے دو حوالے پیش کئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

۱)...... نزول مسیح کا عقیدہ نہ تو ہمارے ایمانیات کا جزو ہے

نہ دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہے بلکہ صد ہا پیشگوئیوں میں سے ایک
پیش گوئی ہے جس کا حقیقتِ اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔

(ازالہ اوہام، ص:۳۲۶)

۲)...... کئی خواص اور اولیاء اور اہل اللہ کا یہی خیال تھا اگر یہ
کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسی زمانہ میں اس کا ازالہ کر دیتا۔

(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے)

جناب شاہد فاروق صاحب نے پھر کہا کہ میری حامد خان صاحب سے جو بات پہلے سے چل رہی ہے وہ انہی دو موضوعات پر ہے:

۱)...... کیا سلسلہ وحی جاری ہے؟

۲)...... کیا مرزا صاحب مہدی تھے؟

علمائے اسلام نے کہا کہ قادیانی مبلغ نے پون گھنٹہ بعد چونکہ چلے جانا ہے اس لئے وہ موضوع شروع کرنا چاہئے جو مختصر وقت میں بھی کچھ واضح ہو سکے۔ سلسلہ وحی جاری ہے یا نہیں ایک وسیع موضوع ہے۔ اس کے لئے یہ وقت پون گھنٹہ بالکل ناکافی ہے۔ اس مختصر وقت میں تو صرف دوسرا موضوع ہی چل سکتا ہے اور ہم اس کا آغاز کرتے ہیں اس کے بعد مناظرہ شروع ہو گیا۔

قادیانی مبلغین مرزا غلام احمد کے صدق و کذب پر بحث کرنے کے لئے کبھی جلدی تیار نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ ان مباحث میں اُلجھنے اور اُلجھانے کی کوشش کرتے ہیں جسے عوام الناس آسانی سے نہ سمجھ سکیں۔ قرآن و حدیث عربی میں ہیں اور ان کی تشریحات بھی عربی اور علمی زبان میں۔ سو ان کے سہارے وہ اپنے عوام کو مغالطہ دینا آسان سمجھتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کی کتابیں اور لٹریچر زیادہ تر اُردو میں ہے اور اسے عوام آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ اس لئے قادیانی اس کی طرف آتے ہی نہیں۔ ان کا حیات مسیح اور ختم نبوت کے مسائل میں پڑنا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کی سیرت پر پردہ ڈال سکیں۔

ثابت نہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے جو بات کی ہے وہ بطور استدلال کی ہے۔ لوگ پہلے سے کہہ رہے تھے کہ چودھویں صدی آخری ہے۔ قیامت چودھویں صدی میں آنے کی۔ ظاہر ہے کہ پھر مسیح موعود بھی تو چودھویں صدی میں ہی آنا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے اس مشہور عام بات سے استدلال کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے۔ آپ اس مجمع سے ہی پوچھ لیں، بچہ بچہ گواہی دے گا کہ یہ بات زبان زد عام و خاص تھی کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اور اسی میں مسیح نے آنا ہے۔ سب علماء بھی یہی بات کہتے چلے آئے ہیں۔ (مجمع سے لوگ بول اُٹھے ہرگز نہیں۔ ہمارے علماء نے کبھی نہیں کہا تھا کہ قیامت چودھویں صدی میں آئے گی۔ صرف قادیانی کہنے لگے "لوگ یہی کہتے تھے"، "ہم نے یہی سن رکھا تھا"۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی اسی سے استدلال کیا ہے)

علمائے اسلام:

مرزا صاحب لوگوں سے سن کر اس بات کو حضورﷺ کے ذمہ لگا رہے تھے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئے گا؟ مرزا صاحب نے یہاں اس کے لئے احادیث صحیحہ کا دعویٰ کیا ہے۔ اسے حدیث کی کسی کتاب میں دکھاؤ۔ یہ کیا جواب ہے کہ لوگ یہ بات کہتے تھے، اس لئے مرزا صاحب نے استدلالاً اسے حدیث کہہ دیا ہے۔ یہ جواب بالکل غلط ہے۔ (یہ جواب مولانا محمد الیاس دے رہے تھے)

مولانا عبدالرشید ارشد صاحب نے کہا ہم بچپن میں تو یہ بھی سنتے آئے ہیں کہ چاند میں بڑھیا چرخہ کات رہی ہے۔ ہم کیا اسے عقیدہ بنالیں گے؟ ہرگز نہیں۔ عوام کی بات کا کیا اعتبار۔ (آپ نے دوسرے علماء کی بات کاٹ کر یہ بات کہی تھی)

من كذب علی متعمدًا فليتبوّا مقعده من النار

"جس نے جان بوجھ کر مجھ پر کوئی جھوٹ باندھا اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

مرزا غلام احمد...... حضورﷺ پر یہ جھوٹ باندھ کر اس حدیث کی رو سے جہنمی ہو چکے

ہیں۔ ظاہر ہے کہ جہنمی مہدی نہیں ہوسکتا۔ لوگوں سے بات سن کر اسے منسوب کرنا
کسی شریف اور ایمان والے شخص کا کام نہیں ہے۔

قادیانی مبلغ:

قرآن کریم میں لکھا ہے کہ دنیا میں جب بھی پیغمبر آئے لوگوں نے انہیں جھوٹا کہا۔ ہر پیغمبر کو جھٹلایا گیا۔ مرزا صاحب بھی خدا کے پیغمبر تھے اس لئے انہیں جھوٹا کہا جا رہا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پیغمبروں سے شروع سے ہی ایسا ہوتا رہا ہے۔ اب میرا جانے کا وقت ہوگیا ہے، اس لئے میں جاتا ہوں۔

علمائے اسلام:

پیغمبر کو جھٹلانا اور کسی بات میں پیغمبر پر جھوٹ ثابت کرنا ان دو باتوں میں بنیادی فرق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کئی لوگوں نے پیغمبروں کو ان کے دعوئے رسالت میں جھٹلایا۔ لیکن کسی اور معاملے میں کسی پیغمبر پر جھوٹ بولنے کا الزام کبھی نہیں لگا۔ پیغمبروں کے اخلاق فاضلہ اتنے عالی ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی شخص کوئی جھوٹ ثابت نہیں کرسکتا۔

اتنے میں دوسرے قادیانی مبلغ مولوی بشیر احمد تشریف لے آئے۔ سب قادیانیوں نے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا۔ حامد خان صاحب نے کہا کہ لیجئے یہ آگئے ہیں جو ساری رات یہیں ہوں گے، کہیں نہیں جائیں گے۔ ان سے جتنی بھی بحث چاہیں کریں۔

علمائے اسلام کی طرف سے نئے آنے والے مبلغ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اپنی جماعت کے عہد کا اقرار کرتے ہیں کہ آپ ساری رات یہیں رہیں گے اور مجلس سے نہیں جائیں گے؟ انہوں نے کہا کہ اگر دین اور تبلیغ کی بات ہو تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا بلکہ یہ کہ جب تک بیٹھنا ہو بیٹھوں گا۔

علمائے اسلام نے کہا کہ آپ اگر کہہ کر بات نہ کریں۔ صاف لفظوں میں اقرار کریں کہ مجلس سے اُٹھ کر نہیں جائیں گے۔ اگر کے ساتھ بات کرنا کوئی اقرار نہیں۔ قادیانی مبلغ نے کہا

حضور جب کہا جائے کہ مال تو ایک طرف جان چاہو تو وہ بھی حاضر کر دیں گے اس میں مال کا اقرار تو ہے آپ ایک رات کہتے ہیں ہم تبلیغ کے کام سے کبھی نہ جائیں گے۔

علمائے اسلام نے کہا جناب شاعری نہ کریں صاف کہیں کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دوران بحث ہم اُٹھ کر نہ جائیں گے۔اس پر بات پھر سے شروع ہوگئی۔

علمائے اسلام نے کہا حضرات پہلے سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا یہ کہنا کہ حدیث میں ہے مسیح موعود چودھویں صدی میں آئے گا، درست نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ حضور ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔واقعی کسی حدیث میں نہیں کہ مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔صحیح حدیث تو ایک طرف کسی ضعیف حدیث میں بھی یہ بات نہیں ملتی۔

صدرِ مجلس:

جناب محمد اسلم صاحب پروپرائٹر نفیس کلاتھ ہاؤس نے کہا کہ مولوی بشیر احمد صاحب چونکہ ابھی آئے ہیں اس لئے انہیں وہ حوالہ سنا دیا جائے جس پر بحث ہو رہی ہے۔اس پر مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم سے یہ عبارت پھر پیش کی گئی:

"احادیث صحیحہ میں آتا ہے کہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔"

ص ۱۸۸

قادیانی مبلغ:

ہمارا اصل نزاع اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں؟ جب تک اس بات کا فیصلہ نہ ہو جائے حضرت مرزا صاحب کے بارے میں ہم کوئی بحث نہ کریں گے۔ اسی پر ہمارے سارے اختلافات کا مدار ہے۔...

علمائے اسلام:

علمائے اسلام نے کہا کہ یہ تو آپ اپنے بانی سلسلہ سے بھی اختلاف کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب تو خود لکھتے ہیں کہ نزولِ مسیح کا عقیدہ نہ ہمارے ایمانیات کا جزو ہے نہ دین کے

رکنوں میں سے کوئی رکن ہے۔ بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے۔ جس کو حقیقت اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ بانی سلسلہ تو یہ کہتے ہیں۔ آپ ان کے اچھے پیرو ہیں، جو اس مسئلے کو اپنے ایمانیات کا مدار بتلا رہے ہیں۔

مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ مجھ سے پہلے جو لوگ حیات مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے وہ اس عقیدے کی وجہ سے ہرگز گناہ گار نہ تھے۔ اللہ کے ہاں وہ بالکل صاف اور بَری تھے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ان الذین خلوا من قبلی لا اثم علیھم و مبرؤن

(ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء ص ۴۲)

اب یہ گناہ گار کیوں ٹھہرے؟ مرزا صاحب کے آنے کی وجہ سے۔ تو پھر سب پر پہلے بحث کیوں نہ ہو۔ جس کی وجہ سے حیات مسیح کا عقیدہ غلط ٹھہرا تھا اور اس سے پہلے یہ لائق عذر تھا۔

قادیانی مبلغ:

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ویکینسی (آسامی) تو موجود نہ ہو اور امیدوار کی اسناد اور اس کے حالات کی جانچ پڑتال شروع کردی جائے۔ جب تک مسیح کی وفات نہ مانی جائے، کرسی خالی نہ تسلیم کی جائے اس کے اُمیدواروں کی جانچ پڑتال اور تحقیق اسناد بے فائدہ ہے۔ کبھی کسی دفتر میں دیکھا کہ ویکینسی تو نہ ہو اور اسناد کی تحقیق ہو رہی ہو۔ سینہ ناپا جا رہا ہو اور بعد میں کہا جاتا ہو کہ کپڑا ہی موجود نہیں۔

مہربانو! پہلے مسیحیت کی کرسی خالی مانو۔ وفات مسیح کا اقرار کرو۔ پھر مرزا صاحب پر ان کے صدق وکذب پر اور محمدی بیگم کے واقعہ پر بحث کرو۔

صدر مجلس:

جو بحث پہلے سے چلی آ رہی ہے اور اس موضوع کو آپ سے پہلے مبلغ مان چکے تھے اور اس پر بحث جاری تھی آپ اسے کیوں چھوڑتے ہیں؟ وہ بحث یہ تھی کہ مرزا صاحب امام مہدی نے

مانو؟ پہلے اس کو طے کرلو پھر حضرت مسیح پر بھی بحث ہو جائے گی۔

علمائے اسلام:

نہایت مختصری بات ہے۔ مرزا صاحب نے کہا ہے احادیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئے گا۔ سوال یہ ہے کہ یہ حدیث کہاں ہے؟ اگر کہیں نہیں تو تسلیم کیجئے کہ مرزا صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور مرزا صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۲۰۶)

اگر آپ کے پاس حدیث کا حوالہ ہے کہ حضور ﷺ نے چودھویں صدی کا نام لیا ہو تو پیش کریں۔ ایک منٹ میں یہ بحث نمٹ جائے گی۔ اس کے بعد ہم حیات مسیح پر بحث کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

قادیانی مبلغ:

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا صاحب نے جو فرمایا درست ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئے گا لیکن ہم وہ حدیث اس وقت پیش نہیں کریں گے۔ پہلے حیات مسیح پر بحث کریں، قرآن سے بحث کریں، حدیث بعد میں آئے گی۔ احمدی دوستو! دیکھو فریق مخالف قرآن کی طرف نہیں آ رہا ہے۔ نہ قرآن کی رو سے کسی مسئلہ پر بحث کرتا ہے۔ مسیح موعود کی ویکیسی (آسامی) تو خالی نہیں سمجھتے اور اس کے اُمیدوار کو پرکھ رہے ہیں۔

علمائے اسلام:

قادیانیوں کی یہ بات درست نہیں کہ میسحیت کی ویکیسی خالی نہیں ہے۔ قادیانی مرزا غلام احمد کو مثیل مسیح ماننے کے باوجود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس مسیح کے آنے کا اب بھی امکان ہے۔ جس پر احادیث کے ظاہر الفاظ صادق آ سکیں۔ لیجئے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

”ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر

حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔" (ازالہ اوہام ص۲۰۰)

اب دیکھئے اور Vacancy موجود ہے یا نہ؟ نیز ہم مرزا صاحب کے صدق وکذب پر جو بحث کر رہے ہیں وہ بطور مسیح موعود کے نہیں بلکہ بحث یہ تھی کہ وہ مہدی تھے یا نہ؟ ظاہر ہے کہ جھوٹ بولنے والا مہدی نہیں ہوسکتا۔

قادیانی مبلغ:

فریق مخالف نے دیانتداری سے کام نہیں لیا کوئی اور مسیح بھی آئے گا؟ یہ صرف امکان ہے یہ نہیں کہ وہ ضرور آئے گا۔

علمائے اسلام:

نہیں، مرزا صاحب کہتے ہیں یہ "ممکن اور بالکل ممکن ہے"۔ مرزا صاحب تو اسے بالکل ممکن کہتے اور آپ اسے صرف امکان کہہ رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو بتایئے ویکینسی خالی ہے یا نہیں؟ آپ کے استدلال میں جب ہم نے یہ امکان ثابت کر دیا تو اس سے آپ کا استدلال خود بخود ختم ہوگیا۔ کوئی اور احتمال نکل آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

قادیانی مبلغ:

ہم وفات مسیح ثابت کریں، آپ حیاتِ مسیح پر بحث کریں۔ ہمارے پہلے مبلغ نے اگر مانا ہو کہ مرزا صاحب پر بحث ہوگی تو ہم اپنی شکست مان لیں گے۔ ٹیپ پھر سے لگائیں اور بتائیں کہاں انہوں نے یہ موضوع مانا تھا کہ مرزا صاحب کے صدق وکذب پر بحث ہوگی۔

علمائے اسلام:

اگر انہوں نے یہ موضوع تسلیم نہیں کیا تھا تو انہوں نے بحث کیسے شروع کر دی؟ کیا انہوں نے اس بات کے جواب میں کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئے

گا یہ نہیں کہا تھا کہ مرزا صاحب نے یہ بطور استدلال کہا تھا۔ کیونکہ عام لوگ کہتے تھے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئے گا۔ ''حضور ﷺ نے چودھویں صدی کا لفظ واقعی کبھی نہیں بولا۔'' مرزا صاحب کی یہ صفائی پیش کرنا کیا اس کو موضوع تسلیم کرنا نہیں؟

قادیانی مبلغ:

میرے ساتھی نے اسے ہرگز موضوع تسلیم کیا ہوگا، یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

سامعین:

وہ تو اس موضوع پر بحث کر چکے ہیں۔ ٹیپ دوبارہ لگائی جائے، آپ خود سن لیں گے۔

قادیانی مبلغ:

جب آپ حیات مسیح پر بحث نہیں کرتے تو ہم جاتے ہیں۔

علمائے اسلام:

یہ تو آپ کا کھلا فرار ہے۔ اگر کچھ بھی ہمت ہے تو مرزا غلام احمد کی پیش کردہ روایت حدیث کی کسی کتاب سے دکھاؤ کہ حضور ﷺ نے کہیں چودھویں صدی میں مسیح موعود کا آنا ضروری بتلایا ہو۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اس شخص سے منحرف مت ہو جاؤ جس کا آنا اس صدی پر اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا اور جس کی ابتداء سے نبی کریمؐ نے خبر دی تھی۔''

(دافع الوساوس ص ۲۵۳)

اس عبارت میں بھی مرزا صاحب نے اپنے چودھویں صدی میں آنے کو نبی کریم ﷺ کی خبر بتلایا ہے۔

جب مسیح موعود آخری مجدد ہے اور حسب تحریر ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم وہ چودھویں

صدی کا مجدد ہوگا تو کیا اس میں یہ دعویٰ کھل کر سامنے نہیں آجاتا کہ چودھویں صدی دنیا کی آ
صدی ہے۔اس کے آخر میں قیامت آجائے گی اور پندرھویں صدی نہیں آئے گی۔
اس پر قادیانی مبلغ مع اپنے ساتھیوں کے مجلس سے چلے گئے اور سب حاضرین ۔
کا مناظرے سے کھلا فرار دیکھا۔

6 اگست 1976ء

مرزائی عبادت گاہ میں علمائے اسلام کا ورودِ مسعود

اور مناظرہ میں قادیانیوں کی شکست فاش

میدانِ مناظرہ سے مرزائیت کا فرار

اہل اسلام کی شاندار کامیابی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِیْنَ اَوْفَوْا بِعَهْدِهٖ

امابعد! تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ افریقہ کے مغربی ساحل پر ختم نبوت کا قافلہ اُترا۔ قادیانی برسوں پہلے یہاں آئے تھے اور یہاں کے عام لوگوں کی علمی بے بسی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے انہوں نے جابجا ارتداد کے نشتر لگائے تھے۔ مرزا ناصر احمد نے ۱۹۷۰ء میں یہاں کا دورہ کیا اور "افریقہ بول رہا ہے" (Africa Speaks) کے نام سے اُس نے اپنے اس دورے کی رُوداد شائع کی۔ اس سے بات کھلی اور افریقہ کے مسلم حلقوں کو پہلی بار پتہ چلا کہ یہ لوگ اسلام کے نام سے کتنے سادہ دلوں کو ارتداد کی گود میں کھینچ چکے ہیں۔

شاہ فیصل مرحوم کو ان حالات سے بہت قلق تھا۔ رابطہ عالم اسلامی اور دارالافتاء سعودی

کی نظر اس فتنے کا پوری طرح احاطہ کررہی تھی۔

ختم نبوت کا پہلا قافلہ علامہ خالد محمود صاحب اور مناظر اسلام مولانا منظور احمد چنیوٹی پر مشتمل ۳۱ جولائی ۱۹۷۶ء کو نائیجیریا کی لاگوس ایئر پورٹ پر اُتر گیا۔

۲ اگست کو ختم نبوت کا یہ وفد لاگوس سے اِبادان پہنچا۔

اِبادان کی مرزائی عبادت گاہ (مرزاڑہ) واقع ''اڈیکان'' کے ارکان مسلمانوں کو مدت سے مرزا غلام احمد کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ شیخ مرتضٰے نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے اِبادان کے دو معتبر آدمیوں کو اُن کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم حاضر ہیں۔ بات کر لیجئے۔ لیکن بات غیر جانبدار جگہ میں ہونی چاہئے۔

مرزائی امام نے کہا کہ ہم اس کے لئے تیار نہیں۔ البتہ اگر تم ہماری مسجد میں آؤ تو ہم مناظرہ کے لئے تیار ہوں گے۔

۴ اگست کو شیخ مرتضٰے اور شیخ عبدالوہاب خود ان کے پاس گئے اور بہت کہا کہ مناظرے ہمیشہ غیر جانبدار جگہ پر ہوتے ہیں۔ تم اپنی مسجد کے لئے اصرار کیوں کر رہے ہو؟ مگر انہوں نے ایک نہ مانی اور ہر طرح سے پہلو تہی کی۔ اب اس لئے کہ ان پر حجت پوری کی جائے۔ ہم نے ان کے مرزاڑے میں جانا منظور کرلیا اور اس کے لئے مرزائی امام نے تحریر دے دی۔ تین موضوع قرار پائے:

۱)...... ختم نبوت

۲)...... ظہور مہدی

۳)...... نزول مسیح

طے پایا کہ ۶ اگست کو ۳ بجے ان کی عبادت گاہ میں مناظرہ ہوگا۔ جو ۶ بجے تک جاری رہے گا۔

مسلمان، علامہ خالد محمود صاحب اور مولانا منظور احمد صاحب کو لے کر دس منٹ پہلے ہی اڈیکان کے مرزاڑے میں جا پہنچے۔ ان کے ساتھ سعودی عرب کے علماء مبعوثین نائیجیری علماء و مبلغین اور بہت سے مسلمان زعماء بھی تھے۔ مرزاڑے کا ہال مرزائیوں سے بھرپور تھا۔ اہل حق

کتابوں کا صندوق لئے اپنے سٹیج پر جا بیٹھے۔ علماء اسلام کی تشریف آوری مرزائیوں کے لئے ہیبت اور پریشان دلوں کے لئے ایک ایمانی سہارا تھی۔ اس وقت مسلمان نوجوانوں کے جذبات اس حقیقت کا پتہ دے رہے تھے۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کرچکا ہے تو امتحاں ہمارا

☆......☆

مناظرے کا ...... ہال کا نقشہ

مشترکہ صدارت کی میز پر

1...... مدیر المعہد العربی شیخ مرتضٰی حسن مالکی (مسلمانوں کی طرف سے)

(MURTADA)

2...... الحاجی ایس ایس بریموہ (مرزائیوں کی طرف سے)

(S. S. BURAIMOH)

مسلمان مناظرین

علامہ خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈیمی آف مانچسٹر (انگلستان)
مولانا منظور احمد چنیوٹی مدیر العام ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد (چنیوٹ)

مرزائی مناظرین

الحاجی اے بیلو (A. BELLO)
الحاجی اے اے بیلو (A. A. BELLO)
برادر ایل او یوسف (L. O. YOUSAF)
الحاجی امام ایچ ٹی دادا (H. T. DADA)

مترجمین

انگریزی سے مقامی زبان YORUBOOMU میں ترجمہ:

☆...... شیخ عبدالوہاب

☆...... اور شیخ عبدالغنی بدماصی

عربی سے مقامی زبان میں ترجمہ:

☆...... شیخ مرتضیٰ (الرئیس)

تعارفی تقاریر (Introductary Speeches)

علامہ خالد محمود صاحب (انگریزی میں):

ہم بہت خوش ہیں کہ آپ لوگوں نے ہمیں موقعہ دیا کہ ہم آپ کے پاس آ کر دینِ اسلام کی کچھ باتیں کہیں اور جہاں تک ہوسکے غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش کریں۔ آج کی گفتگو ہم سب کو ایک امن وسکون کے ماحول میں کرنی ہے۔ ہم سب کو ایک دن خدا کے حضور میں پیش ہونا ہے اور اپنے ایمان واعمال کے لئے جواب دہ ہونا ہے۔ میں اس دن کا تصور دلا کر جب اللہ رب العزت کی بطش شدید اور سخت پکڑ سے کوئی مجرم رستگاری نہ پا سکے گا، آپ سب حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ ضد اور تعصب کو چھوڑ کر ہر بات کو ٹھنڈے دل سے سوچیں اور اسے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔

امام ایچ ٹی دادا:

میں آپ لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ ہماری مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ میری سب حاضرین سے درخواست ہے کہ نہایت امن اور خاموشی سے اپنی اپنی جگہ بیٹھیں۔ صدر صاحبان، مناظرین اور مترجمین کے علاوہ کوئی صاحب بلا اجازت بات نہ کریں۔ اسی طرح ہم سب مل کر اس مجلس کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب (انگریزی میں):

ہم یہاں نو وارد ہیں۔ آپ لوگوں کے بارے میں ہمیں تفصیلی حالات معلوم نہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ آپ کا تعلق مرزا غلام احمد کے ساتھ کس جہت سے ہے۔ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ آپ مرزا غلام احمد کو کیا مانتے ہیں۔ براہ کرم پہلے آپ اپنے عقیدے کی وضاحت کریں۔

امام ایچ ٹی دادا (مقامی زبان میں):

(انگریزی میں ترجمہ شیخ عبدالوہاب نے کیا)

ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے۔ وہ نبی یا رسول نہ تھا۔ آخری رسول اور نبی محمد رسول اللہ ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ آئے گا۔ مرزا غلام احمد ایک ریفارمر تھا۔ ہم اُسے مجدد مانتے ہیں۔ نبی نہیں مانتے۔

علامہ خالد محمود صاحب (انگریزی زبان میں):

آپ کے تحریر کردہ یہ تین موضوعات مناظرہ میں سے پہلا موضوع ختم نبوت تھا۔ آپ کے اس جواب سے یہ موضوع ختم ہو گیا ہے۔ آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ حضور خاتم النبیین کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اب مناظرہ دوسرے موضوع پر ہوگا کہ مرزا غلام احمد کا مہدی ہونے کا دعویٰ درست تھا یا اس نے اللہ اور اس کے دین پر ایک افتراء کیا ہے۔

امام ایچ ٹی دادا (مقامی زبان میں):

(ترجمہ شیخ عبدالوہاب)

تحریر کا پہلا موضوع ختم نہیں ہوا۔

ہم صرف یہ نہیں کہہ رہے کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ آپ کہیں نہیں دکھا سکتے کہ مرزا غلام احمد نے کبھی نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور

کہا ہو کہ وہ نبی اور رسول ہے۔

(اب یہاں سے مناظرہ شروع ہو جاتا ہے)

علامہ خالد محمود صاحب (انگریزی میں):

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی آللّٰہُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ (سورۃ النمل:۵۹) رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ (سورۃ الاعراف:۸۹)

حضرات! یہ میرے ہاتھ میں مرزا غلام احمد کی کتاب حقیقۃ الوحی مع استفتاء موجود ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے۔ اس کے ضمیمہ استفتاء کے صفحہ ۸۷ پر مرزا غلام احمد نے اپنے اوپر وحی کے نازل ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ خدا نے کہا:

اِنك لمن المرسلین (ص:۸۷)

ترجمہ: ''بے شک تو رسولوں میں سے ہے۔''

لیجئے ہم نے مرزا غلام احمد کی کتاب سے اس کے دعوئے رسالت کا حوالہ پیش کر دیا ہے۔ کتاب کا یہ ایڈیشن مرزائیوں کی لاہوری جماعت احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کا شائع کردہ ہے۔ اس کے صفحہ ۱۵۰ پر بھی ہے:

> ''خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر نہ رہنے دیا اور صریح طور نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔''

الحاجی اے بیلو (مرزائی مناظر):

لوگو! یہ کتاب ہماری نہیں ہے۔ کسی شخص نے جعلی بنا کر مرزا غلام احمد کے نام منسوب کر دی ہے۔ مرزا غلام احمد کا عقیدہ ان کی کتاب حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۲۷ پر صاف درج ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حدیث ''لا نبی بعدی'' صحیح اور قطعی ہے۔ جو حضور خاتم

النبیین کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب اور مفتری ہے۔ میں شیخ مرتضیٰ سے کہتا ہوں کہ وہ حمامۃ البشریٰ کی اس عبارت کا عربی سے یوردبہ میں ترجمہ کر کے سنائیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مرزا غلام احمد نے اپنا عقیدہ تدریجاً تبدیل کیا تھا۔ ختم نبوت کے بارے میں اس کا عقیدہ پہلے مسلمانوں کا سا تھا۔ پھر اس نے اس میں تبدیلی کی۔ حقیقۃ الوحی کے دوسرے الفاظ بھی تبدیلی عقیدہ کا پتہ دیتے ہیں۔ حمامۃ البشریٰ میں جو عقیدہ درج ہے۔ وہ پہلے کا ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۳ء، ۱۳۱۱ھ میں چھپی تھی اور حقیقۃ الوحی مرزا غلام احمد کی وفات سے صرف ایک سال پہلے کی ہے اور مرزا غلام احمد کی آخری کتابوں میں سے ہے۔ پس دونوں کتابوں کے تعارض کی صورت میں حمامۃ البشریٰ کی عبارت منسوخ اور حقیقۃ الوحی کی بات ناسخ سمجھی جائے گی۔ مرزا غلام احمد نے عقیدہ ختم نبوت میں تبدیلی نہ کی ہوتی تو مرزائیوں میں دو گروہ کیوں بنتے۔ ایک اس کے پہلے عقیدہ کو اُٹھائے پھرتا ہے اور دوسرا اس کے آخری عقیدہ کے مطابق اسے خدا کا نبی اور رسول مانتا ہے۔

امام ایچ ٹی دادا:

مرزا غلام احمد نے حقیقۃ الوحی ہرگز نہیں لکھی۔ جب وہ نبی اور رسول ہی نہیں تو وہ وحی کے مدعی کیسے ہو سکتے تھے اور حقیقۃ الوحی کیسے لکھ سکتے تھے۔ اس نام کی مرزا صاحب کی کتاب نہیں۔ یہ کتاب جعلی ہے۔ کسی کذاب نے اُن کے نام سے لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہے۔ ایک مسلمان کیسے نبی ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی (عربی میں):

(ترجمہ: شیخ مرتضیٰ)

آپ لکھ دیں کہ حقیقت الوحی کا مصنف دجال اور کذاب ہے۔ کافر ہے۔ بے ایمان ہے اور جعلساز ہے۔ آپ جو جواب دے رہے ہیں۔ اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں

تو لکھ کر دیں۔ ہم اپنے صدر شیخ مرتضٰی سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اُن سے یہ بات لکھوالیں۔ لکھوائے بغیر نہ چھوڑیں اور اس پر اُن کے یہ چاروں مناظر دستخط کریں۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقۃ الوحی کا مصنف کذاب اور دجال ہے۔

امام ایچ ٹی دادا:

جب ہم سب کے سامنے کہہ رہے ہیں کہ حقیقۃ الوحی لکھنے والا کذاب اور جعلی شخص ہے تو یہ لکھنے سے کم ہے؟ اتنے لوگوں کے سامنے کیا ہم جھوٹ بول رہے ہیں؟ ہم ہرگز لکھ کر نہ دیں گے۔ میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ بھی بیان کریں کہ آپ کا عقیدہ مرزا غلام احمد کے بارے میں کیا ہے؟ ہم تو اُسے مجدد مانتے ہیں، نبی نہیں مانتے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

آپ پہلی بات طے کئے بغیر دوسری بحث میں نہیں جاسکتے۔ آپ حقیقۃ الوحی کو مرزا غلام احمد کی کتاب نہیں مانتے تو یہ لیجئے میرے ہاتھ میں قادیان کا پرانا اخبار بدر موجود ہے۔ یہ پرچہ مرزا غلام احمد کی زندگی کا چھپا ہوا ہے اور اس پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء کی تاریخ درج ہے۔ اس کے صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے:

غلام احمد رسول اللہ ...... (بدر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

اس کے بارے میں لاہوری مرزائی نہ کہہ سکیں گے کہ یہ قادیانیوں نے چھپوالیا ہوگا۔ یہ مرزا غلام احمد کی زندگی کا چھپا ہوا پرچہ ہے اور اس کے دو سال بعد مرزا صاحب کی وفات ہوئی تھی۔

الحاجی اے اے بیلو (بات کاٹتے ہوئے):

یہ اُردو میں ہے یا عربی میں؟

علامہ خالد محمود صاحب:

یہ الفاظ ''غلام احمد رسول اللہ'' عربی اور اُردو میں ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں۔

دونوں زبانوں کے ابجد ایک سے ہیں۔ اُسے اُردو رسم الخط میں لکھیں یا عربی رسم الخط میں۔ اس کے حروف ایک سے ہیں۔ جو عربی پڑھ سکتا ہے وہ اُسے اُردو میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ یہ صاف لکھا ہے۔ ''غلام احمد رسول اللہ''۔

برادر ایل او یوسف:

مرزا غلام احمد کے دعوٰی نبوت کے بارے میں جو کتاب اور جو عبارت بھی آپ پیش کریں، سب جعلی ہیں۔ ہم حقیقۃ الوحی کے بارے میں صاف کہہ چکے ہیں کہ یہ جعلی کتاب ہے۔ کسی کذاب نے لکھی ہے۔ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ جو کہے کہ خاتم النبیین کے بعد کسی کو خدا نے کہا ہے۔ ''انك لمن المرسلين''۔ وہ دجال وکذاب ہے۔ جب ہمارا عقیدہ یہ ہے تو کیسے مان لیں کہ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے۔ آپ دوسرا موضوع شروع کریں۔

فضیلۃ الشیخ امانت اللہ:

آپ ایک شخص کو مجدد مانتے ہیں، جو نبوت کا مدعی ہے۔ اس کا ثبوت ہماری طرف سے پیش ہو چکا ہے۔ کتاب حقیقۃ الوحی ہم نے پیش کی ہے کہ یہ مرزا غلام احمد کی کتاب ہے اور اُسے مرزائیوں کی لاہوری جماعت نے بھی شائع کیا ہوا ہے اور یہ وہی ایڈیشن ہے۔ اگر یہ کتاب جعلی ہے تو اُس کا جعلی ہونا ثابت کرنا یہ تمہارے ذمہ ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ اُسے جعلی ثابت کرو اور دلائل پیش کرو کہ یہ جعلی کیسے ہے۔ آپ کا یہ کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا کہ ہم اس کتاب کو نہیں مانتے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

یہ لیجئے مرزا غلام احمد کی کتاب خطبہ الہامیہ ہے۔ یہ ۱۹۰۲ء کی تحریر ہے۔ اس میں لکھا ہے:

> وکیف یتحقق مفهوم لفظ منهم من غیر ان یکون الرسول موجوداً فی الاخرین۔ (خطبہ الہامیہ ص:۱۸۱، طبع اول)

ترجمہ: ''(قرآن کی آیت وآخرین منهم 1 لما یلحقوا بهم میں)

لفظ "منھم" کیسے درست ہوسکتا ہے اگر آخری دور میں کوئی رسول موجود نہ ہو۔"

[1 اشارۃ الی قولہ تعالیٰ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم (پ۲۸ سورۃ الجمعہ)
ترجمہ "اور اللہ نے ان لوگوں میں بھی رسول بھیجا جو ابھی ان (صحابہ) سے نہیں ملے۔ (آئندہ آئیں گے)۔"]

امام ایچ ٹی دادا:

آپ اب دوسرا موضوع شروع کریں اور بتائیں کہ اس چودھویں صدی کا، جو ختم ہورہی ہے۔ مجدد کون تھا؟ الحاج اے بیلو، سنن ابی داؤد نکال کر امام دادا کو دیتا ہے۔ یہ حدیث میں موجود ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آتا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ آپ اس صدی کے مجدد کا نام بتائیں، وہ کون تھا؟

علامہ خالد محمود صاحب:

مجدد دین کے بارے میں دو اصولی باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں۔ پھر بات کا سمجھنا اور جواب آسان ہوجاتا ہے۔ پہلی بات یہ کہ مجدد کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ مجدد دین اپنا کام کرتے ہیں اور ان کے عمل سے دین کی ان غلط باتوں سے تطہیر ہوتی رہتی ہے جو لوگ رواجاً یا نفاقاً اس میں ملا دیتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ مجدد پہلے بتلائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے۔ نہ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے بحیثیت مجدد پہچانیں۔ اگر وہ اسے مجدد جانے بغیر بھی اس سے علم وعمل کا فیض پالیں تو کافی ہے۔ ثانیاً ضروری نہیں کہ ایک صدی کا مجدد صرف ایک ہی شخص ہو، ایک صدی میں کئی مجدد بھی پیدا ہوسکتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ:

...... من یجدد لھا دینھا ......

واحد اور جمع دونوں کو شامل ہیں۔ اور اس اُمت میں ایک ایک صدی میں کئی کئی مجدد ہوتے رہے ہیں۔

امام ایچ ٹی دادا:

آپ نے ابھی تک نہیں بتایا کہ اس چودھویں صدی کا مجدد کون تھا۔ ہم تو مرزا غلام احمد کو مجدد مانتے ہیں جو تیرھویں صدی کے آخر میں اس چودھویں صدی کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ بتائیں کہ اس صدی کا مجدد کون ہے؟

علامہ خالد محمود صاحب:

میں ابھی بتاؤں گا کہ اس چودھویں صدی کے مجددین کون کون سے تھے۔ لیکن آپ اس بات کو ضرور یاد رکھیں کہ مجدد کے لئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں اور ہمیں اُسے بطور مجدّد کے جاننا ضروری نہیں اور یہ کہ مجدد ایک صدی میں کئی بھی ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے، اس چودھویں صدی کے مجدّدین میں جلالۃ الملک ملک عبدالعزیز والی سعودی عرب اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔

ایم ایچ ٹی دادا:

ان میں سے کسی نے مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

علامہ خالد محمود:

مجدّد کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ نہ شرع میں اس کی ضرورت ہے۔ شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہو چکی ہے۔ اب اس کی تکمیل یا تطہیر میں کوئی شخص آئینی طور پر اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مجدّد اپنا کام کرتے ہیں اور دین کی خدمت ہوتی چلی جاتی ہے۔

اگر ہر صدی کے لوگوں کو یہ جاننا ضروری ہے کہ اس وقت کا مجدد کون ہے تو امام ایچ ٹی دادا بتائیں کہ اَب تو چودھویں صدی انتہا کو آ پہنچی ہے۔ اس وقت پندرھویں صدی کا مجدد کون ہے؟

امام ایچ ٹی دادا:

آپ بتائیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو کیا مانتے ہیں۔ آپ انہیں اگر مجدد نہیں مانتے،

ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والے سب لوگ انہیں کچھ نہ کچھ تو مانتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

ہم مرزا غلام احمد کو اس کے سب آسمانی دعوؤں میں جھوٹا اور کذاب مانتے ہیں۔ مرزا صاحب نے تو خدائی صفات کا دعویٰ بھی کیا ہے اور حضور ﷺ پر جھوٹ بھی باندھے ہیں۔ یہ لیجئے میرے ہاتھ میں مرزا غلام احمد کی 1902ء کی تصنیف خطبہ الہامیہ ہے۔ اس میں مرزا غلام احمد کا دعویٰ ہے:

...... واعطيت صفة الافناء والاحياء ......

(خطبہ الہامیہ ص ۲۳ طبع ۱۹۰۲ء قادیان)

ترجمہ: اور میں موت دینے اور زندہ کرنے کی صفات دیا گیا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تو خدا کی یہ صفت بتلائیں کہ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے...... ربی الذی یحی ویمیت ...... پ ۳، سورۃ البقرہ (قرآن کریم)

اور مرزا غلام احمد یہ کہے کہ موت و حیات میرے قبضے میں ہے۔ استغفر اللہ۔

امام ایچ ٹی دادا:

ابھی پہلی بحث باقی ہے۔ آپ بتائیں کہ چودھویں صدی کے مجدد ہونے کا دعویٰ مرزا صاحب کے سوا اور کس نے کیا ہے۔

(لوگوں نے کہا کہ یہ بات پہلے ہو چکی ہے کہ مجدد کے لئے دعویٰ ضروری نہیں ہوتا)

علامہ خالد محمود صاحب:

آپ پھر غلط بحث کر رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد نے واقعی خدائی صفات کا دعویٰ کیا ہے۔ قرآن پاک خدا کی شان بتلاتا ہے کہ "کُنْ" کہہ کر وہ سب کچھ بنا دے...... إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ...... (سورۃ یٰس: ۸۲)

اور مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ خدا نے مجھے وحی کی اور یہ مقام بخشا ہے:

...... انما امرک اذا اردت شیأً ، ان تقول لہٗ کن فیکون ...

(استفتاء ص: ۸۷ ۔ حقیقۃ الوحی ص: ۸۷)

ترجمہ: "بے شک تو جس کام کا ارادہ کرے تو یہی کر تو "کن" کہے اور سب کچھ ہو جائے۔"

قرآن کی رو سے یہ "کن فیکون" خدا کی شان ہے۔ کوئی بندہ خدا کی صفات کا مالک نہیں ہو سکتا کہ "کن" کہہ کر جہاں بنا ڈالے۔

مرزا غلام احمد نے تو اپنے لڑکے کے بارے میں بھی دعویٰ کیا تھا کہ گویا خدا آسمان سے اتر پڑا ہے۔ مرزا اپنے لڑکے مبارک احمد کے بارے میں یہ خدائی الہام لکھتا ہے:

انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلاء کان اللّٰہ نزل من السماء

(حقیقۃ الوحی ص: ۹۵ ۔ استفتاء ص: ۸۵)

ترجمہ: "ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا۔ (یوں سمجھو) گویا خدا ہی آسمان سے اُتر پڑا ہے۔"

(انجام آتھم ص: ۶۲)

مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ مجھے خدا نے کہا:

تو مجھ سے ہے، میں تجھ سے ہوں ۔ انت منی وانا منک (حقیقۃ الوحی ص: ۷۴)

حالانکہ قرآن کریم میں ہے...... لم یلد ولم یولد...... نہ خدا نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

پھر مرزا غلام احمد نے اس الہام کا بھی دعویٰ کیا ہے:

انت منی بمنزلۃ ولدی ۔ (حقیقۃ الوحی ص: ۸۶ ۔ استفتاء ص: ۸۲)

ترجمہ: "تو میرے لئے میرے لڑکے کے درجے میں ہے۔"

جب خدا کا کوئی لڑکا نہیں تو کوئی اس کے درجے میں کیسے ہو سکتا ہے۔ جب کوئی اصل نہیں تو اس کا مثل کیسے ہوگا۔ یہ صریح کفر و شرک کا ارتکاب ہے۔

امام ایچ ٹی دادا:

ہم پہلے کتنی دفعہ کہہ چکے ہیں کہ حقیقۃ الوحی کسی جعلساز اور کذاب کی کتاب ہے۔ یہ سب خدائی صفات کے دعوے اسی جعلی کتاب کے ہیں۔ آپ لوگوں میں ہمت ہے تو چودھویں صدی کا مجدد بتائیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

میں نے پہلے بھی بتلایا ہے اور اَب پھر کہتا ہوں کہ چودھویں صدی کے مجدد ملک عبدالعزیز والی سعودی عرب تھے اور ان کا حرمین شریفین کو شرک و بدعت سے پاک رکھنا واقعی تجدیدی کارنامہ ہے اور مورخین اسلام نے اس کو مجددین قرن رابع عشر میں شمار کیا ہے۔

امام ایچ ٹی دادا:

آپ نے یہ جو کہا ہے کہ مرزا صاحب نے حضور رسول پاک ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے، اس لئے وہ مجدد نہیں ہو سکتے۔ آپ نے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ پس اس صدی کے مجدد مرزا صاحب ہی ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت کا علم کہ کب واقع ہوگی۔ اللہ رب العزت نے کسی کو نہیں دیا۔ صرف اسی کو علم ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ مرزا غلام احمد اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت ایک سو سال کے بعد واقع ہو جائے گی۔

یہ لیجئے ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۶ آنخضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آ جائے گی۔

مرزا غلام احمد کا یہ حضور ﷺ پر کھلا افتراء ہے۔ حضور ﷺ تو یہ فرمائیں قیامت کب آئے گی، اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور یہ بھی فرمائیں کہ...... المسئول عنھا باعلم من

دجال ---

اور مرزا غلام احمد یہ کہے کہ حضور ﷺ نے مدت بھی بتا دی تھی کہ ایک سو برس تک قیامت آجائے گی۔ یہ میرے ہاتھ میں مشکوٰۃ ہے۔ اس میں یہ حدیث موجود ہے جس کا مرزا غلام احمد نے حوالہ دیا ہے اور اس میں تحریف کی ہے۔ حضور ﷺ نے کہا تھا...... تسئلونی عن الساعۃ وانما علمها عند الله۔ (مشکوٰۃ مع انگریزی ترجمہ)

ترجمہ: ''تم مجھ سے قیامت کا پوچھتے ہو کہ کب آئے گی، اس کا علم تو بس اللہ کے پاس ہی ہے۔''

الحاجی اے اے بیلو، امام ایچ ٹی دادا:

یہ اور موضوع ہے۔ ہم اس میں بحث نہیں کرتے۔

آپ پہلے بتائیں کہ چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟ چودھویں صدی کا مجدد مہدی بھی ہوگا۔ آپ نے جو مجددین بتائے ہیں۔ ان میں سے کسی نے مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ چودھویں صدی کے مجدد نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں ہے کہ مہدی چودھویں صدی میں آئے گا اور وہی چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی:

(جب مترجم اس کا مقامی زبان اور عربی میں ترجمہ کر چکے تو مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب نے گرجتے ہوئے کہا) یہ حدیث دکھاؤ، جس میں چودھویں صدی کا صریح ذکر ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ مہدی چودھویں صدی میں آئے گا۔ اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہی کیوں نہ ہو، ہمارا چیلنج ہے کہ آپ قیامت تک ایک ایسی حدیث نہیں دکھا سکتے جس میں حضور ﷺ نے صریح طور پر فرمایا ہو کہ مہدی کا ظہور چودھویں صدی میں ہوگا۔

الحاجی اے اے بیلو:

احادیث صریحہ میں آیا ہے کہ مسیح موعود صدی کے آخر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا

مجدد ہوگا۔ کیا آپ ان صریحہ کے منکر ہیں۔

(یہ جھوٹی روایت دراصل مرزا غلام احمد کی وضع کردہ ہے۔ اسی نے اس کی عام اشاعت کی ہے۔ حدیث تو ایک طرف رہی۔ مرزا غلام احمد نے تو اُسے قرآن کی طرف بھی منسوب کیا ہے کہ اس میں ہے۔ ''چودھویں صدی میں مسیح موعود ظاہر ہوگا'' معاذ اللہ۔ قرآن پاک پر کتنا کھلا بہتان ہے کہ اس میں چودھویں صدی کا مذکور ہونا بتلایا جا رہا ہے۔ مرزا غلام احمد نے تحفہ گولڑویہ ص ۹۱ طبع اوّل میں لکھا ہے علاوہ نصوص صریحہ قرآن شریف احادیث کے تمام اکابر اہل کشوف کا اس پر اتفاق ہے کہ چودھویں صدی وہ آخری زمانہ ہے جس میں مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ (استغفر اللہ)

مولانا منظور احمد چنیوٹی:

آپ حضور ﷺ پر افتراء باندھ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے کسی حدیث میں نہیں فرمایا کہ مسیح یا مہدی کا ظہور چودھویں صدی میں ہوگا۔ پہلے مرزا غلام احمد نے حضور ﷺ پر یہ افتراء باندھا تھا اور اب آپ اسی جھوٹ کو دہراتے جا رہے ہیں۔

الحاجی اے اے بیلو:

چودھویں صدی کا ذکر حضور ﷺ کی حدیث میں موجود ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے حضور ﷺ پر جھوٹ ہرگز نہیں باندھا۔ یہ حدیث جواہر الاسرار میں موجود ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی:

جواہر الاسرار پیش کرو۔ اس میں بھی یہ حدیث جس میں قرن رابع عشر کا ذکر ہو، ہرگز موجود نہیں، یہ بھی تمہارا جھوٹ ہے جو اس کتاب کے ذمے لگا رہے ہو۔

امام ایچ ٹی دادا:

اس وقت یہ کتاب ہمارے پاس موجود نہیں ہے لیکن یہ صحیح ہے کہ اس میں یہ حدیث موجود ہے۔

(مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۸ میں حضور ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔ جس کا دل چاہے، اصل کتاب دیکھ لے)

مولانا منظور احمد چینوٹی:

یا کتاب پیش کرو۔ ورنہ اس کا حوالہ دینا بند کرو۔ حدیث کی کسی کتاب سے حضور ﷺ کے نام سے قرن رابع عشر کا لفظ دکھاؤ۔ نہیں تو تسلیم کرو کہ مرزا غلام احمد کذاب اور دجال ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

...... من كذب علي متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار......

"جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے، وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔"

یا تو مرزا غلام احمد کو جہنمی تسلیم کرو یا حدیث میں چودھویں صدی کا لفظ دکھاؤ۔

الحاج اے اے بیلو:

یہ دیکھو! ہمیں کتاب جواہر الاسرار مل گئی ہے۔ اس میں یہ حدیث موجود ہے۔

(علامہ خالد محمود صاحب اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر اس حوالے کو دیکھتے ہیں)

علامہ خالد محمود صاحب:

اس حوالے میں قرن رابع عشر کا لفظ کہیں نہیں ہے۔ (مرزائی مناظرین کی طرف رُخ کرکے) چودھویں صدی کا ذکر اس میں کہاں ہے؟ دکھاؤ! یہ تم نے سب کے سامنے کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس وقت مرزائی مناظرین کی حالت دیکھنے کے لائق تھی۔ یہ جگہ اُن کا اپنا مرزا ڑہ تھی۔ کہیں بھاگ کر بھی نہ جاسکتے تھے اور اتنے شرمندہ اور نادم تھے کہ سر بھی اوپر نہ اُٹھا سکتے تھے۔

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

مولانا منظور احمد چنیوٹی:

ہم ان مرزائیوں کے صدر سے پوچھتے ہیں کہ یا تو ان سے حدیث میں چودھویں صدی کالفظ پوچھ کر ہمیں دکھائیں یا صاف اقرار کریں کہ اُن کے مناظرین یہ اپنا پیش کردہ حوالہ کہیں دکھا نہیں سکے۔

مرزائی صدر:

ہمارے مناظرین چودھویں صدی کالفظ واقعی کسی حدیث سے نہیں دکھا سکے۔

اس پر مناظرہ ختم ہوگیا۔ چھ بج چکے تھے اور یہی مناظرہ کا آخری وقت مقرر تھا۔

مرزائیوں کا اپنے گھر میں یہ حال تھا کہ ڈوب مرنے کو پانی نہ تھا اور ان کی اس ذلت و رسوائی نے پورے علاقے میں مرزائی شوکت پامال ہوگئی۔ نائیجیریا میں مرزائیت کے خاتمہ کے لئے یہ مناظرہ ایک تاریخی یادگار رہے گا۔ اس مناظرے کے بعد سینکڑوں مرزائی مسلمان ہوئے۔ وللہ الحمد۔

(موضوع: مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی)

مغربی افریقہ کے مشہور شہر ''اجی بوڈی'' میں مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۷۶ء کو
مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین دو روزہ فیصلہ کن مناظرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی آللّٰہُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ اما بعد

12 اگست 1976ء کی صبح تھی۔ جب کاروانِ ختمِ نبوت نائیجیریا کے شہر ''اجی بوڈی'' پہنچا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ مسلمان افریقہ کے ان ممالک میں دیر سے پہنچے۔ ابھی ان کی تربیت ہونے نہ پائی تھی کہ انگریز یہاں نو آبادیات بنا چکے تھے۔ ان کے زیر اثر ان مقبوضات میں عیسائیت پھیلی اور سیاہ فام اقوام خاصی تعداد میں عیسائی ہوگئیں۔ اسلام کا نام یہاں پہنچا تو ان اقوام میں اسلام کی بھی طلب پیدا ہوئی۔ وہ چاہنے لگے کہ مسلمان بھی یہاں ہوں۔

ان کی اس خواہش کی تکمیل میں انگریز حکمرانوں نے ہندوستان سے قادیانی مشنری کے کارندے یہاں درآمد کئے اور انہیں مسلمانوں کے نام سے لا آباد کیا۔ ان کے زیر اثر مغربی افریقہ کے انگریزی مقبوضات میں کچھ سیاہ فام باشندے مرزائی بنا لئے گئے اور انہیں اسلام کے نام پر یہاں متعارف کیا گیا۔ افریقہ کے فرانسیسی مقبوضات میں انگریزوں کا یہ پودا کاشت نہ ہوا۔ فرانسیسی جس طرح انگریزوں کے خلاف تھے اسی طرح ان کے سیاسی ایجنٹوں کو بھی برا سمجھتے تھے۔

وفد ختم نبوت کا مقصد انہی ممالک کی طرف تھا جہاں افریقہ کے سیاہ فام باشندے اسلام کے نام پر مرزائی بنالئے گئے تھے۔ غرض یہ تھی کہ ان سیدھے سادے لوگوں کو اصل اسلام سے آشنا کرایا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ ماضی قریب میں ایشیائی مبلغین اسلام مشرقی اور جنوبی افریقہ میں آتے جاتے رہے، لیکن مغربی افریقہ میں انہیں کام کرنے کا موقع نہ ملا۔ ایک دفعہ محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت نے کوشش کی۔ مگر انہیں یہاں کا ویزانہ ملا۔ ۱۹۷۶ء کا وفد ختم نبوت علماء کا پہلا قافلہ تھا جو ختم نبوت کی تبلیغ اور مرزائیوں کی تردید کیلئے یہاں پہنچا۔ یہ قافلہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ اور سعودی دارالافتاء کی توصیات (تعارفی خطوط) سے یہاں پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

نائیجیریا ان افریقی ممالک میں بڑا ملک ہے، جہاں سیاہ فام باشندے خاصی تعداد میں مرزائی ہیں۔ اس کے شہر ''اجی بوڈی'' کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ وہاں مسلمانوں کا بہت بڑا کالج اور مالکی مسلک کی بڑی بڑی کثیر تعداد میں مساجد ہیں۔ یہیں پر مرزائیوں کا بلند و بالا مینار والا مرزائڑہ (مرزائی عبادت گاہ) ہے جس کی تصویر مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ کے دورہ افریقہ (افریقہ سپیکس) شائع از ربوہ کے صفحہ اپر دی گئی ہے۔ وفد ختم نبوت کو اسے دیکھنے کا شوق تھا۔ قادیانیوں نے مرزائڑہ کے مینارہ پر کلمہ اس کاری گری سے لکھا ہوا تھا کہ اسے دور سے لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ پڑھا جا سکے۔ اور جب اس پر مزید غور کریں تو احمد کا لفظ محمد بھی معلوم ہو۔ اس صنعتِ اشتباہ کو دیکھنے کے لئے علماء وفد اجی بوڈی پہنچا۔ قادیانی مرزا غلام احمد کو اپنے عقیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی بروز سمجھتے ہیں۔ بلکہ عقیدے میں غلام احمد کی اس دوسری بعثت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بعثت سے زیادہ کامل قرار دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پہلی بعثت میں اس شان میں نہ تھے جس میں مرزا غلام احمد ظاہر ہوا۔ (معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد) مرزا غلام احمد کے ایک مرید نے ان کی زندگی میں کہا تھا:

غلام احمد رسول اللہ ہے برحق
شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں
محمدؐ پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(بدر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

یعنی برحق کلمہ "غلام احمد رسول اللہ" ہے۔ انسانوں اور جنوں سب نے اس کلمہ سے عزت پائی ہے۔ قادیانیوں نے اسی بوڑی میں اپنے منارہ میں اپنے منارہ پر اسی لئے صنعت اشتباہ دکھائی ہے۔

پیش نظر رہے کہ مرزا غلام احمد نے ان اشعار کو خود اپنے اخبار "بدر" میں شائع کیا تھا۔ قادیانی جب کلمہ پڑھتے ہیں تو دل میں لفظ محمد سے دوسری بعثت مراد رکھتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے:

> "پس مسیح موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ ہے۔ جو اشاعت اسلام کیلئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔" (کلمۃ الفصل مرزا بشیر احمد ایم اے)

سرور شاہ قادیانی لکھتا ہے:

> "ہم نے مرزا کو بحیثیت مرزا نہیں مانا بلکہ اس لئے کہ خدا نے اس کو محمد رسول اللہ فرمایا۔ کوئی نیا نبی نہیں آیا۔" (اخبار الفضل ۲۷ دسمبر ۱۹۱۴ء)

خود مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

> "محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔"
> (ایک غلطی کا ازالہ ص:۹)

غور کیجئے کہ ملحدانہ انداز میں حضور ﷺ کی آمد ثانی کا عقیدہ گھڑ لیا گیا ہے اور کس کفری انداز میں روح آنحضرت ﷺ کا مرزا غلام احمد میں حلول کرنا تسلیم کر لیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حلول اور تناسخ دونوں عقیدے کفر ہیں۔ پھر یہ وحدت کسی جزئی پہلو سے نہیں، کلی طور پر تسلیم کی گئی ہے۔ پڑھئے:

"چونکہ میں کلی طور پر محمد ہوں ﷺ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک محدود رہی۔"

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۰)

"میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔"

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۴)

ان تصریحات سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ مرزائیوں کا کلمہ مسلمانوں کے کلمہ سے جدا ہے۔ مسلمان لفظ محمد سے پیغمبر عربی ﷺ مراد لیتے ہیں جو مکہ میں مبعوث ہوئے تھے۔ مرزائی اس سے مرزا غلام احمد مراد لیتے ہیں۔ جسے وہ حضور ﷺ کی بعثت ثانی سمجھتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کا کلمہ اور ہے اور مسلمانوں کا کلمہ اور۔ لفظ بدل جائے تو لفظی اشتراک بالکل بے معنی رہ جاتا ہے اور اس لفظی اشتراک کی حقیقت ایک مغالطہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مرزائیوں نے اس الحادی نقطہ نظر سے اپنے مرزاڑہ پر کلمہ اس طرح لکھا تھا کہ وہ احمد رسول اللہ بھی دکھائی دے اور محمد رسول اللہ بھی پڑھا جا سکے۔

کاروانِ ختم نبوت فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علامہ خالد محمود، فضیلۃ الشیخ فاتح ربوہ مولانا منظور احمد چنیوٹی، فضیلۃ الشیخ امانت اللہ، شیخ احمد کبیر، شیخ ارشد خریج جامعہ مدینہ منورہ، صلاح الدین بوصیری اور میکائیل پر مشتمل تھا۔ اشراق کے وقت مرزاڑہ میں پہنچے۔ ایک لڑکا باہر کھیل رہا تھا۔ اسے کہہ کر ہم نے اس کے امام کو بلایا، اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ احقاق حق مقصود ہو تو گیارہ بجے جامع مسجد اجیبوڈی کے متصل وسیع ہال میں آئیں اور ایک کھلی مجلس میں گفتگو کریں۔

مرزاڑہ اجیبوڈی کے امام عبدالرحیم اولو انائیجیری تھے۔ عربی اور انگریزی جانتے تھے اور قادیانیوں میں ممتاز شخصیت رکھتے تھے۔ وہ اپنے ساتھ پانچ مبلغین منیر احمد وغیرہ کو لے کر ہال میں آ گئے۔ موضوع گفتگو مرزا غلام احمد کے عقائد اور ان کی زندگی قرار پایا۔

گفتگو انگریزی میں شروع ہوئی۔ مرزائیوں کو حق دیا گیا کہ ان کا ہر مبلغ مناظرہ میں حصہ لے سکتا ہے۔

مسلمانوں کی طرف سے علامہ خالد محمود صاحب مناظر اور مولانا منظور احمد چنیوٹی معین

ٹھہرے اور مناظرہ شروع ہوگیا۔ تین گھنٹے تک بحث جاری رہی۔ پھر مرزائیوں نے اسے اگلے دن پر ٹال کر مجلس کو ختم کر دیا۔ مرزائیوں کو معلوم تھا کہ اگلے دن علامہ خالد محمود صاحب کی ابیجوڈی مسلم کالج میں تقریر ہے۔ یہ تقریر طلبہ کی ملکی سطح کی سالانہ کانفرنس میں تھی۔ قادیانی اگلے دن کے مناظرہ کے لئے اسی وقت پر اصرار کر رہے تھے جو اس تقریر کا تھا۔ انہیں وقت بدلنے کے لئے کہا گیا۔ مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی نے کہا کہ علامہ صاحب اپنی تقریر کے پروگرام میں مصروف ہوں گے تو مناظرہ وہ کریں گے اور پھر مناظرہ عربی میں ہوگا اور انگریزی اور مقامی زبان کے مترجمین ساتھ کھڑے کئے جائیں گے۔

مناظرہ طے ہوگیا اور موضوع مناظرہ مرزا غلام احمد کی زندگی قرار پایا۔ اگلے دن حسنِ اتفاق سے علامہ خالد محمود صاحب کی کالج کی تقریر پچھلے پہر سے پہلے پہر تبدیل ہوگئی۔ یہ وقت ان کے ڈاکٹر پروفیسر اسماعیل کی تقریر کا تھا، وہ وقت پر نہ پہنچ سکے تو علامہ خالد محمود صاحب نے اس وقت تقریر کردی اور کالج پروگرام سے فارغ ہوگئے۔

پچھلے پہر ہال میں مناظرہ تھا۔ ہال وقت سے بہت پہلے کھچا کھچ بھر گیا۔

اِبادان سے فضیلۃ الشیخ مرتضےٰ شیخ عبدالوہاب بھی بمعہ کتب تشریف لے آئے۔

مرزائیوں کی طرف سے ڈاکٹر بھٹہ، امام عبدالرحیم اُولوا وغیرہ اور ان کے تمام مبلغین سٹیج پر آگئے۔

مسلمانوں کی طرف سے علامہ خالد محمود مناظر، مولانا منظور احمد معین مناظر اور شیخ عبدالوہاب مترجم تھے، جو مقامی زبان میں ترجمہ کرتے تھے۔

طے پایا کہ مناظرہ انگریزی زبان میں ہو۔ حاضرین میں سے اکثر انگریزی سمجھتے تھے اور باقیوں کے لئے مترجمین کا انتظام تھا۔ اس مناظرہ میں صدر ایک مقامی رئیس مسعود نائیجیری کو چنا گیا۔ صدر صاحب بھی اپنے احباب کے ساتھ جو اس علاقہ میں انتظامی امور کی اہم شخصیت تھے، اسٹیج پر تشریف لے آئے۔ ان کے آنے سے گڑبڑ اور بدانتظامی کا کوئی اندیشہ نہ رہا۔

مناظرہ اڑھائی گھنٹے تک جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ مرزائی بری طرح شکست کھا گئے۔ ان کے تقسیم کردہ اشتہارات اور پمفلٹ جو انہوں نے مناظرہ

سے پہلے وہاں تقسیم کیے تھے، لوگوں نے وہیں ہال میں پھاڑ دیے۔ مرزائیوں کے خلاف ان کا یہ مجلسی اظہارِ نفرت تھا۔ جب صدر نے اُٹھ کر اعلان کیا کہ مرزائی مسلمانوں کے عائد کردہ اعتراضات کا جواب نہیں دے سکے تو ہال اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھا اور پھر سارے لوگ ایک عظیم جلوس کی شکل میں شہر میں نکلے۔ سڑکوں اور رستوں پر دونوں طرف کھڑے لوگ اسلام اور ختم نبوت کے حق میں نعرے لگا رہے تھے، جو عجیب سماں پیدا کر رہے تھے۔ احباب کا اصرار ہوا کہ دونوں دنوں کی گفتگو تحریر میں منضبط کر لی جائے تاکہ دوسری جگہوں کے لوگ بھی اس مناظرہ کا نقشہ دیکھ سکیں۔ سو پہلے ۱۲ اگست کی کارروائی پڑھئے۔ اس کے بعد ۱۳ اگست کی روئیداد ملاحظہ کیجئے۔ غور سے پڑھنے والے مناظرہ میں خود موجود ہونے کی سی کیفیت محسوس کریں گے اور اِن شاء اللہ اس سے پوری طرح محظوظ ہوں گے۔

کارروائی ۱۲ اگست ۱۹۷۶ء بروز جمعرات ۱۱ بجے دوپہر

علامہ خالد محمود صاحب:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورۃ النمل:۵۹) رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ (سورۃ الاعراف:۸۹)

حضرات! جھوٹ بولنا ایسی بداخلاقی ہے جو ہر مذہب وملت میں بری سمجھی جاتی ہے۔ پھر جو جھوٹ خدا اور اس کے پیغمبر پر بولا جائے، وہ اور بھی گھناؤنا کردار ہے۔ ظاہر بات ہے جھوٹ بولنے والا شخص خدا کا مقرب اور پیارا نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ مسیح موعود اور پیغمبر ہو۔ قادیانی مرزا غلام احمد کو مسیح موعود اور پیغمبر مانتے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔

یہ میرے ہاتھ میں مرزا غلام احمد کی کتاب ازالہ اوہام ہے، اس کے صفحہ نمبر ۲۱ پر ایک حدیث ---- کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم ...... کے ساتھ حضور ﷺ کے نام سے یہ لفظ بڑھائے ہیں ...... بل ھو فامامکم منکم ......

ترجمہ: "تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے بلکہ وہی تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔"

مرزا صاحب نے یہ الفاظ "ہل ھو" کے اپنی طرف سے گھڑے اور حدیث رسول میں داخل کیے تاکہ وہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص کو قرار دے سکیں۔ پھر اس کا مصداق اپنے آپ کو ٹھہرائیں۔ مسلمانوں کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو اس وقت مسلمانوں کے قائد امام مہدی ہوں گے، جو اُمت محمدیہ میں سے ہوں گے اور وہی نماز کی امامت کرائیں گے۔

اصل حدیث یہ تھی:

كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم فامامكم منكم ...... (صحیح مسلم ص:۸۷)

ثابت ہوا کہ مرزا نے جھوٹ بولا۔ اگر نہیں تو آپ حدیث کی کسی کتاب سے "ہل ھو" کے الفاظ دکھائیں ورنہ تسلیم کریں کہ جھوٹ بولنے والا صادق اور راست باز نہیں ہوسکتا اور حضور ﷺ پر جھوٹ بولنے والا جہنمی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"من كذب على متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار" (رواہ البخاری)

یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ دیکھئے مقدمہ موضوعات کبیر۔

مرزائی امام:

مرزا صاحب نے یہ الفاظ تشریحاً کہے ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ یہ تشریح انہوں نے حدیث "لا مهدی الا عیسیٰ" 1 سے لی ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہوگا۔

(1 مرزا غلام احمد لکھتا ہے: اما احاديث مجيئ المهدى فانت تعلم انها كلها ضعيفه مجروحه ويخالف بعضها بعضاً حتى جاء حديث فى ابن ماجه وغيره من الكتب انه لا مهدى الا عيسىٰ فكيف يتكاء على مثل هذه الاحاديث، حمامة البشرىٰ ص:۱۱۰)

علامہ خالد محمود صاحب:

مرزا صاحب کی کتاب "ازالہ اوہام" اردو میں ہے۔ اردو میں ہی مرزا صاحب اپنی

بات سمجھا رہے ہیں۔ اردو عبارت میں ایک عربی عبارت پیش کرنا اسے حوالہ کے طور پر پیش کرنا ہے۔ مرزا صاحب نے اسے حدیث کے طور پر پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔

یہ الفاظ مرزا صاحب نے اپنی طرف سے داخل کئے ہیں اور حدیث میں تحریف کی ہے۔ اصل حدیث سے صاف عیاں ہے کہ مسیح اور مہدی علیحدہ علیحدہ دو شخص ہیں۔

دیکھئے مرزا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے کہ یہ علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

"اس لئے ماننا پڑا کہ مسیح موعود اور مہدی اور دجال تینوں مشرق میں ہی ظاہر ہوں گے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷۶)

"لا مهدى الا عيسىٰ" کسی معتبر حدیث سے ثابت نہیں۔ پھر موضوع بحث "هل هو امامكم منكم" کے الفاظ ہیں کہ یہ حدیث مذکور میں موجود ہیں یا نہیں۔ یہ نہیں کہ یہ مضمون مرزا صاحب نے کہاں سے لیا۔ یہ سنن ابن ماجہ میں بھی نہیں تو مرزا صاحب نے انہیں اس حدیث میں کیوں داخل کیا۔ اس وقت یہ بحث نہیں کہ یہ دو شخصیتیں ہیں یا ایک؟ اپنے موضوع سے نہ ہٹئے۔

مرزائی امام:

ہم مسلمان ہیں۔ کلمہ پڑھتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اسلام کے پانچ ارکان کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر کیوں ہم مسلمان نہیں؟ اصولی بحث کیجئے۔ حدیث کے الفاظ پر بحث ایک جزئی بحث ہے۔ اسے چھوڑ دیجئے۔ ہمارے پاس اس وقت حدیث کی کتابیں نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

ہم حدیث پر جزئی بحث نہیں کر رہے۔ بات یہ ہو رہی تھی کہ مرزا غلام احمد نے جھوٹ بولا ہے یا نہ؟ ہم نے اس کو جھوٹا ہونا ثابت کر دیا اور آپ اس پر کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکے۔ آپ کا یہ دعویٰ کہ آپ کلمہ پڑھتے ہیں، صحیح نہیں۔ اولاً تو یہ کہ آپ "محمد رسول اللہ" کے الفاظ سے مرزا صاحب کو مراد لیتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کلمہ توحید ہے اور مرزا صاحب اس کے بھی خلاف تھے۔

توحید کے داعی موت وحیات پر صرف خدا کی قدرت کے قائل ہیں اور ''کن فیکون'' کی شان صرف خدا کی سمجھتے ہیں کہ ''کن'' کہے اور چیز وجود پا جائے۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں:

اعطیت صفۃ الافناء والاحیاء (خطبہ الہامیہ صفحہ ۵۶،۵۵)

مجھے مارنے اور زندہ کرنے کی طاقت دی گئی ہے:

انما امرک اذا اردت شیأ ان تقول لہ کن فیکون

(تذکرہ صفحہ ۵۲۵، ۶۵۶)

ترجمہ: تیسرا امر یہ ہے کہ جب تو کسی چیز کا ارادہ کرے اور اس کے لئے کہے ''ہو جا'' پس وہ ہو جاتا ہے۔

بتاؤ توحید کہاں گئی؟ اسلامی عقیدہ ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ کوئی اس کے درجہ میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

''اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ'' ......(سورۃ الانعام:۱۰۱)

مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے کہا:

انت منی بمنزلۃ ولدی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

ترجمہ: ''تو میرے لئے بیٹے کے درجہ میں ہے۔''

مرزائی امام:

اُعْطِیْتُ صفۃ الاحیاء سے مراد یہ ہے کہ میں اپنے پیغام سے قوموں کو زندگی بخشنے والا ہوں۔ یہ احیاء مجازی معنوں میں ہوتا ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

(بات کاٹتے ہوئے) تو پھر صفۃ الافناء (موت دینا) کے کیا معنی ہوں گے کہ لوگ میری وجہ سے موت کی نیند سوئیں گے؟ اتنا مبارک وجود ہے۔ افناء تو کروڑوں مسلمانوں پر وارد ہوا اور احیاء صرف چند لوگوں کا ہوا۔ یہ احیاء کس طرح لائق فخر ہو سکتا ہے؟

مرزائی امام:

آپ کلمہ پر بحث نہ کریں۔ مرزا صاحب شریعت محمدی کو پوری طرح تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر ہی وہ عمل کرتے رہے۔ انہوں نے شریعت کا ایک شوشہ بھی نہیں بدلا۔ آپ تابع شریعت محمدی تھے اور غیر تشریعی نبی تھے۔ جو نبی تو ہو مگر بغیر کسی شریعت کے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

آپ شریعت کا بار بار ذکر کر رہے ہیں۔ آپ کو کچھ پتہ بھی ہے۔ اچھا بتایئے! نماز میں کسی سے کلام کرنے سے یا نماز میں اُردو بولنے سے نماز ٹوٹتی ہے یا نہ؟

مرزائی امام:

ہاں ٹوٹ جاتی ہے۔ نماز میں نہ کسی سے بات چیت کرنے کی اجازت ہے نہ نماز کی زبان کو ہم کسی دوسری زبان میں بدل سکتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

یہ لیجئے مرزا صاحب کے لڑکے کی کتاب سیرت المہدی ہے۔ یہ اس کا تیسرا حصہ ہے اور صفحہ ۱۳۸ ہے۔ اس میں ہے:

> ایک دفعہ گرمیوں میں مسجد مبارک میں مغرب کی نماز پیر سراج الحق صاحب نے پڑھائی۔ حضور علیہ السلام بھی اس نماز میں شامل تھے۔ تیسری رکعت میں رکوع کے بعد انہوں نے مشہور دعاؤں کے ساتھ حضور کی ایک فارسی نظم پڑھی اور خوب جھوم جھوم کر یہ نظم پڑھی:
>
> اے خدا اے چارۂ آزار ما
> اے علاج گریہ ہائے زار ما
> اے تو مرہم بخش جان ریش ما
> اے تو دلدار دل غم کیش ما

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۳۸)

ڈیڑھ سواشعار کی یہ نظم براہین احمدیہ صفحہ ۵۲۴ میں درج ہے۔ مغرب کی تیسری رکعت اس طویل نظم سے پوراشینہ بن گئی۔

یہاں نہ تو امام کی نماز ٹوٹی، نہ مرزا صاحب کی اور نہ ہی کسی مقتدی کی۔ کیا یہ شریعت میں تبدیلی ہوئی یا نہ؟

مرزائی امام:

یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں۔ آخر دعا ہی تو ہے۔ چاہے کسی بھی زبان میں ہو اور یہ صرف ایک ہی دفعہ ہوا۔ ہمیں معلوم نہیں مرزا صاحب اس وقت کس حالت میں تھے۔ ممکن ہے ایسی کیفیت ہو کہ ہوش باقی نہ رہا ہو۔

علامہ خالد محمود صاحب:

پیغمبر کبھی اپنے حواس نہیں کھوتا کہ اسے شریعت بگڑنے کا پتہ نہ چلے۔ امام باتیں کرتا رہے اور یہ پیغمبر اس کا مقتدی بنا پیچھے کھڑا رہے۔

مرزائی امام:

اس بات کو چھوڑیئے۔ کیا مرزا صاحب نے زکوٰۃ میں کوئی تبدیلی کی؟ یا روزوں کے بارے میں کوئی اسلامی ضابطہ بدلا؟ آپ نے شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ آپ غیر تشریعی نبی تھے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

شریعت محمدی میں زکوٰۃ اڑھائی فی صد ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اس کے علاوہ صدقۃ الفطر واجب ہے۔ مگر مرزا صاحب کی شریعت میں ان دو کے علاوہ ایک ماہانہ چندہ بھی فرض ہے اور ہر مرزائی اپنے مرکز کو یہ تاوان ادا کرتا ہے۔ یہ پڑھیے:

"سو ہر شخص کو چاہیے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے

اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے...... اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہیں آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔" (لوح الہدیٰ ص:۱)

مرزائی امام:

یہاں فرض کا لفظ ضروری کے معنی میں ہے۔ شرعی معنی میں نہیں۔ شرعاً آپ صرف زکوٰۃ کو فرض سمجھتے تھے اور زکوٰۃ باقاعدہ ادا کرتے تھے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

پیغمبر کسی لفظ کو ایک معنی میں استعمال کرے تو وہ معنی شرعی ہو جاتے ہیں۔ مرزائیوں کے عقیدے میں ایک پیغمبر نے اسے فرض کہا ہے۔ آپ نے جو یہ کہا ہے کہ آپ زکوٰۃ باقاعدہ دیتے تھے، غلط ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل کا بیان ہے کہ "آپ نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی"۔
(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۱۹)

مرزائی امام:

مرزا صاحب ایسے پیغمبر نہیں، جس کے کہنے سے کوئی چیز فرض ہو جائے۔ آپ نے روزوں کے بارے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ہم بھی رمضان کے روزے ہی رکھتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

کوئی شخص بیمار ہو، روزے نہ رکھ سکے تو شریعت محمدی کی رو سے اسے تندرست ہونے پر اتنے دن روزوں کی قضاء دینی لازم ہوگی۔ وہ ان روزوں کا فدیہ نہ دے سکے گا۔ ہاں بیماری سے شفایاب نہ ہونے کا خطرہ ہو یا شیخ فانی ہو کہ صحت کی اُمید نہ رہی ہو تو ایسی حالت میں وہ روزوں کا فدیہ دے۔

اب مرزا صاحب کی شریعت کی بھی سن لیجئے:

"آپ نے اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا

کر دیا۔ دوسرا رمضان آیا...... باقی چھوڑ دیئے اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا۔ روزے ترک کرنے پڑے...... خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ نے ابتدا میں دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑ دیئے تو کیا پھر بعد میں ان کو قضا کیا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں۔"

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۶۵،۲۴)

مرزائی امام:

ہم احمدی رمضان میں روزے رکھتے ہیں اور ہمارے روزے کی ابتداء اور انتہاء اسی طرح ہوتی ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مرزا بشیر الدین نے ایک جمعرات میں سات روزے رکھے تھے۔ آپ بتائیں ان روزوں کی ابتداء و انتہا کس وقت سے تھی اور کب تک تھی۔ یہ ہمارے روزوں کی طرح کیسے تھی۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ مرزا صاحب رمضان شریف میں صبح کی اذان کے وقت بھی کھاتے رہتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۳)

مرزائی امام:

کیا طلوع فجر کے وقت کھانا ناجائز ہے؟ یہ اعتراضات فروعی ہیں۔ اصولی بحث کیجئے۔ ہم احمدیوں نے دنیا کے ہر حصے میں تبلیغ اسلام کے مشن قائم کئے۔ عیسائیوں اور آریوں کے خلاف کتابیں لکھیں۔ مسلمان فرقہ بندی میں پڑے رہے اور خدا تعالیٰ نے اسلامی مشن کا کام احمدیوں سے لیا۔ آپ بتائیں کون سا عالم یہاں افریقہ آیا یا یورپ گیا۔ یہ ہم ہی تھے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مسلمان دنیا کے ہر حصہ میں اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ میں خود کئی سالوں سے برطانیہ میں تبلیغ اسلام کر رہا ہوں۔ خدا کے فضل سے کئی غیر مسلم میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔

وہاں جمعیت علماء برطانیہ کا بانی ہوں۔ جس میں اڑھائی سو سے زائد علماء شامل ہیں۔ سعودی عرب اور مصر کے مبعوث اس وقت تقریباً ہر ملک میں تبلیغ کے لئے موجود ہیں۔ اکابرین اسلام جیسے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب، مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی، محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری، شیخ المشائخ مولانا اسعد مدنی، حکیم الامت مولانا مسیح اللہ خان، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر یورپ اور افریقہ کے کامیاب دورے کر چکے ہیں اور تبلیغی جماعت میں ہزاروں مسلمان اسلام کا پیغام لے کر دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ رہے ہیں۔

مرزائی امام:

عیسائیوں کے خلاف ہم نے لٹریچر لکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ لکھی۔ جس سے بڑھ کر کوئی کتاب حقانیت اسلام پر اب تک نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب پانچ ضخیم حصوں میں لکھی گئی ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اظہار حق، حضرت مولانا ابوالمنصور صاحب نوید جاوید، مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب تفسیر حقانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے عیسائیوں اور آریوں کے خلاف وہ جامع لٹریچر ہمیں دیا ہے کہ مرزا غلام احمد کی کل کتابیں ان حضرات کی ایک کتاب کی برابری نہیں کر سکتیں۔ پھر مرزا صاحب کی کتابوں میں عیسائیت کے دلائل پر اتنی بحث نہیں جتنی اپنے الہامات کی بحث ہے۔

مرزائی امام:

احمدیوں کی تنظیم بہت مضبوط ہے۔ ہم ایک مضبوط مرکز کے ماتحت ہیں۔ مسلمانوں کی کوئی تنظیم نہیں۔ سب انتشار کا شکار ہیں۔ مسلمانوں میں اس وقت اگر کوئی الٰہی سلسلہ ہوتا تو یقیناً ایک مضبوط تنظیم قائم کر لیتے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

خودکاشتہ پودے قطاروں میں ہوتے ہیں۔ مگر قدرتی پودے متفرق اگتے ہیں۔ اقلیت اپنی بقا کے لئے تنظیم کیلئے مجبور ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے حق پر ہونے کا یہ خدائی نشان ہے کہ بغیر کسی مضبوط تنظیم کے شجر اسلام اب تک پوری قوت سے لہرا رہا ہے۔ مرزائیوں کی تنظیم ایک دن نہ رہے تو اگلے دن اس کا جینا دوبھر ہو جائے۔ آپ ان جزئیات پر وقت ضائع نہ کریں۔ کسی موضوع پر جم کر بات کریں۔

مرزائی امام:

ہم نے جم کر بات کی کہ مرزا صاحب نے شریعت محمدی میں تبدیلی نہیں کی۔ بلکہ آپ نے شریعت محمدی کی پوری پوری تابعداری کی ہے اور انہی سے نبوت کا مرتبہ پایا۔ یہ نبوت حضرت مسیح موعود نے حضور پاک کی تابعداری سے پائی ہے۔ بلکہ آپ کا آنا حضور ﷺ کا آنا ہی ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

ہم نے ابھی کئی حوالے پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب نے ایمانیات نماز، زکوۃ، روزہ، حج وغیرہ شریعت کے تمام ارکان میں تبدیلی کی ہے۔ پھر آپ وہی بات کہے جا رہے ہیں۔

مرزائی امام:

مرزا صاحب کے تشریف لانے سے ایمان میں کیا تبدیلی ہوئی، آپ کے پاس اس پر کیا دلیل ہے؟ ہمارے عقیدے میں ایمان کا معیار اب بھی وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھا۔ ایمان اور کفر کی حدود میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

علامہ خالد محمود صاحب:

کیا توحید اور رسالت کے موضوع پر مرزا غلام احمد کے غلط عقائد آپ کے سامنے نکل آئے۔ لیجئے ایمانیات کے بارے میں اور سنئے۔ مرزا غلام احمد کے آنے سے پہلے حیات مسیح

علیہ السلام کے قائل گناہ گار نہ تھے۔ لیکن ان کے آنے کے بعد اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات عنصری کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مشرک ہے۔ گناہ گار ہے۔ لائق بخشش نہیں۔ یہ تبدیلی مرزا صاحب کے آنے سے ہوئی اور اس مسئلے کا حکم بدل گیا۔ کیا شریعت میں تبدیلی نہیں؟

مرزائی امام:

حیات مسیح کا عقیدہ پہلے بھی غلط تھا اور اب بھی غلط ہے۔ یہ غلط ہے کہ پہلے اس عقیدے کے لوگ گناہ گار نہ تھے اور اب وہ حکم شریعت میں گناہگار ہیں۔ شریعت میں تبدیلی کبھی نہیں ہوسکتی۔ نہ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ یہ ہم پر بہتان ہے۔ نماز، روزہ، حج ہمارے نزدیک بھی ویسے ہی ہیں جس طرح عام مسلمانوں کے ہاں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

لیجئے یہ میرے پاس غلام احمد کی کتاب حقیقت الوحی ہے۔ اس کے ساتھ الاستفتاء ملحق ہے۔

1)...... مرزا صاحب اس میں صفحہ نمبر ۴۲ پر صاف اور صریح لکھتے ہیں:

ان الذین خلوا من قبلی لا اثم علیھم وھم مبرؤن

(الاستفتاء حقیقت الوحی صفحہ ۴۲)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو مجھ سے پہلے گزر چکے (حیات مسیح کے عقیدے میں) ان پر کوئی گناہ نہیں اور وہ بری ہیں۔''

2)...... پھر مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے:

مسیح موعود کے ظہور سے پہلے اگر اس وقت ہم میں سے کسی نے یہ خیال بھی کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ صرف اجتہادی خطا ہے جو اسرائیلی نبیوں سے بھی ہوتی رہی۔

(الاستفتاء حقیقت الوحی صفحہ ۳۰)

(3)...... یہ بھی لکھا ہے:

ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح علیہ السلام کی وفات وحیات پر جھگڑے اور فساد کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۷)

(4)...... یہ بھی لکھا ہے:

کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس فرقہ میں اور دوسرے لوگوں میں سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفاتِ مسیح کے قائل نہیں۔ باقی سب عملی حالت مثلاً نماز، روزہ اور حج وہی ہے سو سمجھنا چاہئے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی دور کرنے کے واسطے ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان صرف ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص مبعوث کیا جاتا اور ایک جماعت الگ بنائی جاتی اور ایک بڑا شور برپا کیا جاتا۔ یہ غلطی دراصل آج نہیں پڑی، بلکہ میں جانتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کئی خواص اولیاء اور اہل اللہ کا یہی خیال تھا۔ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر تھا تو خدا تعالیٰ اسی زمانہ میں اس کا ازالہ کر دیتا۔"

(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے)

(5)...... یہ بھی لکھا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔

(اعجاز احمدی صفحہ ۱۸)

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ مرزا صاحب کی آمد سے پہلے حیات مسیح کا اعتقاد ہرگز ہرگز گناہ نہ تھا اور یہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا کہ اسے کوئی اہمیت دی جاتی۔ لیکن مرزا صاحب کی آمد کے بعد یہ اعتقاد شرعاً گناہ قرار پایا۔ یہ بڑی واضح تبدیلی شریعت ہے۔

قادیانی شریعت میں اب حیاتِ مسیح کے قائل مشرک ہیں۔ مرزا صاحب کی کتاب

حقیقت الوحی کے ملحقہ الاستفتاء صفحہ ۳۹ میں ہے:

ومن سؤ الادب ان یقال عیسیٰ مامات وان ھو الا شرك عظیمه یاکل الحسنات (حقیقت الوحی صفحہ ۳۹)

ترجمہ: ''اور یہ بری بات ہے کہ کہا جائے عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ یہ تو ایسا شرک عظیم ہے جو تمام نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔''

مرزائی امام:

حیات و وفات مسیح کا مسئلہ بے شک بہت اہم ہے۔ اس کے سوا ہم کسی اور بات میں تبدیلی نہیں مانتے، ہمیں کافر قرار دینا ہم پر ظلم ہے۔ پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ ظلم کیا گیا۔ مگر ہم نے مسلمانوں کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ ہم برائی کا بدلہ برائی نہیں کرتے بلکہ تبلیغ کرتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

یہ بھی شریعت محمدی میں تبدیلی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

...... جزاء سیئة سیئة مثلها ......

''برائی کا بدلہ مثل اسی کے برائی ہے۔'' (پ ۲۵، سورۃ الشوریٰ رکوع ۴)

مگر مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''جو بدی کا بدی سے مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔''

(اشتہار چندہ منارۃ المسیح ۲۸ فروری ۱۹۰۰ء)

قرآن کریم تو بدی کے بدلہ بدی کی اجازت دے۔ مگر مرزا صاحب منع کریں۔ کیا یہ تبدیلی شریعت نہیں؟

مرزائی امام:

برائی کے بدلے برائی جائز تو ہے مگر بہتر یہ ہے کہ معاف کر دیا جائے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مگر مرزا صاحب تو اسے ناجائز بتلاتے ہیں۔ ''جو ایسا کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''
مرزا صاحب تو ایسے شخص کو اپنے مذہب سے نکالتے ہیں تو یہ جائز کیسے رہا؟ یہ اصول کی صریح تردید ہے کہ برائی کے بدلے برائی ہو سکتی ہے۔

مرزائی امام:

ہم مسلمان ہیں، قرآن کو مانتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مانتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہی لوگ مان سکتے ہیں جو حضور علیہ السلام کو آخری نبی مانتے ہوں۔ ان کے عقیدے میں جب اور نبی پیدا نہ ہوگا تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہی ان کے عقیدے میں صحابی ہوں گے۔ مگر جن کے ہاں اور نبی پیدا ہوں تو ان کے ہاں ان کے صحابہ بھی اور ہوں گے۔ پھر یہ نہیں ہو سکے گا کہ وہ خاتم النبیین کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صحابی مانتے ہوں۔ کیا یہ عقیدے میں تبدیلی نہیں۔ قرآن کریم کی رو سے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنہن ہی امہات المؤمنین ہیں۔ مگر قادیانی مرزا صاحب کی بیوی کو بھی ام المؤمنین مانتے ہیں۔

مرزائی امام:

ہم حضور پیغمبر عربی کے صحابہ کو ہی صحابی مانتے ہیں۔ یہ شرف اور کو حاصل نہیں۔ یہ ہم پر بہتان ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے ساتھیوں کو صحابی کہتے ہیں۔ یہ صحابی بھی ہوں تو حضور کے صحابی تو نہ ہوئے۔ مرزا صاحب کے صحابی شمار ہوں گے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مگر مرزا غلام احمد تو لکھتا ہے:

من دخل فی جماعتی دخل صحابۃ خیر المرسلین

(خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱)

ترجمہ: "جوشخص میری جماعت میں داخل ہوا، وہ بہترین پیغمبر کے صحابہ میں شمار ہوگیا۔"

یہاں تو اپنے ساتھیوں کی بھی تخصیص نہیں۔ بلکہ جو بھی قادیانی ہوگیا، خواہ وہ کسی وقت بھی ہو، وہ ان کے نزدیک حضور ﷺ کے صحابہ میں شامل ہوگیا۔

مرزائی امام:

مرزا صاحب کے صحابہ حضور پیغمبر عربی کے صحابہ کے ظل ہیں۔ انہوں نے جو مرتبہ پایا، پیغمبر عربی کے صحابہ کی تابعداری میں پایا تھا۔ اس لئے وہ بھی صحابی ہوگئے۔ اس میں کیا حرج ہے، شریعت کو انہوں نے نہیں بدلا۔

علامہ خالد محمود صاحب:

یہ غلط ہے۔ حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تلوار کا جہاد بھی کیا ہے اور وہ اسے عبادت سمجھتے تھے۔ مگر مرزا غلام احمد اور اس کے ساتھی تلوار کے جہاد کو حرام سمجھتے ہیں۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تابعدار کیسے بن سکتے ہیں۔ حضور ﷺ تو یہ فرمائیں کہ جہاد قیامت تک جاری ہے۔ اور مرزا صاحب کہیں:

1)...... "آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم سے بند کیا گیا۔ سو...... سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔" (اشتہار چندہ منارۃ المسیح صفحہ ۷)

2)...... اِنَّ الحرب حُرِّمَتْ عَلَیَّ

ترجمہ: "بے شک جنگ مجھ پر حرام کی گئی۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۵)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جس جہاد کے بند ہونے کا مرزا صاحب نے اعلان کیا وہ مرزا صاحب سے پہلے جاری وساری تھا۔ مرزا صاحب کے ظہور کے بعد وہ حرام قرار پایا۔ کیا یہ

تبدیلی شریعت نہیں؟ کیا یہ صرف ان جنگوں کا خاتمہ ہے جو پہلے ظلم تھیں۔ ظلم تو کبھی اور کسی وقت بھی جائز نہیں رہا۔ یہاں اسی جہاد کو حرام قرار دیا ہے جو حضور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں جائز اور روا تھا۔ بلکہ بعض سورتوں میں واجب تھا۔

مرزائی امام:

ہم حضرت مرزا صاحب کو اس لئے مانتے ہیں کہ وہ امن کے حامی تھے، لڑائی کے نہیں۔ لڑائیوں میں کیا رکھا ہے۔ اس زمانہ میں جہاد کی ضرورت ہی کیا ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضور خاتم النبیین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ مومنوں کو جہاد کی ترغیب دلائیں:

"حرض المؤمنين على القتال"

ترجمہ: "آپ مومنوں کو جہاد کی ترغیب دیں۔"

اور یہ حکم قیامت تک باقی ہے کہ شرائط پائے جانے پر تلوار اور رائفل کے ساتھ بھی جہاد کیا جا سکتا ہے۔

مرزائی امام:

صرف قلم کا جہاد درست ہے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے اور یہ اب بھی باقی ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

جو آیت میں نے پیش کی ہے۔ اس میں قتال کا لفظ ہے۔ جس کے معنی جنگ اور لڑائی کے ہیں۔ قرآن کریم یہاں جہاد بالسیف کی تعلیم دے رہا ہے۔ مرزا غلام احمد انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے تلوار کے جہاد کو حرام کہتا رہا اور مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے قلمی جہاد کا سہارا لیتا رہا۔

مرزائی امام:

انگریز ہندوستان میں حکمران تھے اور قرآن اولی الامر (حکمرانوں) کی تابعداری کا حکم دیتا ہے۔ پس اہل ہند پر مع حضرت مسیح موعود کے انگریزوں کی اطاعت فرض تھی۔

علامہ خالد محمود صاحب:

قرآن کریم اولی الامر منکم ...... "اور وہ حکمران جو تم میں سے ہوں" کی اطاعت ضروری قرار دیتا ہے نہ کہ صرف "اولی الامر" کی۔ قرآن کریم میں "منکم" (تم میں سے) کا لفظ صریح طور پر موجود ہے۔

مرزائی امام:

آپ موقع دیں کہ ہم مزید تیاری کر کے کل آپ سے مناظرہ کریں۔ آپ لوگوں نے ہمیں تیاری کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ایک دن بھی ہمیں مل جائے تو ہم آپ کو منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔ باقی مناظرہ کل پچھلے پہر رکھ لیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

ہم کل بھی مناظرہ کے لئے حاضر ہیں۔ لیکن پھر ظہر سے قبل کا وقت رکھ لیں۔ کیونکہ پچھلے پہر میں مصروف ہوں۔

(مرزائی پچھلے پہر کا وقت بدلنے پر اصرار کے باوجود آمادہ نہ ہوئے۔ مجبوراً مرزائیوں کا تجویز کردہ وقت منظور کرلیا گیا لیکن طے پایا کہ بصورت مصروفیت علامہ صاحب مناظرہ مولانا منظور احمد کریں گے اور مناظرہ عربی میں ہوگا۔ جس کا ساتھ ترجمہ کیا جائے گا۔ موضوع مناظرہ مرزا غلام احمد کی سیرت قرار پایا اور اس پر مجلس برخاست ہوگئی)

موضوع: مرزا غلام احمد کی سیرت

صدر اجتماع: الحاج مسعود نائیجیری

اسٹیج پر اہل اسلام کی طرف سے:

1...... پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود

2...... مولانا منظور احمد چنیوٹی

3...... شیخ مرتضیٰ عبدالسلام نائیجیری

4...... شیخ عبدالوہاب نائیجیری

5...... فضیلۃ الشیخ امانت اللہ سعودی

سٹیج پر قادیانیوں کی طرف سے:

1...... امام مرزا اڑہ عبدالرحیم اولوا

2...... ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھٹہ

3...... شکیل احمد

4...... منیر احمد نائیجیری اور ان کے چار دیگر معاونین

قادیانی مناظر شکیل احمد:

آیئے پہلے موضوع مناظرہ طے کرلیں۔ پہلی گفتگو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر ہونی چاہیے۔ حضرت مسیح زندہ ہوں تو حضرت مرزا صاحب ہرگز مسیح موعود نہیں اور اگر ہم ثابت کردیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں تو پھر حضرت مرزا صاحب یقیناً مسیح موعود ہیں۔ کیونکہ اور کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

علامہ خالد محمود صاحب:

موضوع مناظرہ کل سے طے ہے اور وہ ہے مرزا غلام احمد کی سیرت۔ آج مناظرہ اسی موضوع پر ہوگا۔ آپ کے امام عبدالرحیم اُولوا سے کل یہ موضوع طے ہوگیا تھا۔ قادیانی جماعت یہ لکھ دے کہ وہ مرزا صاحب کی سیرت پر مناظرہ کرنے سے عاجز ہے اور اپنی شکست کا اقرار کرتے ہیں تو ہم وفات مسیح پر بھی جوابی کارروائی کے لئے تیار ہیں۔

قادیانی امام عبدالرحیم اُولوا:

یہ صحیح ہے کہ آج کا موضوع مناظرہ کل سے طے ہے اور وہ ہے حضرت مرزا صاحب کا صدق وکذب۔ ہم آپ کے سامنے مرزا صاحب کی صداقت کے دلائل پیش کریں گے۔ آپ میں ہمت ہے تو ان دلائل کو توڑیں۔ اب ہم اس بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

ایسا نہیں، آج مناظرہ میں ہم مدعی ہوں گے اور آپ مدعیٰ علیہ۔ ہم مرزا صاحب کی زندگی پر اعتراضات پیش کریں گے اور آپ ہمارے اعتراضات کا جواب دیں گے۔ آپ مرزا صاحب کے پیرو ہیں اور آپ کا فرض ہے کہ اپنے نبی کی صفائی پیش کریں۔

قادیانی مناظر شکیل احمد:

نہیں، مرزا صاحب کی صداقت کے مدعی ہم ہیں۔ ہم اپنا دعویٰ مع دلائل پیش کریں گے۔

آپ ان دلائل کا ضعف بیان کر کے ہمارا دعویٰ رد کریں۔ اس موضوع پر آپ مدعی نہیں ہو سکتے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مرزا غلام احمد کی سیرت کا موضوع ہمارا پیش کردہ ہے۔ قادیانی وفات مسیح کا موضوع پیش کر رہے تھے۔ ہر فریق اپنی اپنی خواہش کے موضوع پر مدعی ہے۔ اگر یہ موضوع آپ تجویز کرتے تو آپ اس میں مدعی ہوتے۔ یہ موضوع ہم نے پیش کیا ہے، اس لئے ہم اس میں مدعی ہوں گے۔ وفات مسیح اگر موضوع ہوتا تو بے شک آپ مدعی ہوتے، یہ ایک اصولی بات ہے۔

امام عبدالرحیم اولوا:

آپ کا مطالبہ ہمیں منظور ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود کی سیرت پر اعتراضات پیش کریں، ہم جواب دیں گے۔ ہر فریق کا وقت پانچ پانچ منٹ ہوگا۔ مقامی زبان میں ترجمے کا وقت اس میں شمار نہ ہوگا۔ وقت کی پابندی صدر کروائیں گے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورۃ النمل:۵۹) ...... اَمَّا بَعْدُ ...... فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ...... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۃ المائدۃ:۹۱)

حضرات! قرآن کریم کی رو سے شراب ناپاک، پلید اور عمل شیطان ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ یہ ام الخبائث ہے اور خبیثوں کی خوراک ہے۔ ظاہر ہے کہ خبیث مجدد و مسیح اور ہادی و مہدی نہیں ہو سکتا۔ شراب پینے والا شخص شرافت انسانی سے محروم ہے۔ وہ ایک شریف انسان بھی نہیں ٹھہرتا۔ چہ جائیکہ کوئی قوم اسے پیغمبر تسلیم کرے۔ اب میں دلیل پیش کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمد نے شراب پی۔ اے قادیانیو! آپ اس شخص کو جو ام الخبائث کا دلدادہ ہو مذہبی پیشوا بنا کر فلاح نہیں پا سکتے۔ یہ میرے ہاتھ میں اخبار الفضل قادیان ہے۔ یہ ۱۵ جون ۱۹۳۵ء کا پرچہ ہے۔ اس میں مسٹر جی

ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور (مشرقی پنجاب) کا فیصلہ عدالت درج ہے۔ موصوف نے یہ فیصلہ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اپیل پر دیا تھا اور حضرت شاہ صاحب کو تا برخواست عدالت قید کی سزا دی تھی۔ اس میں جج موصوف کا فیصلہ مرزا غلام احمد کے کریکٹر کے بارے میں یہ ہے:

''مرزا ایک ٹانک استعمال کیا کرتا تھا جس کا نام پلومر کی ٹانک وائن (طاقت دینے والی شراب) تھا اور ایک موقع پر اپنے دوست کو لکھا کہ وہ لاہور سے خرید کر اسے بھیج دے۔ دوسرے ایک دو خطوط میں یاقوتی کا ذکر ہے۔'' (اخبار الفضل قادیان ۱۵ جون ۱۹۳۵ء)

حضرات! یہ عدالت کا فیصلہ ہے اور اس عدالت کا فیصلہ ہے جو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف فیصلہ دے رہی ہے اور پھر یہ فیصلہ قادیانیوں کے خود اپنے پرچہ میں درج ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ شراب جوام الخبائث ہے۔ تمام بدکاریوں کی جڑ ہے۔ مردانہ طاقت بڑھانے کا شوق اور شیطان کا ناپاک عمل ہے۔ اس کے پینے والا ایک شریف انسان کیسے ہوسکتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ مجدد یا مہدی ہو سکے۔ اس کے کسی آسمانی دعویٰ پر غور نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے تمام دعوے ایک شرابی کی بڑ کے سوا کچھ نہیں۔

قادیانی مناظر شکیل احمد:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود اما بعد!

حاضرین! ڈاکٹر خالد محمود نے ہمارے اخبار الفضل کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اس میں صرف شراب خریدنے کا ذکر ہے۔ پینے کا نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے لاہور اپنے دوست کو شراب خریدنے کا لکھا تھا۔ اس میں یہ نہیں لکھا تھا کہ میں اسے پیئوں گا۔ ممکن ہے وہ اسے اپنے کسی اور دوست کے لئے منگاتے ہوں۔ آپ طاقت کے لئے صرف یاقوتی استعمال کرتے تھے۔ بہرحال اس میں شراب پینے کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور جج کا یہ فقرہ کہ مرزا ایک ٹانک استعمال کرتا تھا۔ اس کا اپنا اندازہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا اپنا اقرار کہ وہ شراب استعمال کرتے تھے، اس میں

کہیں موجود نہیں۔ میں ڈاکٹر خالد محمود سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس کا ثبوت پیش کریں کہ مرزا صاحب خود شراب استعمال کرتے تھے۔ اس کا ثبوت آپ کبھی پیش نہیں کرسکیں گے۔ حضرت مسیح موعود کے خلاف لوگ بے بنیاد الزامات لگاتے رہے لیکن ان میں سے کوئی الزام ثابت نہیں کرسکے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ونعوذ باللہ من فتنة المسیح الدجال اما بعد!

حضرات! قادیانیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اخبار الفضل کے حوالہ میں مرزا صاحب کا خط شراب خریدنے کے بارے میں ہے، یہ نہیں کہ مرزا صاحب شراب خود استعمال کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں یہ عدالت کا فیصلہ ہے اور اس میں صرف شراب خریدنے کا ذکر نہیں، اس کے استعمال کرنے کا بھی ذکر ہے۔ ''مرزا ایک ٹانک استعمال کیا کرتا تھا جس کا نام پلومر کی ٹانک وائن تھا۔''

اور جج کا یہ فیصلہ خود اس کی اختراع نہیں، مرزا غلام احمد کے لڑکے مرزا بشیر الدین محمود نے جج کے سامنے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ اس کا باپ مرزا غلام احمد شراب استعمال کرتا تھا۔

قادیانی مناظر ڈاکٹر بھٹہ:

حاضرین! یہ بالکل غلط ہے۔ اخبار الفضل کے حوالے میں کہیں نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے یا حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ اقرار کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود شرابی تھے۔ مسیح موعود خدا کا بھیجا ہوتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسیح موعود شراب پیتے۔ نائیجیریا کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے یہ لوگ غلط حوالہ پیش کر رہے ہیں تاکہ احمدیوں کو اور بانی سلسلہ کو بدنام کیا جائے۔ آپ سب حضرات نے ڈاکٹر خالد محمود کا پیش کردہ حوالہ الفضل سنا ہے۔ اس میں کہیں نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے شراب استعمال کرنے کا کہیں خود اقرار کیا ہو۔ الفضل کا حوالہ پھر پڑھیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

حضرات مسلمین اور قادیانی دوستو! اخبار الفضل قادیان کا اب پورا حوالہ سن لو تاکہ تمہیں

پھر حسرت نند رہے۔ اس میں مرزا غلام احمد کے کریکٹر کے بارے میں عدالت کا فیصلہ یہ لکھا ہے:

"مرزا ایک ٹانک وائن (Tonic Wine) استعمال کرتا تھا۔ جس کا نام پلومر کی ٹانک وائن تھا اور ایک موقع پر اس نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ وہ لاہور سے خرید کر اسے بھیج دے۔ دوسرے ایک دو خطوط میں یاقوتی کا ذکر ہے۔ موجودہ مرزا (بشیر الدین) نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس کے باپ نے پلومر کی ٹانک وائن ایک دفعہ استعمال کی تھی اور وہ ایک ایسا انسان تھا جسے رنگین مزاج کہہ سکتے ہیں۔"

(الفضل قادیان دارالامان ۱۵ جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۳)

کیا اس میں واضح نہیں کہ مرزا غلام احمد کے لڑکے نے خود عدالت میں اعتراف کیا کہ اس کا باپ پلومر کی ٹانک وائن شراب مردانہ طاقت کے لئے استعمال کرتا تھا۔ کیا ایسا رنگین مزاج شخص جو ہر وقت مردانہ طاقت بڑھانے کی ہی سوچتا رہے اور اس کے اس کے لئے خفیہ خطوط پکڑے جائیں۔ کیا ایسا شرابی کسی طبقے کا مذہبی پیشوا بننے کے لائق ہے؟ اس کریکٹر کا آدمی تو شریف انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔

قادیانی مناظر ڈاکٹر بھٹہ:

حاضرین! ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے اخبار الفضل کی اُردو عبارت کا انگریزی ترجمہ غلط کیا ہے۔ انہوں نے اپنی بات ثابت کرنے کے لئے ترجمہ بگاڑا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود نے اعتراف کیا تھا کہ اس کے باپ نے پلومر کی شراب منگانے کے لئے خط میں ٹانک وائن کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اس میں یہ ہرگز نہیں کہ حضرت مسیح موعود خود شراب استعمال کرتے تھے۔ یہ علما احمدیوں کو بدنام کرنے کے لئے من گھڑت باتیں کرتے ہیں اور غلط حوالے پیش کرتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

حضرات! میں صاحب صدر مسعود نائیجیری کی اجازت سے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی تعلیم یافتہ شخص جو اُردو اور انگریزی دونوں زبانیں جانتا ہو اور اس نے

کبھی کسی مذہبی بحث میں حصہ نہ لیا ہو۔ اسٹیج پر آ جائے، میں الفضل کا یہ پرچہ اسے دیتا ہوں، وہ اسے اُردو میں پڑھے اور ساتھ ساتھ انگریزی میں ترجمہ کرے۔ آپ سب حضرات اسے سنیں گے۔ پھر اس کا انگریزی سے مقامی زبان میں ساتھ ساتھ ترجمہ ہو۔ اس سے خود پتہ چل جائے گا کہ میں نے اس کا ترجمہ صحیح کیا ہے یا غلط کیا ہے؟

صدر مناظرہ مسعود نائیجیری:

ہاں! میں اجازت دیتا ہوں۔ کوئی شخص جو یہ دونوں زبانیں جانتا ہو اور پاکستانی نہ ہو، سٹیج پر آ جائے۔ اتنے میں حیدر آباد (انڈیا) کے ایک پروفیسر جو وہاں کسی کالج میں استاد تھے۔ اسٹیج پر آئے، نام پوچھنے سے پتہ چلا کہ انہیں فصاحت کہتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے پرچہ الفضل ان کے ہاتھ میں دیا اور انہوں نے صدر کی اجازت سے اسے پڑھنا شروع کیا۔ علامہ صاحب ان کے برابر کھڑے تھے۔ ڈاکٹر بھٹہ نے سوال اُٹھایا کہ ڈاکٹر خالد محمود اس کے پاس کھڑے نہ ہوں۔ ذرا فاصلہ پر رہیں تا کہ فصاحت کو کچھ سکھا نہ سکیں۔ صدر صاحب نے ان کے مطالبہ کو مان لیا اور ڈاکٹر خالد محمود صاحب سے گزارش کی کہ وہ کرسی پر تشریف رکھیں۔ علامہ صاحب بیٹھ گئے۔ جناب فصاحت صاحب نے اخبار الفضل کا حوالہ اردو میں پڑھنا شروع کیا۔ آپ ساتھ ساتھ انگریزی ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ جب ترجمہ وہی ہوا جو ڈاکٹر خالد محمود صاحب کر رہے تھے تو سارا ہال اسلام کی سچائی سے گونج اُٹھا۔ ختم نبوت کے حق میں نعرے لگنے شروع ہوئے اور قادیانی مناظرین کے رنگ اُڑ گئے۔ زمین جگہ نہ دیتی تھی کہ کہیں چھپ سکیں۔ فصاحت صاحب نے ترجمہ بتلایا کہ:

> ''مرزا بشیر الدین محمود نے خود اعتراف کیا کہ اس کے باپ نے پلومر کی ٹانک وائن استعمال کی تھی اور ایسا انسان تھا جسے رنگین مزاج کہہ سکتے ہیں۔''

فصاحت صاحب اس کے بعد اپنی جگہ چلے گئے۔ پانچ منٹ کے خوفناک سناٹے کے بعد ایک قادیانی مناظر اُٹھا۔

منیر احمد قادیانی:

شراب پی تو ایک ہی دفعہ پی۔ ایک دفعہ پینے سے کیا ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ پینے سے

کریکٹر خراب نہیں ہو جاتا۔ کبھی کبھار پینے سے کیا ہوتا ہے؟

علامہ خالد محمود صاحب:

گو ایک دفعہ شراب پینا کچھ کم حرکت نہیں اور شریعت میں ایک دفعہ شراب پینے سے بھی انسان مستوجب سزا ہوتا ہے۔ لیکن اس حوالہ میں عدالت کا نقطہ نظر بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا کہ مرزا غلام احمد ایک ایسا انسان تھا جسے رنگین مزاج کہہ سکتے ہیں۔ شراب پینے سے جو رنگین مزاج بنا ہو۔ کیا اس نے ایک ہی دفعہ شراب پی ہو گی؟

جسے یہ پتہ ہو کہ شراب کی کون کون سی قسمیں ہیں اور اس قسم کی شراب کہاں سے ملتی ہے اور کہاں سے نہیں۔ کیا وہ عادی شرابی نہ ہو گا اور پھر یہ بھی سوچیں شراب کی جو بوتل لاہور سے بھیجی گئی ہو گی، کیا اس میں ایک ہی خوراک ہو گی؟ یا مرزا غلام احمد ایک دفعہ پی کر باقی بوتل ضائع کر دیتا ہو گا۔ آخر کچھ تو غور کرو اور شرابی کو اپنا مذہبی پیشوا ماننے والو! کچھ تو سوچو، غور کرو اور اپنی آخرت کو خراب نہ کرو۔

منیر احمد:

کبھی کبھار شراب پینے سے آدمی شرابی نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود شراب مردانہ طاقت بڑھانے کے لئے نہیں پیتے تھے۔ ممکن ہے کوئی بیماری ہو۔ جو مردانہ طاقت بڑھانے کے لئے شراب پیتے ہیں وہ کئی بدکاریوں کے مرتکب بھی ہوتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود کی سیرت پاکیزہ تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عادی شرابی ہرگز نہ تھے۔ صرف ایک دفعہ پی تھی، ایک دفعہ پینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مرزا غلام احمد جو شراب پیتا تھا اس کا نام ہی ٹانک وائن تھا۔ ٹانک (Tonic) طاقت دینے والی چیز کو کہتے ہیں۔ کیا اس سے واضح نہیں کہ مرزا کا مقصد شراب پینے سے طاقت آزمانا ہوتا تھا۔ پھر جب کہ یاقوتی کا ذکر بھی ساتھ ہو اور مزاج بھی رنگین (Sexual) ہو، جیسا

کہ عدالت کے فیصلہ میں مرقوم ہے تو پھر اس کے رنگین ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ یہ سوال کہ اس قسم کے لوگ پھر کئی بدکاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور شادیاں بھی کئی کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی زندگی اس قسم کے حالات سے مبرا نہ تھی۔ محمدی بیگم کا انہیں کتنا انتظار رہا اور کتنا شوق رہا۔

دیکھئے آئینہ کمالات اسلام اور دیگر کتب مرزا۔

ایک لاہوری مرزائی نے ایک خط میں مرزا غلام احمد کے بارے میں صاف لکھ دیا تھا:

"ہمیں مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں، کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجود خلیفہ (بشیر الدین محمود) پر ہے کیونکہ وہ ہروقت زنا کرتا رہتا تھا۔" (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۴۷)۔

ڈاکٹر بھٹہ:

یہ غلط مبحث ہے۔ اس وقت محترمہ محمدی بیگم رضی اللہ عنہا کا نکاح زیر بحث نہیں۔ یہ نکاح جنت میں ہو چکا ہے۔ آپ صرف شراب پینے کے موضوع پر بات کریں۔ الفضل میں صرف ایک دفعہ شراب پینے کا ذکر ہے۔ اس سے آدمی رنگین مزاج نہیں بن جاتا۔ رنگین مزاج شراب پیتے ہیں تو اِدھر اُدھر بھی جاتے ہیں۔ بدکاری کے اڈوں کا رُخ کرتے ہیں۔ ان پر روپیہ برباد کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی ان تمام باتوں سے پاک تھی۔ آپ نے کبھی کوئی شرمناک حرکت نہیں کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے آپ شرابی نہ تھے۔ خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

آپ خواہ مخواہ انکار کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد ایک رنگین مزاج آدمی تھا۔ عدالت کا فیصلہ غلط نہیں ہے۔ سات سو روپے کیا ایک ہی دفعہ شراب پینے میں لگ گئے تھے؟ اِدھر اُدھر گھومنا کیا صرف شراب پینے کے لئے تھا؟ شراب تو مرزا صاحب خطوط کے ذریعہ بھی منگوا لیتے تھے۔ مرزا امام الدین کا مرزا غلام احمد کو اِدھر اُدھر شرمناک کاموں کے لئے پھرانا کیا امر واقع نہیں؟ اور کیا یہ انہی حرکات کا نتیجہ نہیں کہ مرزا امام دین مرزا صاحب کے آسمانی دعوؤں کا بہت

شدت سے منکر رہا۔

اور کیا یہ صحیح نہیں کہ مرزا غلام کی تحریروں میں کنجریوں کا ذکر عام ملتا ہے۔

دیکھئے آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۸۔

نور الحق حصہ اول صفحہ ۱۲۶۔

انجام آتھم صفحہ ۲۸۱۔

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷۔

خطبہ الہامیہ صفحہ ۴۹۔

تریاق القلوب صفحہ ۱۳۱۔

شحنہ حق صفحہ ۶۰۔

فریاد درد صفحہ ۷۸۔

ان بیانات میں بازاری عورتوں کا عام ذکر ہے اور بعض جگہ پر مرزا صاحب نے ذاتی تجربہ کے تحت کنجریوں کا ذکر کیا ہے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

> "بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں سچی خوابیں دیکھ لیا کرتی ہیں......اور اس راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم و خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیا کرتے ہیں۔"
>
> (تحفہ گولڑویہ صفحہ:۷۷)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد کو کنجریوں کے ہاں آنے جانے کا تجربہ تھا۔

مرزا غلام احمد اپنے سب مخالفوں کو کنجریوں کی اولاد لکھتا ہے۔ (سیرت المهدی حصہ اول صفحہ ۴۴) یہ کوئی ہوش کی بات ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسے شراب پینے کی عام عادت تھی۔ شراب ام الخبائث ہے جو آدمی اس میں مبتلا ہو، پھر وہ دوسری برائیوں سے نہیں بچ سکتا۔

ڈاکٹر بھٹہ:

(بات کاٹتے ہوئے) یہ سات سو روپے کی کیا بات ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔ پھر اس پر اعتراض کریں۔ مرزا صاحب مسیح موعود تھے۔ ایسے ویسے نہ تھے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

''مرزا غلام احمد کی بیوی (مرزا بشیر احمد کی ماں) بیان کرتی ہے۔
ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود (اپنے والد کی) پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے ''باہر'' لے گیا اور اِدھر اُدھر پھرتا رہا...... حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے۔''
(آئینہ کمالات اسلام)

باہر جانا ایک اصطلاح ہے۔ جو آوارہ آدمی اپنے گھر پر قناعت نہیں کرتے، وہ اِدھر اُدھر جاتے ہیں۔ کوئی نوجوان بدکاری کا عادی ہو تو کہتے ہیں۔ ''فلاں شخص باہر جاتا ہے۔''

بعض قادیانی جواب دیتے ہیں کہ یہ سات سو روپے کنجریوں کے ہاں آنے جانے پر نہیں لگے تھے۔ بلکہ مرزا صاحب نے عدالت کو جرمانے میں ادا کئے تھے۔ سات سو روپے جرمانہ آپ کو مولانا کرم الدین بھیں ضلع جہلم کے دائر کردہ کیس میں ہوا تھا۔ مرزا صاحب نے یہ روپے وہاں دیئے تھے۔ اِدھر اُدھر صرف نہیں کئے۔ یہ جواب غلط ہے۔

مولانا کرم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کیس میں مرزا امام دین کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ مگر ان کے کیس میں مرزا امام دین آپ کو اِدھر اُدھر پھراتا رہا۔ یہ رقم شرم ناک کاموں کے سوا کہیں صرف نہیں ہوئی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد سؤروں کے شکار کے لئے اِدھر اُدھر گھومتے رہے ہوں تا کہ ان پر یہ پیش گوئی پوری ہو سکے یہ لوگ حیران ہو کر کہیں گے کہ یہ کیسا مسیح ہے کہ لوگوں کی ہدایت کیلئے آیا ہے اور باہر سؤروں کا شکار کرتا پھرتا ہے۔

بات کے شروع میں مرزا صاحب کی جوانی کا ذکر ہے۔ جوانی کا ذکر کر کے اِدھر اُدھر

گھومنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر یہ کوئی شرم ناک حرکات نہ تھیں تو اس کے آخر میں مرزا غلام احمد کو شرم آنے کا بیان کیوں ہے؟ معلوم ہوا کہ واقعی ان سے شرم ناک کام ہوئے تھے۔ یہ واقعہ ایسا ہے کہ اسے صرف مرزا غلام احمد کی بیوی ہی بیان کرتی ہے۔ ظاہر ہے عورتیں اپنے خاوندوں کی اس قسم کی حرکات کا بہت احساس رکھتی ہیں۔

قادیانی مناظر شکیل احمد:

حضرت مسیح موعود پر یہ بہتان ہے کہ وہ آوارہ گھومتے تھے۔ اِدھر اُدھر گھومنا کوئی شرم ناک کاموں کیلئے نہ تھا۔ ہوسکتا ہے تبلیغ کے لئے جاتے ہوں۔ آپ مسیح موعود تھے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسیح موعود ایسا کام کرے۔ آپ کی تو نظر بھی غیر محرم پر نہ پڑتی تھی۔ آپ کے عیاشی کرنے اور اس پر روپیہ خرچ کرنے کا تو وہم بھی نہیں ہوسکتا۔

علامہ صاحب:

آپ کو تو وہم بھی نہیں ہوسکتا۔ مگر ہمارے سامنے اس کے شواہد موجود ہیں۔ مرزا غلام احمد پردے کے پیچھے بیٹھ کر لڑکیوں کو جھانکتا تھا اور دوسروں کو بھی دکھاتا تھا۔ لڑکیوں کے چہرے اور نقش و نگار زیر بحث آتے اور یہ لڑکیاں خود اس نے اپنے ہاں رکھی ہوئی تھیں۔

یہ میرے ہاتھ میں سیرت المہدی حصہ اول ہے اس میں لکھا ہے:

> ''حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو لڑکیاں رہتی ہیں۔ ان کو میں لاتا ہوں۔ آپ ان کو دیکھ لیں ...... حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بلا کر کمرے کے باہر کھڑا کر دیا اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں۔ آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں ...... پھر پوچھنے لگے تمہیں کون سی لڑکی پسند ہے۔'' (سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۵۹)

مرزا غلام احمد کی یہ عادت اس کے لڑکے بشیر الدین محمود میں بھی تھی۔ مرزا محمود ۱۹۲۴ء میں جب یورپ گئے تو آپ نے یورپین سوسائٹی کی نیم عریاں عورتوں کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب اس کے لئے انہیں ایک سینما میں لے گئے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے

۱۷ جنوری ۱۹۳۴ء کے خطبہ جمعہ میں اقرار کیا۔

''جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ دیکھوں، مگر قیام انگلستان کے دوران مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چودھری ظفراللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں، جہاں یورپین سوسائٹی عریانی سے نظر آسکے۔ وہ فرانس سے واقف تو نہ تھے، مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے، اوپیرا سینما کو کہتے ہیں...... میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہواُ کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چودھری صاحب سے کہا کیا یہ ننگی ہیں؟ (الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء)

منیر احمد قادیانی:

یہ باتیں موضوع کے خلاف ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں حضرت مسیح موعود نے صرف ایک دفعہ شراب پی ہے۔ ایک دفعہ پینے سے آدمی شرابی نہیں ہو جاتا۔ حضرت مسیح موعود خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔ خدا کا بھیجا ہواُ جوان لڑکیوں میں کتنا ہی کیوں نہ پھرے، وہ کسی شرمناک حرکت میں نہیں پڑتا۔ گھر میں یہ لڑکیاں دینی تعلیم کے لئے رکھی ہوں گی۔ بدکاری کے لئے ہرگز نہ تھیں۔ آپ شرابی ہرگز نہ تھے۔ صرف ایک دفعہ پینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ خالد محمود صاحب:

گھر میں لڑکیاں دینی تعلیم کے لئے نہیں تھیں۔ عائشہ نامی ایک لڑکی ۱۵ برس کی عمر میں مرزا غلام احمد کے پاس قادیان آئی تھی۔ اس کی وفات پر یہ اس کی یہ بات پریس میں آئی:

''حضور کو مرحومہ کی خدمت حضور کے پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی۔''

(الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نوجوان لڑکیاں دینی تعلیم کیلئے نہ رکھی تھیں۔ جسمانی راحت کے لئے تھیں۔ مرزا صاحب نے عائشہ کی شادی غلام محمد سے کی تھی اور کہا تھا:

"یہ شرط کی جائے کہ غلام محمد اسی جگہ (قادیان) میں رہے۔
(الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۳۸)

مرزا صاحب کو ٹانگیں دبوانے کی عام عادت تھی۔

مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

"مسمات بھانو تھی۔ وہ ایک رات جب کہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دبا رہی تھی۔ اسے یہ پتہ نہ چلا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں، وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں۔"
(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۱۰)

"ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے وقت میں، میں (رسول بی بی) اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا۔ اگر میں سونے میں کوئی بات کروں تو مجھے جگا دینا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے ...... آپ کو جگا دیا، اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔"
(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۱۳)

ڈاکٹر عبدالستار صاحب کی لڑکی زینب بیان کرتی ہے:

"میں تین ماہ کے قریب حضرت کی خدمت میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی ...... دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے صبح کی اذان تک ساری رات خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند نہ غنودگی اور نہ تھکان محسوس ہوئی، بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا ...... حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے، اور آپ کئی دفعہ اپنا تبرک مجھے دیا کرتے تھے۔"
(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۷۳)

(اس کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کی یہ عادت بھی محفوظ رکھیں حضرت مسیح موعود بہت بامذاق طبیعت رکھتے تھے اور بعض اوقات تو از خود ابتداً مزاح کے طور پر کلام فرماتے تھے۔ سیرت

الہدی حصہ دوم صفحہ ۳۵۔ یہ ابتداً غالباً سوتے ہوئے فرماتے ہوں گے اور پہرہ دینے والی عورتیں پہنچ جاتی ہوں گی)

اس قسم کی روایات سے مرزا غلام احمد کا عام اختلاط غیر محرم عورتوں سے ظاہر ہے۔ یہ انگریزی تہذیب کے اثرات ہیں۔ ہم مرزا صاحب کی اس آزادی کی تلخی انہی کے الفاظ میں سمجھانا چاہتے ہیں۔ ایک نوجوان عورت سے ایک نامحرم طالب کی کبھی دل شکنی مناسب نہیں سمجھی گئی۔ مگر کیا قرآن شریف یورپ کے ان اخلاق سے اتفاق رائے کرتا ہے؟ کیا وہ ایسے لوگوں کا نام دیوث نہیں رکھتا؟ (ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۱۴)

یہ بھی قرآن کریم پر ایک جھوٹ ہے۔ قرآن کریم میں دیوث کا لفظ کہیں موجود نہیں۔ مرزا غلام احمد پر شرابی ہونے کا رنگ ہر وقت غالب تھا۔ شراب سے ہوش اُڑے رہتے تھے۔ مرزا غلام احمد کا بچپن سے یہ حال تھا کہ ٹوٹی سے منہ لگے اور دنیا و مافیہا بھول جاتے۔ باپ انگریزوں کے زیر سایہ جاگیردار تھا۔ ان اخراجات کا تحمل اس لئے کوئی مشکل نہ تھا۔ بچپن میں مرزا غلام احمد اس طرح ہوش کھوئے رہتا کہ اس کو کوئی کچھ کر جائے، اسے کچھ پتہ نہ رہتا۔ یہ بھی سمجھتا کہ میرے بدن کے ساتھ صف بندھی ہے۔

امام عبدالرحیم اَولوا:

یہ سب باتیں غلط ہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود کو الزام دے رہے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص جو خدا کا بھیجا ہوا ہو، اس کی زندگی ایسی ہو۔ ایک دفعہ شراب پینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے سوا حضرت مسیح موعود کی زندگی پاک تھی۔

علامہ خالد محمود صاحب:

پنجاب میں ایک محاورہ ہے۔ شرارتی آدمی کو ٹوٹی کہتے ہیں۔ کبھی شیطان کی ٹوٹی بھی کہہ دیتے ہیں۔ جس شراب پینے والے کے ہوش نہ رہیں تو اسے ٹوٹی میں چھپا کہا جاتا ہے کہ پی کر ہوش کھو دیئے۔ ورنہ عملاً کوئی آدمی ٹوٹی میں چھپ نہیں سکتا۔ مکھی اور مچھر تو ٹوٹی میں چھپ سکتے ہیں، انسان نہیں۔ کسی آدمی کا ٹوٹی میں چھپنا محاورہ کے طور پر ہے کہ ٹوٹی سے منہ لگا کر پی گیا اور سب دنیا کو

بھول گیا۔ گویا یہ شخص ٹوٹی میں چھپا ہے۔ اب آیئے مرزا غلام احمد ٹوٹی میں چھپتا تھا یا نہیں؟ مرزا غلام احمد کے بارے میں اس کے باپ کی شہادت لیجئے۔ وہ اپنے بیٹے کی عادت کو یوں بیان کرتا ہے:

"سقاوہ کی ٹوٹی میں تلاش کرو۔ اگر وہاں بھی نہ ملے تو مایوس ہو کر واپس مت آنا۔ مسجد کے اندر چلے جانا اور وہاں کسی گوشہ میں تلاش کرنا، اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر بھی ناامید ہو کر لوٹ مت آنا، کسی صف میں دیکھنا کہ کوئی اس کو لپیٹ کر کھڑا کر گیا ہوگا (اسے اس طرح کھڑا کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہوگی، یہ سوچنے کی بات ہے)...... کوئی اسے صف میں لپیٹ دے تو وہ آگے حرکت بھی نہیں کرے گا۔"

(مسیح موعود کے مختصر حالات ملحقہ براہین احمدیہ صفحہ ۶۷)

قادیانی شکیل احمد:

یہ بچپن کا واقعہ ہے۔ بچپن میں مرزا صاحب بھی مامور من اللہ نہ تھے۔ ماموریت کے دعویٰ کے بعد اور خدا سے وحی پانے کے بعد آپ سے زیادہ بیدار اور ہوشیار کوئی نہ تھا۔ آپ بھی بے ہوش نہ ہوتے، جسے شراب کا اثر کہا جائے۔ آپ نے صرف ایک دفعہ شراب پی، زیادہ نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

اگر مرزا غلام احمد عام طور پر نشہ میں نہ رہتا تھا تو پھر ایسا کیوں ہوتا تھا کہ "جوتا پہننے میں دائیں بائیں کا پتہ نہ چلے۔" (سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۶۷)

"بٹن لگانے میں اوپر نیچے کا ہوش نہ رہے"۔ (سیرت المہدی حصہ دوم)

اور "جیب میں گڑ اور استنجے کے ڈھیلے اکٹھے پڑے رہیں۔"

(مسیح موعود کے مختصر حالات ملحقہ براہین احمدیہ صفحہ ۶۷)

قادیانی شکیل احمد:

حضرت مسیح موعود پر استغراق کی یہ حالت صرف بعض دنیوی امور کے بارے میں تھی۔

دین کے بارے میں آپ سب سے زیادہ ہوشیار اور بیدار تھے۔ آپ نے وہ کام کیئے کہ عام آدمی کی پہنچ سے بہت بالا تھے اور ان میں خدائی نشان ظاہر تھے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مرزا صاحب نے پھر قرآن کریم کی آیتوں کو کیوں بدلا؟ کیا یہ بے ہوشی دین میں نہیں؟ مرزا صاحب نے ایک آیت میں یوں ترمیم کی ہے (مسیح موعود کے مختصر حالات ملحقہ براہین احمدیہ صفحہ ۶۷)...... عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَ عَلَیْکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکَافِرِیْنَ حَصِیْراً ...... (سورۃ بنی اسرائیل: ۸)

قرآن کریم میں یہ خط کشیدہ لفظ ''علیکم'' نہیں ہے۔ یہ مرزا صاحب نے بڑھایا ہے۔ تا کہ قرآن پنجابی محاورے کے مطابق ہو جائے۔ یہ تحریر نشہ کی حالت میں نہیں تو کیا تحریف کی ہے؟ جو پہلو اختیار کرو، ہمیں بتا دو۔ اور پھر اس طرح کی ترمیم ایک آیت میں نہیں، کئی آیات میں ملتی ہے۔

قرآن کریم سورۃ حج میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (سورۃ الحج: ۵۲)

مگر مرزا غلام احمد نے اس میں سے ''من قبلك'' اور ''الا'' کے الفاظ اُڑا دیئے۔

(ازالہ اوہام خورد صفحہ ۶۲۹، کلاں صفحہ ۲۵۷...... کیا یہ کھلی تحریف نہیں؟)

پھر اسی سورۃ حج میں ہے:

يُرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْــٴًـا (سورۃ الحج: ۵)

مرزا غلام احمد نے یہاں سے لفظ ''مِن'' اُڑا دیا ہے۔

(ازالہ اوہام خورد صفحہ ۶۰۸، کلاں صفحہ ۲۵۰)

سورۃ توبہ میں ہے:

اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا

الفاظ ''فَاَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ'' کو ''یدخله نارا'' کے الفاظ سے بدل دیا۔

(حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۰)

پھر اسی سورۃ توبہ کی آیت ۱۹:

...... وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ......

کو بھی مرزا غلام احمد نے ...... یجاهدوا فی سبیل الله...... کر دیا ہے۔

(جنگ مقدس صفحہ ۱۹۴)

قادیانی لوگ بڑے فخر سے مرزا غلام احمد کو سلطان القلم کہتے ہیں۔ قلم کی سلطنت آپ نے دیکھ لی۔ قرآن کریم تو ہر مسلم گھرانے میں موجود ہوتا ہے۔ سو یہاں مرزا کی دیانت وامانت بآسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ یہاں دیانت کا یہ حال ہے تو دوسری کتابوں کے حوالوں میں جن تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہوتی، یہ سلطان القلم کیا گل کھلاتے ہوں گے۔ ذرا آگے چلئے۔

سورۃ بقرہ میں ہے:

...... هَلْ يَنظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ ......

غلام احمد نے اسے بدل کر ...... یوم یأتی ربك فی ظلل من الغمام ......

کر دیا۔ استغفر اللہ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۴)

سورۃ حجر میں ہے: ...... وَلَقَدْ آتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ ......

مگر مرزا غلام احمد نے اسے بدل کر ...... اِنَّا آتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ ...... کر دیا ہے۔ (براہین احمدیہ طبع چہارم صفحہ ۴۸۸)

سورۃ حم سجدہ میں ہے:

...... اِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ ○ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ......

مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے یوں بدلا:

...... وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○ يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ ......

(براہین احمدیہ صفحہ ۳۸۶)

قرآن کریم میں یہ تحریف لفظی کا سلسلہ بہت دور چلا جاتا ہے۔ ہر ایڈیشن میں یہ تحریف

باقی رکھی گئی ہے۔اس لئے اسے سہو کاتب بھی نہیں کہہ سکتے۔پس اگر یہ دیدہ دانستہ قرآن میں تحریف کی کوشش نہیں تو شراب کی بے ہوشی ضرور ہے۔پس یہ بات درست نہیں کہ صرف ایک بار پی تھی۔

ڈاکٹر بھٹہ:

یہ الزام ہم پر بالکل غلط ہے۔ ہمارا قرآن کریم پر اعتقاد ہے۔ہم نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔جو قرآن میں تبدیلی کرے،ہم اسے اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

(بات کاٹتے ہوئے) تو آپ مرزا غلام احمد کو اسلام سے خارج کیوں نہیں کہتے؟ جس نے قرآن میں لفظ ''علیکم'' جیسے سینکڑوں اضافے کئے ہیں۔یہ براہین احمدیہ کا چوتھا ایڈیشن ہے۔ اگر یہ کاتب کی غلطی ہوتی تو دوسرے ایڈیشن میں درست ہو جاتی۔قادیانیوں نے اسے اس لئے درست نہیں کیا کہ اُمتی پیغمبر کی اصلاح نہیں کر سکتا۔

قادیانی شکیل احمد:

یہ ہمارا احمدیوں کا شائع شدہ قرآن ہے۔اس میں یہ آیت بالکل درست لکھی ہے۔اس میں ''علیکم'' کا لفظ نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مگر براہین احمدیہ میں تو یہ لفظ ہے۔قادیانی مترجم قادیانی پیغمبر سے زیادہ درجہ نہیں رکھتا کہ پیغمبر کی تحریر کے مقابلہ میں اس کی تحریر کا زیادہ اعتبار کیا جائے۔قادیانیوں کے لئے اپنے پیغمبر کی بات حجت رہے گی نہ کہ اس مترجم یا ناشر کی۔ہاں یہ پہلو اختیار کیا جائے کہ اُمتی مترجم نشے کی حالت میں نہیں تھا تو ہمیں انکار نہیں۔لیکن اس سے آپ انکار نہیں کر سکتے کہ مرزا غلام احمد شرابی تھا اور نشے کی حالت میں آیتیں بھی غلط لکھتا تھا۔

قادیانی شکیل احمد:

یہ ہم پر بہتان ہے کہ ہم نے قرآن کریم کی آیت بدلی ہے۔معلوم نہیں حضرت مسیح

موعود سے یہ اس طرح کیسے لکھی گئی۔ یہ جان کر نہیں ویسے ہی لکھی گئی ہوگی۔

علامہ خالد محمود صاحب:

مرزا صاحب نے اگر ہوش وحواس سے آیات میں تبدیلیاں کی ہیں تو انہوں نے قرآن میں تحریف کی ہے اور اگر بے ہوشی میں وہ ایسا لکھ گئے ہیں تو یہ شراب پینے کا نشہ تھا۔ آپ کا یہ کہنا کہ صرف ایک ہی دفعہ پی، درست نہیں ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ وہ شراب پیتا تھا اور اس سے ایسی حرکتیں بار بار ہوتی رہیں۔

پبلک سے لوگ اُٹھ اُٹھ کر براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ کو دیکھتے ہیں اور قرآن کریم سے اس کا موازنہ کرتے ہیں۔ صدر سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ دونوں حوالوں کو دیکھ کر اپنے فیصلہ کا اعلان کریں۔ چنانچہ صدر مناظرہ الحاج مسعود نائیجیری دونوں حوالوں کو دیکھ کر اپنے فیصلہ کا اعلان کرتا ہے۔

صدر مناظرہ مسعود نائیجیری:

احمدی مرزا غلام احمد کی سیرت کا دفاع نہیں کر سکے اور مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد شراب پیتا تھا۔ جو شخص ام الخبائث میں مبتلا ہو، اس سے باقی خبائث اور بے حیائی کے امور صادر ہونے لازمی ہیں۔

میں نے براہین احمدیہ دیکھی ہے اور اس کی لکھی ہوئی آیت کا قرآن شریف سے موازنہ کیا ہے۔ مسلمانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے قرآن پاک کی آیات بدلی ہیں۔ یہ بدلنا قرآن میں تبدیلی کرنے کے لئے تھا یا نشہ کی وجہ سے، اس میں بندہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

صدر کے اس اعلان پر مناظرہ ختم ہو گیا۔ مسلمان فرطِ مسرت میں ہال سے ایک جلوس کی شکل میں نکلے۔ یہ جلوس شہر کے مختلف بازاروں اور چوکوں سے گزرتا گیا۔ مرزا غلام احمد کی سیاہ سیرت کے خلاف یہ ایک بڑا احتجاج تھا۔

(سوالاً جواباً)

سوال:

ہندوستان میں جب انگریزوں کی حکومت تھی تو اس وقت انگریزی حکام کی اطاعت مسلمانوں پر فرض تھی یا نہ؟

جواب:

آپ غالباً یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ انگریز حکام قرآن کریم کے لفظ ''اُوْلِی الْاَمْرِ'' میں آتے ہیں یا نہیں؟

سو یاد رکھو! کہ انگریز حکمران اس لفظ کے تحت نہیں آتے۔ یہ درست ہے کہ ''اُوْلِی الْاَمْرِ'' سے مراد حکام ہیں۔ جنہیں Men of authority کہتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم میں ''اُوْلِی الْاَمْرِ'' کے ساتھ ''مِنْکُمْ'' کا لفظ بھی موجود ہے۔ یعنی وہ حکام جو تم میں سے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان ہوں، ان کی اطاعت بھی اس شرط سے مشروط ہے کہ ان کا حکم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کے فیصلے کے خلاف نہ ہو۔ قرآن کریم کی اس ہدایت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد ان ''اُوْلِی الْاَمْرِ'' کی اطاعت تمہارے ذمے ہے جو تم میں سے ہوں۔ نصاریٰ کو ''اُوْلِی الْاَمْرِ'' میں داخل کرنا غلط ہے۔

سوال:

مرزا صاحب نے سیاسی مصلحت اور ظاہرداری کے طور پر انگریزوں کو خوش کرنے کی کوشش کی ہوگی، اس لحاظ سے یہ بات صحیح بھی ہوسکتی ہے، ہم اسے کلیۃً تو غلط نہیں کہہ سکتے؟

جواب:

مرزا غلام احمد مسیح موعود اور پیغمبر ہونے کا مدعی ہے۔ وہ کوئی سیاسی لیڈر نہیں کہ آپ اس کے بیانات کو ظاہرداری اور مصلحتِ وقت کہہ کر فارغ ہو جائیں۔ مرزا صاحب نے انگریزوں کی جو تعریف کی ہی، وہ خدا کے نام پر کی ہے۔

یہ ان کی اصل کتابیں ہیں۔ دیکھ لیجئے اور ان حوالوں کا ترجمہ لکھ لیجئے۔ یہ مرزا صاحب کی مختصر تحریر ہے۔

''حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست''

اس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اول درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریز کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اول درجہ پر بنا دیا ہے۔

☆......اول والدِ مرحوم کے اثر نے

☆......دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے

☆......سوم خدا تعالیٰ کے الہام نے

(تریاق القلوب ضمیمہ صفحہ ۳)

پھر اس جگہ دیکھئے!

''مسلمانوں کا فرض ہے جس کے ترک سے وہ خدا تعالیٰ کے گناہ گار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جان نثار ہو جائیں۔ ان کا فرض ہے کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکر گزار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گناہگار نہ ٹھہریں۔''

(عاجزانہ درخواست صفحہ ب)

اس قسم کی تحریریں کسی مجبوری یا مصلحت کے تحت نہیں ہو سکتیں۔ مرزا صاحب کی ساری نبوت انگریزوں کے حکم سے چلتی تھی۔

سوال:

انگریزوں کی اطاعت صرف دنیوی امور کے لئے ہوسکتی تھی دینی کاموں میں انگریزی حکومت کا کیا دخل ہوسکتا ہے؟

جواب:

مذکورہ بالا عاجزانہ درخواست کی یہ عبارت بھی دیکھ لیجئے۔

"یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلادے جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کر سکے۔"

(عاجزانہ درخواست صفحہ د)

پیغمبروں کے معجزے بھی گورنمنٹ کے حکم سے ظاہر ہوں تو پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انگریزوں کی اطاعت صرف دنیوی امور کے لئے تھی۔

سوال:

کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ یہی ہو کہ حکومت وقت کی اطاعت فرض ہے، خواہ وہ غیر مسلم ہی ہو اور اسی لئے وہ انگریزوں کی حمایت کرتے ہوں، یہ نہیں کہ وہ انگریزوں کے پولیٹیکل ایجنٹ ہوں؟

جواب:

اگر ایسا ہوتا جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو مرزا صاحب کا انگریزوں کی حمایت کا دائرہ صرف ہندوستان یا افریقہ میں ہوتا۔ مگر امر واقع یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اسلامی ممالک میں بھی انگریزوں کے حق میں زبردست پراپیگنڈہ کیا اور عالمی سطح پر انگریزوں کی حمایت کی تبلیغ کرتے رہے۔ انہوں نے اس تبلیغ کے مشن دوسرے ممالک میں بھی قائم کر رکھے تھے۔

لیجئے، مرزا غلام احمد نے خود لکھا ہے:

"بیس برس کی مدت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی، عربی، اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں۔ یہ کتابیں ہیں جو میں نے

اِس ملک اور عرب وشام اور فارس اور مصر وغیرہ ممالک میں شائع کی ہیں۔"
(عاجزانہ درخواست)

ان تصریحات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ مرزا غلام احمد کی سرکار انگریزی کی خدمات صرف اس لئے نہ تھیں کہ وہ انگریزوں کو اپنا "اولی الامر" سمجھتے تھے اور حکومتِ وقت کی اطاعت فرض سمجھتے تھے۔ بلکہ انہیں انگریزوں کے ایک پولیٹیکل ایجنٹ کے طور پر تمام دنیا میں برطانوی مفادات کی حفاظت کرنا ہوتی تھی۔

سوال:

آخر دور میں جس مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے، اس کی بڑی نشانی کیا ہوگی؟ تا کہ اس کے بارے میں کسی قسم کا کوئی تردد نہ رہے۔

جواب:

اس کی بڑی علامت یہ ہوگی کہ اس کے آنے پر جنگوں کا خاتمہ ہوجائے گا، ظلم باقی نہ رہے گا۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پئیں گے۔ کفر دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ جب کفر ہی دنیا سے جاتا رہے تو جہاد کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔

صحیح بخاری میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے...... ویضع الحرب...... اور وہ جنگوں کا خاتمہ کرے گا۔

یہ دیکھئے! مرزا صاحب کی کتاب "تحفہ گولڑویہ" ہمارے پاس موجود ہے۔ شاعرِ قادیان لکھتے ہیں:

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید الکونین مصطفیٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التواء
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

مرزا غلام احمد اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا رہا، اس کی جماعت کے دونوں گروپ قادیانی اور لاہوری اسے مسیح موعود مانتے ہیں، کیا مرزا صاحب کے آنے پر لڑائیاں ختم ہو گئیں؟ کیا دنیا کے ایسے حالات ہو گئے کہ سب قومیں شیر وشکر ہو جائیں اور شیر و بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پئیں۔

ستم ظریفی دیکھئے کہ دنیا کی بڑی بڑی جنگیں اسی فرضی مسیح موعود کے آنے کے بعد ہی لڑی گئیں۔ مرزا صاحب کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی اور ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم۔ پاکستان اور ہندوستان میں بھی دو دفعہ جنگ ہو چکی ہے۔ قادیان سے ربوہ کی طرف اور ربوہ سے قادیان کی طرف بم جاتے رہے۔ مصر اور اسرائیل کے مابین بھی دو دفعہ جنگ ہوئی۔ مسیح موعود پر جنگوں کے خاتمے کا کیا عجب نشان ہے؟ کچھ تو سوچو!

سوال:

مسیح موعود کی اور کوئی نمایاں علامت کیا ہوگی، جس کے عالمی اثرات ہوں اور ہر کوئی انہیں دیکھ سکے؟

جواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے پر یہود و نصاریٰ کی شوکت جاتی رہے گی۔ مرزا غلام احمد کے آنے پر یہودیوں کی شوکت مزید قائم ہوئی، پہلے ان کی کہیں حکومت نہ تھی، اب ان کی باقاعدہ سلطنت قائم ہوئی۔ امریکہ جس کا سرکاری مذہب عیسائی ہے، وہ ایک عالمی طاقت بن گیا اور سوائے برطانیہ کے جسے مرزا صاحب خدا کا سایۂ رحمت کہتے رہے، ہر عیسائی قوت پہلے سے مضبوط ہو گئی۔ یہود و نصاریٰ میں اتحاد ہو گیا۔

یہ حالات بتا رہے ہیں کہ ابھی مسیح بن مریم علیہ السلام نہیں آئے، ان کے آنے پر دونوں قوموں کا خاتمہ ہو جائے گا اور دونوں قومیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائیں گی۔

سوال:

یہ کہاں لکھا ہے کہ دونوں قومیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گی؟

جواب:

قرآن کریم میں لکھا ہے:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (سورۃ النساء)

یعنی "اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لے آئے گا۔"

سوال:

اس کے علاوہ مسیح موعود کے آنے کا نشان کیا ہوگا؟

جواب:

مسیح موعود کے آنے پر دنیا میں مکمل امن وامان ہو جائے گا۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ عدالتوں میں کیس نہیں جائیں گے اور دُنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ بچے سانپوں سے کھیلیں گے اور وہ انہیں نہ ڈسیں گے۔

مرزا غلام احمد خود بھی لکھتے ہیں، یہ ہے تحفہ گولڑویہ، دیکھئے:

پیویں گے ایک گھاٹ پر شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا، نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

سوال:

مسیح کی اور کھلی پہچان کیا ہوگی؟

جواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو حج ضرور کریں گے، یہ نہیں ہوگا کہ وہ حرم شریف حاضر نہ ہو سکیں اور مکہ آنے پر اپنے آپ کو خطرے میں سمجھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ وہ فج روحاء کے مقام سے حج یا عمرہ کا احرام باندھیں گے، یا دونوں احرام باندھیں گے، یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

سوال:

مرزا غلام احمد نے کتنے حج کیے تھے؟

جواب:

مرزا غلام احمد نے ایک حج یا ایک عمرہ بھی نہ کیا، جب بھی کہا جاتا کہ تم حج کیوں نہیں کرتے، تم کیسے مسیح ہو؟ تو مرزا صاحب کہتے کہ وہاں اسلامی حکومت ہے، وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے، اس لئے میں حج کے لئے نہیں جا سکتا۔

سوال:

قرآن شریف میں مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ اے اولادِ آدم! تم میں پیغمبر آتے رہیں گے، تم ان کی سننا اور انہیں ماننا۔

جواب:

نہیں، ہم مسلمانوں کو کہیں نہیں بتلایا گیا کہ تم میں انبیاء آتے رہیں گے۔ قرآن کریم میں ایک پچھلی بات نقل کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو زمین پر بھیجا تو ان کی اولاد کو بشارت دی گئی کہ تم میں انبیاء آتے رہیں گے، یہ اس وقت کی حکایت ہے۔
قرآن کریم کی سورۃ البقرہ میں اسے نبوت کے بجائے ہدایت کہا گیا ہے:

......اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى......

اور سورۃ اعراف میں......یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ......کے الفاظ ہیں۔ سیاق و سباق بتلاتا ہے کہ یہ سب اس وقت کی حکایت ہے۔

سوال:

تو پھر اسے قرآن شریف میں کیوں لایا گیا ہے، یہ تو پچھلی بات تھی؟

جواب:

تو کیا قرآن شریف میں پچھلی باتیں نہیں ہیں؟ وہ کیوں لائی گئیں، فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا اور ابلیس نے انکار کیا، کیا یہ پچھلی بات نہ تھی؟ کیا یہ قرآن میں موجود نہیں؟ اس طرح سینکڑوں پچھلے واقعات قرآن کریم میں منقول ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اس اُمت کو کوئی حکم دیتے

ہیں تو قرآن پاک کا اسلوب بیان...... یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... ہوتا ہے۔ سب لوگ مخاطب ہوں تو...... یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ...... سے خطاب ہوتا ہے۔ ابتدائی دور میں کوئی بات کہی گئی ہے ......یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ...... سے شروع ہوتی ہے، یہ اس دور کی حکایت ہوتی ہے۔

سوال:

حضور ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی تو اب اس کی جگہ کون سا روحانی مقام ہے جو کسی انسان کو مل سکتا ہے؟

جواب:

ختم نبوت کے بعد بھی خدا سے ہمکلامی کی کھڑکی کھلی ہے۔ یہ ولایت تامہ ہے جسے محدثیت کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدثیت کا مقام پا کر ولایت تامہ پر فائز تھے۔ خدا ان سے کلام کرتا تھا۔ مگر وہ نبی نہ تھے، محدث تھے۔ نبوت اور محدثیت کے درمیان غیر تشریعی نبوت کوئی درجہ ہوتا تو حضور ﷺ اسے ضرور بیان فرماتے۔ آپ ﷺ نے ختم نبوت کا اعلان فرمایا تو خلافت کو اس کے قائم مقام بتلایا اور اس خلافت پر واقعی وہ لوگ آئے جو خدا سے ہم کلامی کا شرف پاتے تھے، وہ نبی اکرم ﷺ کے جانشین تھے۔

یہ دیکھو! مرزا غلام احمد قادیانی بھی لکھتا ہے:

> ''بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لئے شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔'' (شہادۃ القرآن صفحہ ۲۸)

سوال:

نبی اور محدث میں فرق کن کن باتوں میں ہے، محدث کو بھی نبی کہہ دیا جائے تو کیا حرج ہے، نام بدلنے سے کیا ہوتا ہے اگر کام وہی رہے؟

جواب:

1)...... نبی اپنے منصب کا مدعی ہوتا ہے۔ لوگوں کو اپنے اس منصب کے تسلیم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ محدث اپنے اس درجے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ نہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کا محدث ہونا تسلیم کریں۔

2)...... نبی کا ماننا فرض ہے، منکر اس کا کافر ہے۔ محدث کو ماننا فرض نہیں اور اس کے محدث ہونے کا منکر کافر نہیں۔ ہاں! پیغمبر کسی کو محدث کہہ دے تو اسے ماننا ضروری ہو جاتا ہے اور یہ بھی اس لئے کہ نبی نے بتلایا ہے اور نبی کی بات ماننی فرض ہے۔

3)...... قبر میں یا آخرت میں کسی سے نہ پوچھا جائے گا کہ تیرے وقت میں محدث کون کون تھا، ہاں یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ تیرا نبی کون ہے؟

4)...... انبیاء سے اُمتوں اور جماعتوں کا سلسلہ قائم ہوتا ہے۔ لیکن محدث باقی اُمت سے علیحدہ کوئی سلسلہ قائم نہیں کرتے۔ ان کو قانونی طور پر کوئی حقیقت حاصل نہیں ہوتی۔ مرزا غلام احمد کی یہ بات درست نہیں کہ شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔ ہاں! یوں کہہ سکتے ہیں کہ حکمت ایزدی یوں ہوئی کہ انبیاء کے بعد محدث خدا سے شرف ہم کلامی پائیں۔

5)...... نبی کی بات قانونی درجہ رکھتی ہے۔ اس پر اسلام کا عمل اور فقہ مرتب ہوتا ہے۔ محدث سے خدا کی بات کسی تشریعی اور قانون سے متعلق نہیں ہوتی۔ اسرار و حکم پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسے قانونی درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نماز کی حالت میں جنگ کے نقشے کھولے جاتے تھے تو یہ بات اسرار خداوندی میں سے تھی، اسے اسلام میں قانون کا درجہ حاصل نہیں ہوگا۔

سوال:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ کیا ایمان کا جزو ہے یا اسے محض ایک قیامت کی علامت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے؟

جواب:

یہ عقیدہ ایمانیات میں سے ہے۔

صحیح مسلم میں نزول عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی روایت کتاب الایمان میں لکھی گئی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محدثین اسے ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی علاماتِ قیامت میں سے ہے، لیکن اِس پر

ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

سوال:

نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی روایت خبر واحدہ ہے یا خبر متواتر ہے، جس پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب:

نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی روایت خبر متواتر ہے۔ ہر دور میں اسے اتنے راویوں نے روایت کیا ہے کہ اس میں جھوٹ کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔ دیوبند کے جلیل القدر محدث مولانا انور شاہ صاحب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی تقریباً تمام روایات ''التصریح بما تواتر نزول المسیح'' میں جمع کردی ہیں۔ جن کا حاصل تواتر اور یقین ہے۔

سوال:

ان آیات میں کہیں یہ ثابت ہے کہ وہی مسیح ناصری دوبارہ تشریف لائیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوگزرے ہیں اور جنہیں انجیل دی گئی تھی؟

جواب:

ہاں! وہی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قرب قیامت میں تشریف لائیں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی ہوگزرے ہیں۔ انہی کے نزول پر اُمت کا اجماع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا...... لم یکن بینی وبینہ نبی ......یعنی میرے اور اس کے مابین اور کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور پھر فرمایا...... وانہ نازل ...... اسی نے نازل ہونا ہے۔ مثیلِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ غلط ہے اور ایک علیحدہ بات ہے، اپنے لئے راہ بنانے کی ایک غلط کوشش ہے۔

سوال:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ آئیں گے تو نبی ہوں گے یا اُمتی ہوں گے؟

جواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، اللہ تعالیٰ کسی کو نبوت دے کر اس سے چھینتے نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی دوسری آمد میں بھی نبی ہوں گے۔ لیکن ان کی نبوت یہاں نافذ نہ

ہوگی، نہ ان کی شریعت کا کوئی حکم یہاں چلے گا۔ یہ دَور، دَورِ محمدی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُمّتی ہوکر آئیں گے۔ دن کے وقت چراغ روشن ہو، وہ چراغ تو ہوگا لیکن اس کی روشنی نافذ نہ ہوگی، ضیائے آفتاب کے سامنے اس کی روشنی کا نفوذ کیسے ہوسکے گا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی آمدِ ثانی میں نبی تو ہوں گے لیکن نہ نبی کی حیثیت سے پیش ہوں گے، نہ اُمّتی نبی کی حیثیت سے۔ بلکہ محض اُمّتی ہوکر آئیں گے، کہیں نبی ہونے کا دعویٰ نہ کریں گے۔

سوال:

اگر وہ اُمّتی ہوکر آئیں گے اور قرآن وحدیث کے مطابق عمل کریں گے تو قرآن و حدیث کی تعلیم کہاں سے پائیں گے؟

جواب:

جہاں سے انہوں نے تورات وانجیل کی تعلیم پائی، وہیں سے انہیں کتاب وسنت کی تعلیم ملے گی۔ ان کی والدہ حضرت مریم کو پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ ان کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے کتاب وسنت اور تورات وانجیل چاروں کی تعلیم دیں گے۔

سوال:

قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہے؟

جواب:

تیسرے پارے میں سورۃ آلِ عمران میں لکھا ہے:

......وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ......

(اور سکھائے گا اللہ اسے کتاب وسنت اور تورات وانجیل، اور وہ رسول ہوگا، صرف بنی اسرائیل کی طرف) قرآن کریم کے محاورے میں کتاب وحکمت سے مراد قرآن وحدیث ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ الفاظ کئی جگہ انہی معنوں میں آئے ہیں۔

سوال:

نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ آپ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم پر اپنی یہ نعمت ختم کیوں کردی۔ اولادِ آدم نے کیا غلطی کی کہ یہ سلسلہ بند ہوگیا؟ احمدی اس

سلسلے کو جاری سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی نعمتیں بند نہیں ہوا کرتیں۔

جواب:

آپ ان قادیانیوں سے پوچھیں کہ تشریعی نبوت (جس میں پیغمبر نئی شریعت لے کر آتے ہیں) وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی یا نہ؟

اگر واقعی نعمت تھی تو اولادِ آدم نے کیا غلطی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کو ان پر ختم کر دیا؟

قادیانی بھی تو تشریعی نبوت کو حضور ﷺ پر ختم مانتے ہیں۔ جو جواب ان کا ہوگا، وہی جواب آپ ہماری طرف سے سمجھ لیں کہ نبوت اللہ کی نعمت ہے تو یہ سلسلہ بند کیوں ہو گیا؟

بات دراصل یہ ہے کہ نبوت کا ملنا اور بات ہے اور نبوت اور چیز ہے، جو نعمت ہے وہ نبوت ہے۔ نبوت کا ملنا ختم ہوا ہے، نبوت ختم نہیں ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ کی نبوت قیامت تک باقی ہے اور اللہ نے اولادِ آدم پر اپنی یہ نعمت ختم نہیں کی۔ جو چیز ختم ہوئی وہ نبوت کا ملنا ہے، نبوت نہیں۔ حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبوت ملے گی نہیں "لا نبی بعد" کے معنی محدثین یہی بیان کرتے ہیں ...... لا یحدث نبی بعدی ...... یعنی میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

سوال:

پہلے پیغمبروں کے بعد جب نبی آتے رہے تو حضرت محمد ﷺ کے بعد کیوں ان کی ضرورت نہیں؟

جواب:

پہلے پیغمبروں کی شریعت ابدی نہ تھی۔ یعنی ہمیشہ رہنے والی نہ تھی۔ اس کی حفاظت کوئی آسمانی وعدہ نہ تھا۔ تورات کی حفاظت کے ذمہ دار ان کے علماء تھے اور وہی تورات کے نگران تھے۔ خدا تعالیٰ نے پچھلی کتابوں کی حفاظت اپنے ذمہ نہ لی تھی۔ علماء بنی اسرائیل نے جب اپنی ذمہ داریوں کو ڈھیلا کر لیا تو آسمانی کتابیں تحریف کا شکار ہو گئیں، لوگ اپنے ہاتھوں باتیں لکھ کر کہہ دیتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔

پس ضرورت تھی کہ تورات کے بعد ان انبیاء کی آمد باقی رہتی جو تحریفات دین کو رد

کر کے صحیح تعلیمات سماویہ کی نصرت کرتے۔ لیکن قرآن کریم کی ابدی حفاظت خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ قرآن کریم اپنی عبارت اور اپنے مفہوم و معنیٰ کے لحاظ سے ہمیشہ تک کے لئے محفوظ ہے۔ پس آپ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہ تھی، آپ ہی قیامت تک کے لئے پیغمبر قرار پائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں۔

سوال:

جو پیغمبر نئی شریعت نہ لاتے تھے، پہلی شریعتوں کے تابع ہوتے تھے، ان کا بڑا کام کیا ہوتا تھا؟

جواب:

وہ اپنی قوم میں شریعت کے احکام بیان کرتے، جو ان میں ملاوٹ ہوتی اسے دور کرتے اور شریعت کے فیصلے نافذ کرتے، قوم کی سیاسی اور عملی رہنمائی ان کے ذمہ تھی۔

سوال:

یہ تو درست ہے کہ وہ احکام شریعت بیان کرتے ہوں گے لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ ان احکام کو نافذ کرتے تھے، سیاست تو انبیاء کا کام نہیں؟

جواب:

قرآن مجید میں ہے کہ:

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ (سورۃ المائدۃ :۴۴)

ترجمہ: ''ہم نے تورات اُتاری جس میں ہدایت اور نور تھا، بعد کے نبی اس کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فیصلے دینے کے اختیارات رکھتے تھے اور اصحاب اقتدار تھے۔ حضور پاک ﷺ نے ایک حدیث میں ان کے اس کام کو سیاست کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

...... کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء......

یعنی ''بنی اسرائیل کا نظام انبیاء ہی چلاتے تھے۔''

یہاں نظام چلانے کو لفظ سیاست سے ذکر کیا ہے، یہ حدیث پختہ اور صحیح ہے۔

سوال:

کیا کسی حدیث سے ثابت ہے کہ اس قسم کے ماتحت نبی بھی حضور ﷺ کے بعد نہ آئیں گے؟

جواب:

ہاں! یہ حدیث میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے کہ قوم اسرائیل کا نظام انبیاء ہی چلاتے رہے۔ اسی مضمون کے آگے حضور ﷺ نے فرمایا...... لکن لا نبی بعدی ...... جس کا واضح معنیٰ یہ ہے کہ میرے بعد اس قسم کے پیغمبر بھی نہیں آئیں گے، جو میری شریعت کے تابع ہو کر کام کریں یہ استدراک اسی مضمون سے ہے۔ جو پہلے بیان ہو رہا ہے۔ پس ......لا نبی بعدی ...... کا یہی معنی نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی میرے بعد نہ آئیں گے۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام جیسے غیر تشریعی نبی بھی میرے بعد ہرگز نہ آئیں گے۔

سوال:

کیا یہ درست ہے کہ سچے خواب آنا بھی نبوت کی ایک قسم ہے اور یہ قسم جاری ہے تو نبوت ہر طرح سے ختم نہ ہوئی، ایک قسم پھر بھی تو جاری رہی؟

جواب:

سچے خواب آنا نبوت کی کوئی قسم نہیں اور حضور ﷺ کے بعد نبوت کی کوئی قسم جاری نہیں۔ ہاں سچے بشارتی خواب نبوت کا ایک جزو ہیں لیکن وہ نبوت کی کوئی قسم نہیں ہوتے۔ حدیث میں صاف لفظوں میں مبشرات کو جزو کہا ہے۔ پس یہ نبوت کی کوئی قسم نہیں۔ سالن میں نمک اچار کی جزو ہے لیکن اچار کی کوئی قسم نہیں۔ سالن میں نمک کم ہو تو کوئی نہیں کہتا کہ اچار کم ہے۔ نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ اچار پہاڑوں سے نکلتا ہے، حالانکہ نمک پہاڑوں سے نکلتا ہے۔

سوال:

اسلام میں وہ کون سا معیار ہے جس کے مطابق ہم کسی کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ

کر سکیں؟ کیا درست نہ ہوگا کہ جس کے ظاہری اعمال مسلمانوں جیسے ہوں اسے ہم مسلمان سمجھیں؟

جواب:

کسی کے مسلمان ہونے کا فیصلہ اس کے اعمال سے نہیں بلکہ اس کے عقیدہ کی رُو سے کرنا چاہئے۔ اعمال عقائد کے تابع ہیں۔

اسلام کیا ہے؟

حضور اکرم ﷺ کو خدا کا رسول برحق مان کر آپ ﷺ کی تمام تعلیمات کو برحق تسلیم کرنا اور ان میں سے کسی کا انکار نہ کرنا اسلام ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک بات کا انکار بھی کفر ہے۔ اسلام کے لئے تو سب کا اقرار ضروری ہے، لیکن کفر کے لئے سب کا انکار ضروری نہیں ہے۔ اسلام کی کسی ایک یقینی بات کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔

اسلام کا یہی معیار ہے جس پر کسی کے عقائد پرکھ کر اس کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ قادیانی اس اصول پر اسلام سے خارج ہیں کہ وہ حضور ﷺ کو رسول برحق مان کر آپ کی قطعی الثبوت تعلیم کا انکار کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی سچا نبی پیدا نہ ہوگا۔ اس بات کا انکار اسلام کا انکار ہے اور حضور ﷺ کی ہر بات میں سچا ہونے کا انکار ہے۔ غور کیا جائے تو یہ دراصل حضور ﷺ کی نبوت کا ہی انکار ہے۔ اسلام کے قطعی عقیدہ ختم نبوت کے یہ لوگ (قادیانی) منکر ہیں۔

سوال:

احمدی تو کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔

جواب:

اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ جس طرح قطعی الثبوت ہے کہ اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں، اسی طرح یہ قطعی الدلالت بھی ہے کہ اس کے معنی میں بھی کوئی شک نہیں۔ مسلمان اس کے اس معنی پر ایمان رکھتے ہیں جو اُمت چودہ سو سال سے یقینی طور پر معتبر مانتی چلی آئی ہے۔ اور قادیانی اس معنی کے منکر ہیں اور ایک نئے معنی تجویز کرتے ہیں۔ پس وہ ہرگز ختم نبوت پر ایمان نہیں

رکھتے۔ کیونکہ وہ اس کے ان معنوں کو تسلیم نہیں کرتے جن کا اُمت نے آج تک یقینی در سبے مل اعتبار کیا ہے۔

سوال :

کیا آپ اس اصول پر مولانا محمد قاسم نانوتوی کو جو کہ مدرسہ عربی دیوبند کے بانی تھے، کافر مانتے ہیں، انہوں نے بھی تو ختم نبوت کے ایک نئے معنی بیان کئے ہیں؟

جواب :

• انہوں نے ختم نبوت کا ایک معنٰی تو بیان کیا ہے لیکن پہلے مسلّمہ معنوں کا انکار نہیں کیا۔ پس جب تک ان معنی کا انکار نہ ہو، کفر لازم نہ آئے گا۔

ختم نبوت کے نئے معنی اس طرح کرنا کہ پہلے معنی کا انکار ہو جائے بے شک کافر ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت مرتبی پر روشنی ڈالی ہے لیکن ختم نبوت زمانی کو بھی اسلامی عقیدہ کے لئے ضرور قرار دیا ہے۔

ختم نبوت مرتبی کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتب رسالت اور کمالات ختم نبوت ختم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات میں کوئی آگے نہیں اور ختم نبوت زمانی مع شئی زائد کا بیان ہے، ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں۔ صرف ختم نبوت زمانی ان کے نزدیک صرف عوام کا خیال ہے۔ لیکن عوام اپنے اس عقیدہ میں گمراہ ہرگز نہیں، کیونکہ وہ ختم نبوت کے مسلمہ معنوں کا بہرحال اقرار کر رہے ہیں۔ ہاں! محققین اس کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کو بھی لازم کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ عوام کے عقائد غلط ہیں۔ البتہ یہ بات کہ صرف ختم نبوت زمانی ہی مانی جائے درست نہیں۔ اس کے ساتھ آپ پر کمالات نبوت کا ختم ہونا بھی تسلیم کرنا چاہئے اور ختم نبوت مرتبی اور زمانی دونوں پر عقیدہ رکھنا چاہئے۔

قادیانی لوگ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت لئے پھرتے ہیں، وہ ختم نبوت مرتبی کے بیان میں ہے اور ختم نبوت زمانی کے بیان میں نہیں ہے۔

سوال :

مسلمان ہونے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں کا تسلیم کرنا شرط ہے۔ صرف آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کافی نہیں، یہ کہاں لکھا ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے؟

جواب:

لیجئے یہ قرآن کریم سورۃ النساء میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

...... فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ......

''تیرے رب کی قسم وہ کبھی مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک تجھے اپنے ہر اختلاف میں حَکَم نہ مان لیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حَتّٰى يُؤْمِنُوْا بِيْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ

یعنی لوگ اس وقت تک واجبِ قتال ہیں جب تک وہ مجھ پر اور میری سب تعلیمات پر ایمان نہ لے آئیں۔

قرآن و حدیث کا یہ فیصلہ بہت واضح ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔ جہاں تک فقہ کا تعلق ہے، امام محمد (۱۸۹ھ) کی عبارت بھی بہت واضح ہے، فرماتے ہیں:

مَنْ اَنْكَرَ شَيْئًا مِنْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ فَقَدْ اَبْطَلَ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

یعنی جس نے اسلام کی ایک بنیادی بات کا انکار کر دیا، اس نے اپنے کلمہ پڑھنے کو ضائع کر دیا۔ وہ اب حکماً کلمہ گو نہیں رہا اور مسلمان نہیں ہے۔ گو زبان سے کلمۂ اسلام کا دعویٰ کرے۔

سوال:

مذہب کا معاملہ خدا اور بندے کے مابین ایک رابطہ ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کون مانتا ہے اور کون نہیں، دوسروں کو کیسے حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی کے دل کی بات کریں اور اس کے کفر و اسلام کا فیصلہ کریں؟

جواب:

یہ صحیح ہے کہ مذہب خدا اور بندے کے درمیان ایک تعلق کا نام ہے۔ لیکن جب کوئی شخص

اپنے اندر کی بات زبان یا عمل سے کھول دے اور بار بار اپنے عقائد ونظریات بیان کرے اور دوسرا اس کی بات کا یقین کرلے، اسے ایسا ہی سمجھ لے تو اِس میں اُس کا کیا جرم۔ ہم کسی کو ہندو مانتے ہیں تو اس کے اسی اظہار پر، کسی کو عیسائی سمجھتے ہیں تو اس کے اسی اظہار پر، اب اگر قادیانیوں کو ہم اُن کے اسی اظہار پر کہ ان کا عقیدہ ختم نبوت پر کیا ہے، ان کو غیر مسلم قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے اندر ایمان نہیں، تو یہ کون سا جرم ہے۔ قادیانی آج کہہ دیں کہ ان کے دل میں ختم نبوت کا وہی مفہوم ہے جو عام علماء اسلام کا عقیدہ ہے اور مرزا غلام احمد کو وہ اس کے دعویٰ نبوت پر کذاب سمجھتے ہیں تو وہ اس دلی ترجمانی پر پھر مسلمان سمجھے جا سکتے ہیں۔

دل کی بات جب زبان یا عمل سے ظاہر ہو جائے تو اس پر اس کے عقیدے کا فیصلہ کرنا غلط نہیں ہوتا۔

سوال:

یہ حق علماء کو پہنچتا ہے، وہ علم رکھتے ہیں اور کسی کے عقیدے کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اسمبلی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی کے عقیدے کا فیصلہ کرے اور کسی گروہ کو غیر مسلم قرار دے؟

جواب:

اسمبلی عوام کی نمائندہ ہوتی ہے۔ عوام اپنے دینی اور اعتقادی امور میں اپنے علماء کی پیروی کرتے ہیں۔ اگر ان کی اسمبلی اپنے علماء کے علم اور فیصلے پر اعتماد کرتے ہوئے کسی گروہ کے غیر مسلم ہونے کا فیصلہ کردے تو اس اسمبلی نے اپنے عوام کی صحیح نمائندگی کی، یہ فیصلہ علم پر مبنی سمجھا جائے گا، عوام کا فیصلہ نہ ہوگا۔ عوام صرف اپنے علماء کے فیصلہ کو اپنانے والے ہیں اور ان کے نمائندے اسے منوانے والے ہیں اور ملکی قانون میں اسے چلانے والے ہیں۔ فیصلہ خدا اور رسول کا ہی ہے کہ کون مومن ہے اور کون کافر۔

خدا نے اپنی کتاب میں، حضور ﷺ نے اپنے ارشاد میں اور اسلام کے علماء قانون نے اسے بیان کر دیا ہے۔

ہر ملک کے دستور میں وہاں کے مذاہب اور اقلیتوں کا ذکر ہوتا ہے، ان کے حقوق اور تحفظات مذکور ہوتے ہیں، جب وہ ملک کا ایک حصہ ہیں تو ان کے امور کی تعیین اور ان کے

عقیدے کی تفصیل کوئی بُری بات نہیں۔ ہر راستباز اور صادق کو یہ حقیقت کھلے دل سے قبول کرنی چاہئے۔

(ایک صاحب نے پوچھا کہ موجود محرف بائبل میں حضور پاک ﷺ کی بشارت ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اثبات میں دیا گیا کہ موجودہ بائبل میں حضور پاک ﷺ کا اسمِ گرامی مذکور نہیں لیکن بہت صفات اور حالات ایسے مذکور ہیں جو صرف حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی پر ہی پورے اُترتے ہیں)

سوال:

تو پھر الزامات کی بناء پر اختلاف کرنے والے ایک دوسرے کو کافر کیوں کہتے ہیں؟

جواب:

وہ صرف الزاماً کافر کہتے ہیں، تحقیقاً نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو حقیقتاً کافر ہیں، ان کے مقابلہ میں یہ سب ایک ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ ایک امر واقع نہیں؟

پاکستان کی پہلی تحریک ختم نبوت میں سب فرقوں نے مولانا ابوالحسنات بریلوی کو اور دوسری تحریک ختم نبوت میں سب نے محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری دامت برکاتہم کو اپنا قائد بنایا ہوا تھا۔ حالانکہ بریلوی اور دیوبندی دونوں ایک دوسرے پر الزام لگاتے تھے کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ مگر دونوں کو یہ بھی پتہ تھا کہ یہ ایک الزام ہے، اختلاف نہیں، کیونکہ علماء دیوبند ختم نبوت زمانی کے منکر کو برملا کافر کہتے تھے۔

سوال:

کیا ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ محض الزاماً دوسروں کو کافر کہتے ہیں، حقیقتاً نہیں کافر نہیں سمجھتے؟

جواب:

پاکستان اور ہندوستان میں علماء دیوبند اور بریلویوں کے درمیان خوب معرکۃ الآرائی رہی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ دیوبندی بریلوی کے مابین آج تک کوئی نکاح اختلاف عقیدہ کی وجہ سے کسی عدالت میں فسخ نہیں ہوا۔ نمازِ جنازہ، تعزیت اور ایصالِ ثواب میں لوگ ایک دوسرے

کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں لیکن مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان نکاح نہ صرف پاکستان کی عدالتوں میں فسخ ہوئے بلکہ متحدہ ہندوستان میں بھی جبکہ وہاں انگریزوں کی حکومت تھی اور وہ قادیانیوں کے مربی اور سرپرست تھے، ایسے نکاح فسخ ہوتے رہے، کیونکہ یہاں حقیقی طور پر کفر و اسلام کا فاصلہ تھا۔ اس مختلف طرزِ عمل سے پتہ چلتا ہے کہ ایک تکفیر محض الزاماً ہے جو کبھی بروئے کار نہ آسکی، نہ کسی عدالت میں اپنا آپ منوا سکی اور دوسری تکفیر تحقیقاً تھی، جس کا ہر اپنے پرائے کو اقرار کرنا پڑا۔

سوال:

احمدیوں سے ہمارا اختلاف حقیقی ہے، یہ سمجھ میں آ گیا۔ لیکن ان کی لاہوری جماعت سے ہمارا کیا اختلاف ہے؟ کیا یہ محض الزامی اختلاف نہیں کہ ہم تو ان پر انکارِ ختمِ نبوت کا دعویٰ کریں اور وہ خود اس کا انکار کریں؟

جواب:

مرزائیوں کی لاہوری جماعت سے ہمارا اختلاف گو ختم نبوت کے موضوع پر نہ ہو لیکن ہمارا ان سے مسیح موعود کے موضوع پر اختلاف یقیناً حقیقی ہے۔ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود نہیں اور لاہوری یقینی طور پر مرزا غلام احمد کو مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ یہ اختلاف حقیقی ہو گیا، محض الزامی نہ رہا۔ ہمارے اس یقین کی بنیاد پر قرآن کریم، احادیث متواترہ اور چودہ سو سال کا فہم اُمت ہے۔ لاہوری مرزائی ہم سے اس مسئلے میں اختلاف کر کے آنحضرت ﷺ کی ان تعلیمات کا یقینی انکار کر رہے ہیں جو آپ نے نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں اُمت کو دی ہیں۔ اب ان کے انکار کو محض خطا یا فروعی اختلاف نہیں جا سکتا، بلکہ یہ تکذیب پیغمبر کو لازم ہے۔

پس جس طرح قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اس طرح ان کا لاہوری گروپ بھی یقیناً اسلام سے باہر ہے۔ اس موضوع پر ہمارا ایک مستقل فتویٰ چھپ چکا ہے، جسے ووکنگ (لندن) کے مسلمانوں نے شائع کیا ہے، آپ اسے دیکھ سکتے ہیں۔

سوال:

کیا یہ درست ہے کہ اس امت میں ہر سو سال کے بعد ایک مجدد پیدا ہوتا ہے؟

جواب:

ہاں حدیث میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ بھیجتے ہیں جو دین کی تجدید کرتے ہیں اور غیر دین کی جو باتیں دین میں شامل کر لی گئی ہوں، ان سے دین کو پاک کرتے ہیں۔ لیکن یہ تصریح کہیں نہیں کہ ایک صدی میں صرف ایک ہی مجدد ہوتا ہے۔ ایک صدی میں کئی مجدد بھی آ سکتے ہیں۔

سوال:

لوگوں کے لئے کیا یہ جاننا ضروری ہے کہ فلاں صدی کا مجدد فلاں تھا؟ آخرت میں کیا کسی سے یہ سوال ہوگا کہ فلاں صدی کا مجدد کون تھا؟ یا یہ کہ تم نے فلاں مجدد کو کیوں نہیں مانا؟

جواب:

نہیں۔ یہ جاننا ضروری نہیں۔ مجدد دین خدا کے نظامِ حکمت کے تحت اپنا کام کرتے ہیں۔ پبلک میں کوئی ان کی قانونی حیثیت نہیں ہوتی۔ نہ وہ اپنے ماننے کی کسی کو دعوت دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ فلاں بزرگ فلاں صدی کے مجدد ہیں، یہ بھی ٹھیک ہے اور کسی کو نہ بھی معلوم ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مجدد آ کر اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور ان کے کام کا نفع کسی نہ کسی اعتبار سے ہر فرد اُمت کو پہنچتا ہے، خواہ وہ انہیں جانتا بھی نہ ہو۔ مجدد دین کا یہ طریق عمل نہیں کہ وہ دوسروں کو اپنے جاننے یا ماننے کی دعوت دیں۔ جو ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں، وہ بڑی سعادت پاتے ہیں اور جو دور رہتے ہیں وہ بھی اسلام سے نہیں نکلتے۔ ملت کے برابر کے جز و رہتے ہیں۔

سوال:

گو ضروری نہ سہی لیکن کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ چودھویں صدی کا مجدد کون تھا؟ اور پندرھویں صدی جو شروع ہو رہی ہے، اس کا مجدد کون ہے؟

جواب:

دین کے کام کی مختلف جہات ہیں۔ چودھویں صدی میں دین کی تجدید ہر جہت سے ہوئی ہے۔ مسلمان کتنی جگہوں پر مقابرِ اولیاء کو سجدہ گاہ بنائے ہوئے ہیں اور خانقاہوں میں شرک و بدعت کس طرح سرایت کر جاتے ہیں۔ یہ بات اہل حق سے مخفی نہیں، ان حالات میں آپ حجاز

مقدس کے بارے میں کیا کچھ سوچ سکتے ہیں۔ ملک عبدالعزیز بن سعود رحمۃ اللہ کا یہ اس صدی کا تجدیدی کارنامہ ہے کہ اس نے مرکز اسلام کو ہر طرح کے شرک وبدعت سے پاک رکھا۔ اس دور میں حدودِ شریعت کا نفاذ اور پوری دنیا میں مبعوثین کی بعثت، کیا ایسے تجدیدی کارنامے نہیں جنہوں نے قرنِ اول کی یادتازہ کی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی اور روحانی فیض پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ مولانا مرحوم کی تصنیفات اور مواعظ سے ایک جہان کا جہان شرک و بدعت کی ظلمات سے محفوظ ہوا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکِ تبلیغ آج ایک عظیم عالمی تحریک بن چکی ہے جس سے لاکھوں انسانوں کی زندگیاں پھر اسلام کی طرف پلٹی ہیں۔ مجددین اپنے دعووں سے نہیں، کاموں سے پہچانے جاتے ہیں۔

سوال:

کیا ملک عبدالعزیز بن سعود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی مصنف نے مجددین میں شمار کیا ہے؟

جواب:

ہاں بہت سے مسلمان ہیں جو اِن ہستیوں کو چودھویں صدی کے مجددین سمجھتے ہیں۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی جو پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ تاثرات ظاہر فرما چکے ہیں اور ملک عبدالعزیز بن سعود رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ تذکرہ بہت کتابوں میں ملتا ہے۔

سوال:

مجدد کی حدیث خبر واحد ہے یا خبر متواتر، جس پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب:

یہ خبر واحد ہے جو سنن ابی داؤد میں مروی ہے۔ لیکن امت نے اسے بالاتفاق قبول کیا ہے اور دنیا نے اس کے شواہد دیکھے ہیں۔

سوال:

حضرت عیسیٰ اور مہدی ایک ہی شخص کا نام ہوگا یا ان ناموں اور اوصاف کے دو علیحدہ علیحدہ شخص ہوں گے؟

جواب:

دو علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہوں گی۔ امام مہدی اس اُمت میں پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ یہ وہی ابنِ مریم ہوں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی تھے اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر اُتریں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے۔

پہلی نماز میں حضرت مہدی امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن کی اقتدا کریں گے۔ یہ ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہونے کا نشان ہوگا۔

سوال:

کیا کسی حدیث میں آتا ہے:......لا مھدی الا عیسیٰ ......
یعنی نہیں ہے مہدی مگر عیسیٰ؟

جواب:

یہ حدیث صحیح نہیں، موضوع ہے۔
صحیح حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم ......

یعنی تمہارا کیا حال ہوگا جب مریم کا بیٹا تم میں اُترے گا اور اس وقت تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اس سے پتہ چلا کہ مہدی اور عیسیٰ دو علیحدہ علیحدہ فرد ہوں گے۔

یہ مرزا غلام احمد کا فتاویٰ احمدیہ میرے پاس ہے۔ اس کے حصہ اوّل کے صفحہ ۸۲ پر دیکھئے، حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود جو آنے والا ہے وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا۔

افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں اس حدیث میں ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھا کر دونوں شخصیتوں کو ایک کرنے کی پھر کوشش کی ہے۔ حالانکہ روایت......لا مھدی الا

عیسٰی......کو وہ خود بھی حاشیہ حمامۃ البشریٰ میں نا قابلِ اعتبار کہہ چکے تھے۔

سوال:

امام مہدی کے ظہور کی بڑی نشانی کیا ہوگی؟

جواب:

بڑی نشانی یہ ہوگی کہ وہ صاحب الامر ہوں گے، حاکم وقت ہوں گے، سیاست پر ان کا قبضہ ہوگا۔ وہ دنیا کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح پہلے یہ ظلم سے بھری ہوگی۔

جو شخص خود انگریزوں کے ماتحت ہو اور جس کو زندگی بھر ایک لمحہ کے لئے آزادی کی ہوا نہ لگی ہو، وہ مہدی کیسے ہوسکتا ہے؟ اور دنیا میں امن کیسے قائم کرسکتا ہے؟ کچھ تو سوچو!

سوال:

خدا نے اگر نبوت کو ختم فرمادیا ہے تو حضرت محمد ﷺ کے بعد اب انبیاء کا بدل کیا ہے، انبیاء کے بجائے کون ہوں گے؟

جواب:

حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت کی جگہ خلافت ہے۔ نبوت اور خلافت کے درمیان اگر غیر تشریعی نبوت کوئی درجہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ ختم نبوت کے اعلان کے ساتھ غیر تشریعی نبوت کو اس کے قائم مقام بتلاتے۔ مگر آپ ﷺ نے ختم نبوت کے اعلان کے ساتھ خلافت کو اس کے قائم مقام بتلایا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں لیکن خلفاء ہوں گے۔ تم پہلے اور دوسرے خلیفہ کے وفادار رہنا۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ ختم نبوت کے بعد غیر تشریعی نبوت کا کوئی سلسلہ جاری نہیں۔ حضور ﷺ نے ان انبیاء کا ذکر کرکے جو تورات کے تابع تھے، خود نئی شریعت نہ لائے تھے، اعلان فرمایا...... لا نبی بعدی ...... یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اب خلفاء ہوا کریں گے۔ اس سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد غیر تشریعی انبیاء جو قرآن کے تابع ہوکر نبوت کریں، ہرگز نہ ہوں گے بلکہ ان کے بجائے خلفاء ہوں گے

اور وہ راشدین ہوں گے۔ آخری دور میں بھی خلافت ہی ہوگی اور مہدی کی خلافت پر دنیا کا خاتمہ ہوگا۔

سوال:

حضرت رسول کریم ﷺ کے بعد اگر ہر طرح سے نبوت کا دروازہ بند ہے تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کیوں کہتی ہیں۔ ''یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔''؟

جواب:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اگر ایسا کہا تو اس لئے کہا کہ حضور ﷺ کے بعد ایک پچھلے نبی (عیسیٰ بن مریم علیہ السلام) کی آمد ثانی کا انکار نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات اسلام میں متواتر روایات سے ثابت ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ وہ چونکہ حضور ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں، اس لئے ان کے آنے سے ختم نبوت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ پچھلا نبی ایک کیا، سارے بھی آجائیں تو ختم نبوت کا اصول اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ معراج کی رات پچھلے سب انبیاء علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں آئے اور حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس کے باوجود سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

سوال:

بہر حال! یہ حدیث تو آخر موجود ہے یا نہ؟

جواب:

یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی معتبر سند سے ثابت نہیں۔ بے سند روایات پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ قادیانی اسے مجمع البحار کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔ یہ متاخر تالیف ہے اور اس میں اس کی کوئی تخریج بھی نہیں کہ انہوں نے کہاں سے لی اور اس کے آگے یہ بھی لکھا ہے:

...... ھذا ناظر الی نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ......

افسوس کہ قادیانی مولوی اسے اس کتاب سے نقل کرتے ہیں اور اس کی اگلی عبارت کو

وہیں چھوڑ دیتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے کہ مجمع البحار کا مصنف اس کے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔

تو کیا حضور پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد کوئی ایسا روحانی درجہ نہیں، جس میں انسان خدا سے ہم کلام ہو سکے۔ اس اُمت میں ولایت کا دروازہ کھلا ہے اور اولیاء کرام اس اُمت میں ہوتے آئے ہیں۔ اولیاء اللہ پر فرشتے بھی اترتے ہیں اور خدا بھی اُن سے ہم کلام ہوتا ہے۔ لیکن یہ پیغمبر نہیں ہوتے۔ نزولِ جبریل بہ پیرایۂ وحی ہمیشہ کے لئے بند ہے۔

ولایت کے بلند ترین درجے کو محدثیت کہتے ہیں اور جو اولیاء اس درجے کو پہنچتے ہیں انہیں محدث کہا جاتا ہے۔ ان سے اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ولایت تامہ کا یہ درجہ حاصل تھا۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ آپ روحانیت میں اتنے اونچے گئے کہ نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو آپ نبی ہوتے۔ اِس سے پتہ چلا کہ خلافت راشدہ نبوت کے قائم مقام ہے۔ غیر تشریعی نبوت اس اُمت میں کوئی درجہ نہیں۔

یہ دیکھو شہادۃ القرآن صفحہ ۲۸ پر ہے، مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> ''چونکہ ہمارے سید و رسول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لئے شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔''

سوال:

آپ احمدیوں کے لئے ہمیشہ قادیانی یا مرزائی کا لفظ استعمال کرتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ احمدی کے لفظ سے جان بوجھ کر گریز کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

جواب:

ہاں! ہم انہیں احمدی کہنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ انہیں احمدی کہنا اس الحاد اور تحریف قرآن کی تائید کرنا ہے جو مرزا غلام احمد نے اس لفظ کے بارے میں اختیار کی تھی۔ قرآن کریم کی رو سے احمد ہمارے نبی کریم ﷺ کا نام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے پہلے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور آئندہ آنے والے نبی ''احمد'' کی بشارت دی۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ احمد ہمارے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قرآن کریم پ ۲۸، سورۃ الصف میں ہے:

اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ○

ترجمہ: ''جب عیسیٰ، مریم کے بیٹے نے کہا اے بنی اسرائیل! میں بھیجا ہوا ہوں اللہ کا تمہاری طرف، تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی، جو مجھ سے آگے ہے اور خوشخبری دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔ پھر جب آیا ان کے پاس نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا محمد وانا احمد وانا العاقب (الحدیث)

''میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں عاقب ہوں۔''

اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی آنے والا نہ ہو۔ یہ روایت تواتر کے درجے تک پہنچی ہے۔ پس قرآن وحدیث کی رو سے احمد ہمارے نبی کا نام ہے اور احمدی ہم ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں۔

قادیانی کا نام تھا ''غلام احمد''۔ ''احمد'' اس کا نام نہ تھا۔ اس نے تحریف کر کے اپنا نام ''احمد'' رکھ لیا اور اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق قرار دے دیا۔ اور اس کے مطابق اپنے ماننے والوں کا نام اُس نے ''احمدی'' رکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے احمدی کہلانے میں کتنی تحریفات ہیں اور قرآن وحدیث کے مفہوم میں کتنا کھلا الحاد ہے۔ اب جو شخص انہیں احمدی کہتا ہے، وہ گویا ان سب تحریفات کی تائید کرتا ہے اور اس کفر والحاد میں شریک ہو رہا ہے، کسی کو یہ بات معلوم نہ ہو اور وہ انہیں احمدی کہہ دے تو اور بات ہے لیکن حقیقت معلوم ہونے کے بعد کسی مسلمان کے لئے انہیں احمدی کہنا حرام ہے۔ غلام احمد کی نسبت یہ غلمدی

GHULMADI ہوسکتے ہیں، مرکز قادیان کی وجہ سے انہیں قادیانی کہہ سکتے ہیں، مرزا کے پیرو ہونے کے لحاظ سے انہیں مرزائی کہا جاسکتا ہے لیکن انہیں احمدی کہنا کسی طرح جائز اور درست نہیں۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے، میں عطاء اللہ اگر لفظ "عطاء" ہٹا کر "اللہ" نہیں ہوسکتا تو "غلام احمد" لفظ "غلام" ہٹا کر "احمد" کیسے ہوسکتا ہے۔

سوال:

تو ان کی مسجد کو "احمدیوں کی مسجد" کہنا بھی پھر جائز نہ ہوگا؟

جواب:

ہاں! یہ بھی بالکل جائز نہیں۔ ان کی عبادت گاہوں کو مسجد کہنا جائز نہیں۔ مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔ جب یہ غیر اقلیت ہیں تو ان کی عبادت گاہیں مسجدیں کیسے بن گئیں۔ عیسائیوں کی عبادت گاہ گرجا، یہودیوں کی صومعہ، ہندوؤں کی مندر اور سکھوں کی گردوارہ کہلاتی ہے۔ مرزائیوں کی عبادت گاہ کو "مرزاڑہ" کہتے ہیں تو بجا کہتے ہیں۔ اسے مسجد کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

سوال:

کیا یہ صحیح ہے کہ مرزا غلام احمد نے خود اپنے سالِ پیدائش کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے؟

جواب:

ہاں اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلاف مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد کا پیدا کردہ ہے۔ وجہ یہ تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی عمر کی پیش گوئی جھوٹی ٹھہری تھی، اسے درست کرنے کے لئے صرف یہی صورت ہوسکتی تھی کہ اس کی پیدائش اس پیش گوئی کی روشنی میں نئے سرے سے تجویز کی جائے۔ سالِ وفات میں اختلاف قائم کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے سالِ پیدائش میں اختلاف پھیلانے شروع کئے اور اتنے پھیلائے کہ حقیقت بہت حد تک پردے کے پیچھے چلی گئی۔

مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کے مطابق اس کی عمر کم از کم ۷۴ سال اور زیادہ سے زیادہ

۸۶ سال ہونی چاہئے تھی۔ مرزا غلام احمد نے اپنا سال پیدائش اپنی تصنیف ''کتاب البریہ'' میں ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء لکھا ہے۔

مرزا صاحب کی وفات ۱۹۰۸ء میں اور وہ ۶۸ یا ۶۹ سال عمر پا کر اپنی پیش گوئیوں کو جھوٹا کرتے ہوئے اپنے بُرے انجام کو پہنچ گئے۔

اس کے بعد ان کے وارث ان کے بیان کردہ سن پیدائش کو غلط ٹھہرانے کے درپے ہوئے یہ سب اختلافات مرزا صاحب کی وفات کے بعد پیدا ہوئے اور ان کا درجہ ایک ضرورت مند کی حیلہ سازیوں سے زیادہ نہیں ہے۔

سوال:

مرزا غلام احمد نے کتنے حج یا عمرے کئے تھے؟

جواب:

ایک بھی نہیں۔ مرزا غلام احمد نے اتنے الحادی اور کفری دعوے کر رکھے تھے کہ سلطنت برطانیہ کے باہر کسی اسلامی ملک میں قدم رکھنا اس کے لئے ممکن نہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ حج بھی نہ کر سکا تھا۔

پیش نظر رہے کہ مرزا غلام کا دعویٰ تھا کہ وہ مسیح موعود ہے اور آنحضرت ﷺ حدیث میں فرما چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نزول کے بعد حج یا عمرہ ضرور کریں گے اور فج روحا (Fajj of Rowha) کے مقام سے احرام باندھیں گے۔ مرزا غلام احمد مسیح موعود ہونے کی اس شرط کو پورا کئے بغیر ہی دنیا سے چل بسا۔

سوال:

ہمارے نبی کریم ﷺ نے جب خبر دی کہ غار حرا میں فرشتہ ان کے پاس آیا تو اس کی تصدیق سب سے پہلے کس نے کی؟

جواب:

آپ ﷺ کی بیوی، اُم المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے، کیونکہ بیوی اپنے خاوند کو دوسرے ہر آدمی سے بہتر پہچانتی ہے۔ اس کا کذب وصدق بیوی سے چھپا نہیں رہتا۔

سوال:

مرزا غلام احمد نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کی بیوی نے اس کی تصدیق کی یا تکذیب کی؟

جواب:

مرزا غلام احمد کی بیوی نے اس کی تکذیب کی، تصدیق نہیں کی۔ اس کے بیٹوں سلطان احمد اور فضل احمد نے بھی اس وقت اس کی تصدیق نہ کی۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ بیوی اپنے خاوند کو بہتر جانتی ہے اور اس کا صدق وکذب اس سے چھپا نہیں ہوتا۔